بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
سدّ الفرار
۱۳۳۳ھ
علی
الصید الفرّار
(ناز برداریِ جورِ بدایوں)
۱۳۳۳ھ
"جس نے اُگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانیں
اور اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے"
عطائیں مقتدر غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غل ہے یا غوث
تصنیف لطیف
حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں
قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ
زیر اہتمام: صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی علیہ الرحمۃ اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی
ناشر: دارالعلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

صفحہ ۱۸۲

بحمدہٖ تعالیٰ

"مسئلہ اذان جمعہ میں بدایونی تحریر کا جواب منیر کہ اُدھر کی بے حد سخت زبانیاں دیکھ کر مناسب تھا اسکا تاریخی نام یہ ہوتا"

سَدُّ الفرار علی الصید الفرار

۱۳۳۳ھ

"مگر بعونہ تعالیٰ ہم اُنکی روش نہ چلیں گے غصہ کے جواب میں کام تحمل سے لیں گے لہٰذا زبروبینات میں اسکا نام یہ ہو"

نازبرداری جورِ بدایوں

۱۳۳۳ھ

"تحریر مبارک "تعبیر خواب" میں دو فتوائے بدایوں در بارۂ اذان پر نمبروار پچاس رد تھے "شافی جواب" میں انتالیس رد کو ہاتھ نہ لگایا گویا دیکھے ہی نہیں اور گیارہ پر وہ نام جواب کیا کہ صدہا کمالات جہل ومکابرہ وتناقض وافترا کو جلوہ دیا۔ اس مبارک رسالے میں چھ سو پینتیس رد ہیں۔ جو انصاف سے دیکھے اُس پر حق صاف روشن ہے اور نا منصف کا انصاف واحد قہار کے یہاں ہوگا۔"

اس حصہ کی اخیر دو فصلیں بجائے خود دو نفیس رسالے ہیں

(۱) دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی

۱۳۳۳ھ

"بنارسی غیر مقلد کے رد میں بدایوں سے رسالہ "التہدید" شائع ہوا تھا جو روشیں بنارسی نے انکے مقابل برتیں اور انھوں نے اُس پر رد کیے بعینہٖ بعینہٖ بلا فرق سرِ مو وہی روشیں خود انھوں نے ہمارے مقابل برتیں۔ لہٰذا اس فصل میں انھیں کی ۵۵ عبارتوں سے انھیں کی تحریر "شافی جواب" کا رد ہے۔

(۲) نکس اباطیل مدرسۂ خرما

۱۳۳۳ھ

"بہزار افسوس کہا جاتا ہے کہ حضرت تاج الفحول کے بعد مدرسہ بدایوں کے عقائد واعمال سب متزلزل ہوگئے۔ اُنکی ماہواری تحریروں "شمس العلوم" و "مذاکرہ علمیہ" سے پونے دو سو قول اس میں انتخاب کئے ہیں جو خلاف شریعت وخلافِ اہلِ سنت وخلافِ اسلام واقع ہوئے ہیں۔ آخر میں گرامی برادروں کو توبہ کی ہدایت ہے۔

تصنیف لطیف:

عالی جناب مولانا مولوی محمد المعروف بحامد رضا خان قادری نوری سلمہ الرحمٰن

مطبع اہلِ سنت وجماعت واقع بریلی میں طبع ہوا

مولوی حکیم ابو العلا محمد امجد علی نے اپنے اہتمام سے چھاپ کر شائع کیا

آغاز طبع ۲۷ رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

نام کتاب : سَدُّ الْفِرَارِ عَلی الصَّیْدِ الْفَرَّارِ (ناز برداریِ جورِ بدایوں)
مصنف : حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ
زیر اہتمام : صدر الشریعہ حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ اعظمی رضوی سنی حنفی قادری برکاتی
صفحات : 208
تعداد : 1100
ہدیہ : -/100 روپئے
بتعاون بفیضان خواجہ اعظم السجزی الاجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ
اشاعت اول: ۱۳۳۳ھ
سن طباعت : 2009ء اشاعت دوم
ناشر : شعبۂ نشر واشاعت دار العلوم رضائے خواجہ، اجمیر شریف

ملنے کے پتے

۱ دار العلوم رضائے خواجہ، مسجد بڑی ہتائی، امام باڑہ روڈ، محلہ شور گران، درگاہ معلیٰ، اجمیر شریف راجستھان۔ پن نمبر: 305001 فون نمبر: 0145-2623012 موبائل نمبر: 09414355399
۲ الہدیٰ پبلی کیشنز، مفتی والان، دریا گنج، نئی دہلی ۔۲
۳ جیلانی بکڈپو، مٹیا محل، جامسجد، دہلی ۔۶
۴ فیضان سنجری فاؤنڈیشن، منیش مارکیٹ، ممبئی
۲ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، دار العلوم حشمت الرضا، بیگم گنج، کانپور۔
۳ مفتی محمد معصوم الرضا، پر اماہم، ضلع گونڈہ، یوپی۔
۴ مولانا نازر تاب رضا، دار العلوم حشمت الرضا، محلہ حشمت نگر، پیلی بھیت۔ یوپی
۵ سید محمد اسلم وامقی، خانقاہِ وامقیہ اشرفی، نشاط گنج، بریلی شریف۔ یوپی
۶ محمد شاہد نقشبندی، دار العلوم فیضانِ غریب نواز، حشمت کالونی، چتوڑگڑھ

◆◆◆

تقسیم کار
تاج الشریعہ پبلکیشنز مٹیامحل، جامع مسجد، دھلی

باسمه تعالیٰ هو القادر المعین

عرضِ ناشر

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا. لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلاً. (بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو تم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔)

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

شریعتِ مطہرہ کے نفاذ کا مقصدِ عظیم یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر امتی تا حینِ حیات نیکیوں کے حصول اور گناہ سے بچنے میں اس تمنا کے ساتھ سرگرمِ عمل رہے کہ اللہ اور اسکا رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں۔ رضائے مولیٰ تعالیٰ اور رضائے مصطفیٰ و رضائے خواجہ کے لئے اس احقر العباد، گدائے خواجہ، سگِ بارگاہِ رضویت نے دار العلوم رضائے خواجہ (سرکار اجمیر شریف) سے مطبوعہ ۱۳۳۴ھ "سد الفرار علی الصید الفرار" ۶ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ مطابق ۲ فروری ۲۰۰۹ بروز جان افروز دوشنبہ دوبارہ شائع کرنے کی سعادت مجھ گناہ گار، عصیاں شعار ارشاد احمد مغربی رضوی قادری مصطفوی چشتی کو حاصل ہو رہی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

اس وقت میرے سامنے دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے صدر المدرسین حضرت مولانا مولوی معین الدین علیہ الرحمہ کی کتاب "القول الاظہر فی ما یتعلق بالاذانِ عند المنبر" موجود ہے۔ جسکی اشاعت کا تسلسل جاری ہے۔ اور ابھی حال ہی

میں اس کتاب کو مجلسِ اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔الہند نے جون ۲۰۰۴ء کو تیسری بار شائع کی، جس نے عنوان مذکور پر عظیم ترین تحقیق انیق ''سد الفرار'' کی اشاعتِ دوم پر مجھ گدائے خواجہ کو تحریک دی تاکہ جوئندگانِ حق کے سامنے مسئلہ مذکور میں حق روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔''سد الفرار'' اس فرعی مسئلہ کے احقاقِ حق میں وہ کتابِ متین ہے جس کے ہر ہر سطر سے اعلیٰ حضرت سرکار کا فیضان علمی اور انکی فقہی بصیرت و تربیتِ کامل کا اظہار ہوتا ہے۔''سد الفرار'' کے مطالعہ کے بعد ہر متبعِ حق اذانِ خطبہ بیرونِ مسجد خطیب کے سامنے ہی ہونا چاہئے کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قارئین کرام! القول الاظہر کو دیکھکر خود مجددِ بریلوی امام احمد رضا نے صاحبِ انوارِ احمدی صدر الصدور صوبہ جاتِ دکن شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا انوار اللہ شاہ فاروقی علیہ الرحمہ کو تحریر فرمایا۔

''پرسوں روزِ شنبہ شام کی ڈاک سے ایک رسالہ 'القول الاظہر' مطبوعہ حیدرآباد سرکار اجمیر شریف سے بعض احبابِ گرامی کا مرسلہ آیا جس کی لوح پر حسب الحکم عالی جناب لکھا ہے۔ یہ نسبت اگر صحیح نہیں تو نیازمند کو مطلع فرمائیں''

اس کے جواب میں صاحبِ انوارِ احمدی شیخ الاسلام علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

''مولوی محمد معین الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف نے ایک رسالہ لکھ کر بغرضِ طبع میرے پاس پیش کیا۔ چونکہ تعاملِ حرمین شریفین اور جمیعِ بلادِ اسلامیہ کی اس میں تائید تھی اور کوئی ایسی نئی بات اس میں نہیں تھی کہ جس سے مسلمانوں کی حالتِ موجودہ میں تفرقہ واقع ہو۔ اس لئے اس کے طبع کرنے کی اجازت دی گئی۔''

حسب الحکم کسی کتاب کا لکھنا اور ہے۔ اجازتِ طبع اور ہے۔ مگر افسوس کہ القول الاظہر کی لوح پر آج بھی وہی حسب الحکم والی تحریر مطبوع ہے۔ جس کے بارے میں مجدد بریلوی قدس سرہٗ نے بانیِ جامعہ نظامیہ قدس سرہٗ سے دریافت کیا ہے۔ حسب الحکم فضیلت مآب شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی قدس سرہ العزیز بانیِ

جامعہ نظامیہ مولا عز وجل مصطفیٰ پیارے علیہ التحیۃ والثنا کا کرم اور حضور سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احسان ہے کہ اسی شہرِ دارالخیر اجمیر شریف میں جہاں القول الاظہر کے مصنف متوطن تھے وہیں آستانہ حضور غریب نواز قدس سرہ سے وابستہ ایک مؤقر شخصیت مرجع علمائے اہل سنت فی زماننا حضرت مولانا المخدوم ابن مخدوم سید محمد مہدی میاں چشتی اور مخدوم زادہ سید محمد ہادی میاں چشتی دام ظلہم العالی کے والدِ ماجد محدث آستانہ عالیہ حضرت علامہ سید غلام علی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت سرکار سے ارادت وخلافت حاصل کرکے مشربِ حضور غریب نواز اور مسلکِ اعلیٰ حضرت قدس سرہما کی ترویج واشاعت میں منہمک تھے جس کے ثبوت میں سد الفرار کے مصنف حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان صاحب ابن مجدد بریلوی قدس سرہما کا تحریری اجازت نامہ جو سیاح عالم مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد علامہ شاہ احمد نورانی) علیہما الرحمہ کے قلم سے مرقوم ہے اور اعلیٰ حضرت سرکار کے خلافت نامہ کی اصل تحریروں کا عکس اسی کتابِ مستطاب سد الفرار کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ خانوادۂ سادات چشتیہ اجمیر شریف اور خانوادۂ رضویہ قادریہ بریلی شریف کے مابین قدیم روحانی تعلقات کے زندہ ثبوت کیلئے مذکورہ خلافت نامہ کو شیخ مشائخ اعاظم فی زماننا سید محمد جیلانی اشرف کچھوچھوی دام ظلہ الاقدس نبیرۂ حضور محدث اعظم ہند (علیہ الرحمہ) نے ماہنامہ ''المیزان'' ٦ جون ١٩٧٦ء کے امام احمد رضا نمبر میں شائع فرمایا ہے۔ غالباً حجۃ الاسلام کا اجازت نامہ مذکورہ بالا جریدہ میں نہیں ہے۔ گدائے خواجہ نے اپنے مضمون ''انشراحِ ہدایت'' جو الصوارم الہندیہ کے ساتھ چھپا ہے اس میں سد الفرار کو شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ الحمد للہ رب العالمین فیضانِ سنجری سے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ حضور شیر بیشۂ اہلِ سنت مناظر اعظم ہند حضرت العلام الحافظ القاری الحاج مفتی محمد حشمت علی رضوی لکھنوی پیلی بھیتی علیہ

الرحمۃ الباری کے عرسِ ۵۰ سالہ کے موقعہ پر تمام محبین و معتقدین و متعلقین خصوصاً صاحبِ عرس علیہ الرحمہ کے صاحبزادگانِ والا تبار حضرت علامہ احمد مشہود رضا حضرت علامہ محمد ادریس رضا حضرت علامہ مولانا محمد معصوم الرضا مفتی اعظم پیلی بھیت شریف حضرت علامہ محمد ناصر رضا صاحب سجادہ حضرت مولانا محمد زرتاب رضا دام ظلہم العالی و دیگر افراد خانوادۂ شیر بیشۂ اہل سنت کی خدمت میں طالبِ دعا کی حیثیت سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مولا تبارک وتعالیٰ حضور شیر بیشۂ اہلِ سنت کے فیوض و برکات سے ہم غربائے اہلِ سنت کو مالا مال فرمائے۔ اور صاحبزادگان کو اپنے اب وجد کی خدمات جلیلہ کو عام وتام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ کتابِ مستطاب سد الفرار حضور حجۃ الاسلام حضرت العلام محمد حامد رضا خان شہزادہ اعلیٰ حضرت علیہما الرحمۃ والرضوان نے ۱۳۳۳ھ میں تصنیف فرمائی۔ اور دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے صدر المدرسین صاحبِ بہارِ شریعت حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمۃ العلی نے ۱۳۳۴ھ میں اپنے اہتمام سے شائع فرما کر جمیع اہلِ سنت والجماعت پر قیامِ قیامت تک احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ میں گدائے خواجہ دار العلوم رضائے خواجہ واقع مسجد بڑی ہتائی اجمیر معلیٰ کے ان تمام معاونین ومخلصین کے لئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ عزوجل حضور سیدنا سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل وتصدق میں دنیوی اخروی حسنات و برکات سے مالا مال فرمائے۔ سد الفرار کی افادیت واہمیت پر یہ گدائے خواجہ اپنی مربی واجب الاحترام سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے نامور اہلِ قلم وابستۂ آستانہ غریب نواز قدس سرہ حضرت سیدی علامہ سید محمد فضل المتین صاحب چشتی دام ظلہ العالی کی تحریر اسی کتابِ مستطاب کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اور حضور شیخِ مشائخِ اعاظم فی زمانا سید محمد جیلانی اشرف کچھوچھوی دام ظلہ العالی کی تقدیم بھی نذر ناظرین ہے۔

سد الفرار کے مطالعہ سے ناظرین اہلِ سنت کو بخوبی علم ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر کسی فرعی مسئلہ میں بھی جب اختلاف فرماتے، تو نفسِ امارہ کی بالا دستی، آپس میں ایک دوسرے کی کردار کشی، دل آزاری، دل شکنی جیسی برائیوں اور ذاتیات سے مبرا ہو کر صرف اور صرف رضائے مولیٰ کے لئے ہی اپنی زبانیں کھولتے اور احقاقِ حق میں قلم اٹھاتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے زبانِ حق ترجمان سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ اور قلمِ حق رقم سے لکھا ہوا ایک ایک لفظ مؤثر ہو کر باعثِ انقلاب ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

"تاریک دل والے دوسروں کی فضیلت پر حسد کرتے ہیں اور اہلِ کمال جب دیکھتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم مقام تک رسائی حاصل نہیں تو وہ اس عظیم محبوب کی طرف اپنی نسبت کرنے کو پسند کرتے ہیں۔"

اس موقعہ پر دار العلوم معینیہ عثمانیہ درگاہِ معلیٰ حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ اجمیر شریف کے صدر المدرسین حضرت مولانا محمد بشیر القادری صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے سد الفرار کی عربی عبارات پر اعراب داخل کر کے عوامِ اہلِ سنت کو غلط عبارت پڑھنے سے بچایا۔ اللہ عز و جل ان کو اور انکے تمام معاونین کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ حتی المقدور اس کتاب کو اغلاطِ کتابت سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم قارئین کرام کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو دار العلوم رضائے خواجہ کے شعبہ نشر و اشاعت کے پتہ پر مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

رابطے کا پتہ

ارشاد احمد مغربیقادری چشتی رضوی

دار العلوم رضائے خواجہ، مسجد بڑی ہتائی، امام باڑہ روڈ، محلّہ شورگران، درگاہ معلیٰ،

اجمیر شریف راجستھان۔ پن نمبر:305001

فون نمبر:0145-2623012 موبائل نمبر:09414355399

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک کتاب۔ دعوتِ فکر و عمل

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم. و علی اٰلہ و اصحابہ اجمعین

ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سے ہمارے دین میں فقہی مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں اوران کوحل بھی کیا جاتا رہا ہے۔ اللہ کی رحمت ہوائمہٗ اربعہ پر جنھوں نے مسائل کو سمجھا اور انھیں حل کر کے دین کی راہیں ہمارے لئے آسان کردیں۔ اور ہم مقلد، بآسانی اپنا دینی سفر طے کر سکے۔ بعض مسائل صرف وقتی رہے ہیں اور بعض مسائل حالات اور وجوہات کے سبب اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ ائمہ نے فقہی دینی مسائل کے حل کے لئے ہمیشہ قرآن، حدیث، اجماع ، قیاس یعنی ہمارے رسول کی زندگی کو پیش نظر رکھا ہے۔ اسی لئے ہر مسئلے کا حل قابلِ قبول اور لائقِ عمل ٹھہرا ہے۔ لیکن اذانِ ثانی کا فرعی مسئلہ ایک زمانہ گزرنے کے بعد بھی جوں کا توں قائم ہے اور یہ مسئلہ اپنی اپنی فہم کے مطابق تفہیم کے لئے موضوع بنا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے سبب ہمارے دین میں کوئی نیا فرقہ پیدا نہ ہوا اور کسی ہٹ دھرمی اور کسی ضد کے باعث کوئی دینی تفرقہ نہ ہوسکا اور ہوتا بھی کیوں؟ اس مسئلہ کا تعلق عملِ سنت اور ازدیادِ ثواب سے تھا۔ نہ کہ ایمانیات سے۔ ہر جانب سے انفرادی فہم نے اسے موضوع بنا کر اپنی بات کو واضح کردیا اور اپنا فرض ادا کردیا۔

اذانِ ثانی ایک فرعی مسئلہ ہے جو برسہا برس سے قائم ہے۔ اور اختلافی صورت، بہرحال برقرار ہے۔ اذانِ ثانی کے سلسلہ میں جو طریقہ رائج ہے اس کے برخلاف عمل تو کیا؟ اس پر نظرِ ثانی کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی گئی۔ ایک حلقے نے اپنے عمل کے ذریعہ وہ راہ اپنائی جس کا تقاضا کیا گیا اور جس کا شرعی مطالبہ تھا۔ لیکن ایک حلقہ اپنی قدیم رائے اور روش پر چل رہا ہے۔ دونوں جانب سے دلائل پیش ہوئے، وضاحت کی گئی۔ لیکن اتفاقِ رائے نہ ہوسکا اور اس مسئلہ پر تحریر و تقریر کا سلسلہ جاری رہا اور کتابوں کی اشاعت بار بار ہوتی رہی، اور تائید و تردید کے موقف پر ہر فریق قائم رہا۔

میری علمی لیاقت، دینی معلومات ایسی نہیں ہے کہ میں اس مسئلہ کے لئے اپنی رائے دوں دونوں جانب سے دلیل۔ وضاحت کی وہ صورت سامنے ہے کہ ایک مقلدِ امام اعظم حضرتِ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے دائرے سے باہر قدم رکھے اور یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خواجگانِ چشت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہرطور حنفیت کے علمبردار رہے ہیں۔

کتاب ''سد الفرار علی الصید الفرار'' اپنی نئی اشاعت کے ساتھ آپکے سامنے ہے۔ یہ کتاب اپنے حلقے کی ترجمانی کے ساتھ اپنے کامیاب اندازِ افہام و تفہیم کے لئے معتبر طریقۂ استدلال کے لئے اور مستند فقہی دلائل کے لئے ایک ایسی کتاب ہے جو دعوتِ فکر و عمل دیتی ہے اور لائقِ مطالعہ قرار پاتی ہے۔ دراصل اذانِ ثانی کے مسئلہ پر کہی گئی جوابی باتوں کا اور اٹھائے گئے سوالوں کا اس کتاب میں ذکر ہے اور امکانی یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ وہ باتیں قبول کی جائیں اور اس پر عمل کیا جائے جو موزوں ہیں اور حق و ناحق کی تمیز کا شعور فراہم کرتی ہیں۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

راقم الحروف
(صاجزادہ) سید فضل المتین صاحب چشتی گدی نشین
درگاہ معلّٰی اجمیر شریف

متبرک تحریریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهِ الْمُکَرَّمِیْنَ عِنْدَہ
فقیر بینوا گدائے آستانۂ رضویہ حاضر آستانہ فیض کاشانہ دارالخیر اجمیر ہوا۔ وَلَهُ الْحَمْدُ۔

عزیز محترم مولانا مولوی سید غلام علی صاحب رضوی سلمہ المولیٰ الولی نے اپنی غایت محبت ونہایت کرم سے فقیر کو حاضری روضۂ اطہر سے سرفراز کیا اور ردائے مبارک کے دامنِ اطہر میں فقیر کو لیا۔ مجھے اس عزت وشرف کے حاصل ہونے سے نہایت مسرت ہوئی اور حضرت سید صاحب خادمِ آستانہ مبارکہ نے فقیر کو مع ہمراہیان ایک ایک پگڑی عنایت فرمائی۔ متوسلانِ آستانۂ عالیہ رضویہ وعزیزانِ طریقت حضرت سید صاحب کی خدمت سے برکت حاصل کریں۔ اور انکی وساطت سے حاضریٔ روضۂ اقدس سے شرف اندوز ہوں۔ میں بڑی مسرت سے اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ حضرت سید صاحب کو اعلیٰ حضرت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ امام اہلِ سنت والدی مرشدی حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز سے انتساب طریقت وسلسلۂ بیعت واجازت وخلافت اور سید صاحب کو اس فقیر نے بھی تمام علوم عقلیہ ونقلیہ وجمیع سلاسل عُلیہ عالیہ اور تمام اذکار و اشغال واوقات واعمال کی اجازت دی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نورِ عرشہ و عروس مملکتہ و امام حضرتہ سیدالمحبوبین محمد رسول رب العالمین و علی آلہ الطیبین واصحابہ الطاہرین و اولیاء امتہ الکاملین و علماء ملتہ الراشدین و علینا معہم و لہم و بہم وفیہم و منہم اجمعین. برحمتك یا ارحم الراحمین.

دستخط حجۃ الاسلام

قَالَه بِفَمِهٖ وَ اَمَرَ بِرَقَمِهٖ اَلْفَقِیْرُ اَلْکَئِیْبُ الْاَوَّاهُ......... کَانَ لَه اللّٰهُ تَعَالٰی ۷ رجب المرجب ۴۹ھ

الکاتب شاہد بذلك و اللہ خیر مالك محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری چشتی

متوطن میرٹھ

بسم الله الرحمن الرحيم

باسمہ تعالیٰ

احقاقِ حق کا نشان جلی

حضرات گرامی! سب پر ظاہر و باہر ہے کہ تخلیق انسانی کیساتھ تخلیف انسانی بھی کارفرما نظر آتی ہے۔ اختلاف، افلاس کا مارا ہے تو عذاب اور اخلاص سے بھرا ہے تو رحمت، افکار و اذہان کے تعمیری اختلاف امت کیلئے رحمت ثابت ہوتے ہیں۔ ہدایت کے چشمے نکلتے ہیں، ضلالت کی راہیں مسدود ہوتی ہیں، ظلمات سے نجات ملتی ہے، نور کی لہریں جاری ہوتی ہیں۔

مگر جب اختلاف تعمیر کی جگہ تخریب کا روپ لے لے، اصلاح کی جگہ فساد کا رنگ دھارن کر لے، راہ مستقیم سے ہٹ کر گمرہی اختیار کر لے تو ایسا اختلاف امت کیلئے باعث ہلاکت بن جاتا ہے۔ اس حقیقت کو تاریخ کے صفحات میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔

تمام شعبہ ہائے زندگی میں اختلاف کا وجود فکر انسانی کی عقدہ کشائی اور تحقیقی عنصر کی گنہ وا کرنے میں ممد و معاون ہوتا ہے بشرطیکہ اختلاف کا دھارا مثبت ہو، جہاں ذات سے ذات کا ٹکراؤ نہیں ہوتا بلکہ بات پر بات رکھکر حق کشائی کی جاتی ہے، یہی ہمارے اکابرین کا تعامل و توارث رہا ہے۔ زیر نظر کتاب ''سدّ الفرار'' اسی تعمیری و فقہی اختلاف کی عطا ہے۔ نماز جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے قریب ہو یا بیرون مسجد خطیب کے سامنے۔

اس فقہی مسئلہ کے اختلاف نے دو اسکول قائم کر دئے اور دونوں ہمارے ہیں مگر بہر حال حق و صواب کسی ایک ہی کیساتھ ہو گا۔ مسئلہ مذکور پر **القول الاظہر** مصنفہ حضرت علامہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ نے لکھی اور اسکی اشاعت مجلس اشاعت العلوم حیدر آباد سے جاری رہی۔ جبکہ اسی اذان ثانی پر اکابرین بدایوں سے اختلاف سامنے آیا تو حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان قادری (صاحبزادۂ اکبر امام احمد رضا) نے دلائل و براہین پر مشتمل **''سدّ الفرار''** لکھی تقریباً سو سال گذر گئے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر **القول الاظہر** کی مسلسل اشاعت سے ہماری نئی نسل، اکابرین کے ایک ہی طبقہ کی بات سنتی رہی اور مسئلہ مذکور میں اسی کو حق و صواب گردانتی رہی اکابرین کے دوسرے طبقہ کی حقائق سے بھری باتیں لائبریری کی زینت بن کے رہ گئی تھیں۔ اسی مافات کی تلافی کی پاکیزہ نیت نے گدائے خواجہ علامہ حافظ محمد ارشاد مغربی رضوی چشتی سلمہ کے حساس ضمیر کو جھنجھوڑا اور **''سدّ الفرار''** زیور طبع سے آراستہ پیراستہ آپ کے زیر مطالعہ آ گئی ہے۔ جو

احقاق حق کا نشان جلی ہے۔

گدائے خواجہ کی اس کاوش کو "بے وقت کی راگنی" ہرگز ہرگز قرار نہ دیں، یہ عمل بھی ہے اور ردعمل بھی ہے۔ عمل یوں کہ ہمارے اکابرین اپنے ہم عصر کو مخاطب کرنے میں کسقدر عزت و تکریم کا پاس ولحاظ رکھتے تھے۔ امام احمد رضا اور شیخ الاسلام انوار اللہ فاروقی علیہما الرحمۃ کا انداز تخاطب گواہ ہے۔ ردعمل یوں کہ سوسالہ قدیم بحث وتحقیق وفقہی اختلاف کو بشکل **القول الاظہر** شائع رہنے میں کونسی مصلحت کارفرما ہے؟ اسی کا ردعمل "**سدّ الفرار**" کی اشاعتِ جدیدہ ہے۔

فقیر اشرفی "**سدّ الفرار**" کی اشاعت جدیدہ کو منفی طور پر نہیں لے رہا ہے، بلکہ سواد اعظم کی نئی نسل کیلئے فقہی اختلاف میں اکابرین کے مابین دلائل وبراہین کا طریق تحقیق گہرائی وگیرائی سے کسقدر مملو ہوتا تھا طالبان تحقیق کیلئے روشن مثال ہے۔ اخلاص واصلاح کی پاکیزہ روح میں بسی اسلوب تحریر تحقیقی وتنقیدی راہ کیلئے "مشعل راہ" بنائی جاسکتی ہے۔ **سدّ الفرار** کو اسی جذبہء اخلاص سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً مثبت سوچ کو فروغ دیتی نظر آئے گی۔ اذان ثانی بیرون مسجد ہونی چاہئے اس موضوع پر **سدّ الفرار** ایک تحقیقی سرمایہ ہے جسے دار العلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف نے شائع کر کے قابل قدر کام کیا ہے۔ ساتھ ہی محدث اجمیری حضرت علامہ سید غلام علی چشتی قادری رضوی اشرفی (والد حضرت سید ہادی میاں وحضرت سید مہدی میاں، بیت النور درگاہ اجمیر شریف) کی متبرک تحریریں شامل کتاب کر کے اس بات کا دستاویزی ثبوت پیش کر دیا گیا کہ خانوادہ سادات اجمیر اور خانوادہ رضویہ کے مابین محبت ومودت کا رشتہ وتعلق کتنا قدیم عرفانی وروحانی ہے۔ گدائے خواجہ علامہ ارشاد مغربی کو "متبرک تحریریں" شائع کرنے پر مبارک باد۔

دعاہیکہ مولی تعالی ہم سب کو اپنے اکابرین کی دکھائی ہوئی، بتائی ہوئی اور چلائی ہوئی راہ پر چلاتا رہے کہ وہی راہ مستقیم ہے۔ اسی میں ہم سب کی سلامتی ونجات ہے۔

طالب دعا

[signature]

فقیر اشرفی سید محمد جیلانی اشرف

09/02/09

A/451، اندرا نگر، لکھنو، 226016

فہرست مضامین وفوائد کتاب

تمہید تصنیف کتاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم •

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْقَادِرِ الْغَالِبِ الْقَاهِرِ • الْمُقْتَدِرِ النَّاصِرِ • لِلْحَقِّ الظَّاهِرِ • بِحَبِيْبِهِ الزَّاهِرِ • وَمُعْجِزِهِ الْبَاهِرِ • صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهِ الْاَطَاهِرِ • وَصَحْبِهِ الْاَكَابِرِ • وَ ابْنِهِ عَبْدِ الْقَادِرِ • وَسَائِرِ حِزْبِهِ اِلَى الْيَوْمِ الْاٰخِرِ • اٰمِيْنَ •

حمد اسکے وجہ کریم کو جس نے اپنے عاجز بندوں کو اس زمانۂ فتن ومحن میں اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ زندہ کرنے کی توفیق بخشی۔ پھر اس میں وہ علوم القا فرمائے جنکی ضیا سے حق کی پیشانی جگمگا اُٹھی۔ ایک سہل فرعی مسئلہ جس پر کتابوں میں آدھی سطر سے زیادہ نہ ملے۔ کون کہتا کہ اس میں یہ علوم کے دریا بہ جائیں گے جنکے ادنیٰ ساحل پر شبہاتِ خلاف غوطے کھائیں گے۔ بفضلہٖ عز وجل ولہ الحمد ممالک نزدیک ودور کے سنی مسلمان اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتِ کریمہ کو بکشادہ پیشانی مانتے جانتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ متواتر قبول کی آوازیں آرہی ہیں۔ وجہ یہ کہ عام بندگانِ خدا وفدائیانِ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ حسد کا مرض ہے نہ تعصب کی علت، نہ اتباعِ مصطفیٰ وائمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے مقابل تقلیدِ آبا کی لت قُرب وجوار کے معدودے چند سنی بھائیوں کا عذر واضح ہوگیا۔ رہے حضراتِ وہابیہ وہ اسلام ہی سے خارج ہیں۔ انکی گنتی کیا۔ ان کو تو ان متواتر ضربوں سے سر کھجانے کی فرصت نہ تھی جو توہینِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب ان پر پڑ رہی تھیں۔ دم بند تھے کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ سو سو طرح چاہتے تھے کہ ان اصولِ ایمان کی بحث بدل کر کسی فرعی مسئلہ میں نزاع چلے کہ کچھ کہنے کا رستہ کھلے۔ ان

مشتے چند سنی بھائیوں اور بعض متسنیوں نے کبھی ان دشمنانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد میں تو ہاتھ نہ بٹایا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرمائشی گالیاں چھپا کیں۔ ان مولوی صاحبوں کی تیوری پر میل نہ آیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے بندے پر کرم کہ اسے اپنی پاک مبارک عزت کی نصرت وحمایت کے لئے کھڑا کیا اور مسلمانوں کے قلوب کو اس بندہ کی محبت سے بھر دیا۔ وہ جس نے کبھی شہرت نہ چاہی۔ وہ جس نے ہمیشہ اسبابِ شہرت سے نفرت رکھی۔ وہ جو ہمیشہ جلسوں ہنگاموں میں شرکت سے دور رہا۔ وہ جو شہروں شہروں آوارہ گردی کر کے بذریعۂ وعظ و مشیخت سکہ جمانے یا چند سکے کمانے سے نفور رہا۔ اسکا نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرم نے عرب وعجم وروم وشام ومصر وعراق ومشرق ومغرب میں آفتابِ عز وکمال وجاہ وجلال بنا کر مشہور کر دیا۔ اکابر علمائے کرام حرمین شریفین کو اسکی مدح میں رطب اللسان کیا۔ اسے استاذ بنانے، اس سے اجازتِ حدیث وعلم لینے کا شوق دیا۔ جس کا حال تقریظاتِ کثیرہ، 'فتاوی الحرمین' و 'حسام الحرمین' و 'الدولۃ المکیہ' و 'رِسَالَہ اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃُ لِعُلَمَاءِ بَکَّۃَ وَ الْمَدِیْنَۃُ' اور دمشق کے معزز ماہوار پرچے 'البیان' وغیرہا سے ظاہر۔

ہمارے بھائیوں کو اس پر شکر وفخر کرنا تھا کہ ہم میں سے ایک کو ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حمایت عزت کے لئے چن لیا۔ جس نے ہم سب کو اس اعظم فرضِ کفایہ سے سبکدوش کیا پھر محض اپنے کرم سے ان شاء اللہ الکریم اسے قبول فرما کر حدیث صحیح فَیُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْض کا جلوہ دکھا دیا۔ ہم اگر اسے مدد نہیں دے سکتے یا اخباروں اشتہاروں میں وہابیہ وامثالہم کی لگاتار گالیوں، ظاہر وباطن بے تکان بد سگالیوں کے خوف سے دینا نہیں چاہتے تو بارے اسکے شکر گزار تو ہوں۔ یا نہ سہی کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدان اعدا میں یا رسول اللہ! کہہ

کرکودپڑااورتنہاچارطرف تلوار کررہا ہے۔اسکا ہاتھ تو نہ روکیں کہ یہ اسکے ساتھ عداوت نہ ہوگی بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت عزت میں رکاوٹ ڈالنی۔کیا واحد قہار حشر میں اسکی باز پرس نہ فرمائے گا کیا یہاں مشہور مصرع

''مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں''

صادق نہ آئے گا۔مگر ہزار افسوس کہ قُرب وجوار کے بھائیوں نے اسکا خیال نہ کیا اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ وَ قَلِيْلٌ مَا هُمْ بلکہ وہ عزت جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ایک غلام کو بخشی۔اس پر حسد کی آگ سینوں میں چمکی۔ہمیشہ اعانت کے بدلے اہانت کے منتظر رہے۔مگر الحمدللہ زمانہ اس شہسوار لشکر محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نیزۂ برق بار کا لوہا مانے ہوا تھا۔کس کا زہرہ تھا کہ سامنے آئے کس کا جگرا تھا کہ پیٹھ کے بدلے منھ دکھائے۔

یہ رضؔا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اگر کبھی کسی فرعی مسئلہ میں کسی صاحب کو شبہ لگا زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی۔غیبت میں زبان سے کچھ نہ بولے بھی تو قلم اٹھانے کی جان نہ تھی۔ادھر سے فرعی مسائل میں بھی خطاؤں پر ہدایتِ حق ہوتی رہی جو شرعاً شکر فرض کرتی مگر عادۃً آتشِ حسد پر روغن ہوا کی۔

یہ مسئلہ اذان ثانی جمعہ بھی آج کا نہیں یہاں عملی طور پر قرنوں سے دروازۂ مسجد پر ہوتی۔اطراف کے علمائے کرام ہمیشہ تشریف لایا کیے اور منکر نہ ہوئے۔بائیس برس ہوئے اسکا فتویٰ بلگرام گیا، مارہرہ شریف پہنچا، بنگالے بھیجا۔محرم ۲۲ھ کے 'تحفۂ حنفیہ' میں چھپا، ملک میں شائع ہوا۔'تحفہ' سب حضرات کے یہاں جاتا تھا۔نہ گزشتہ اکابر نے زبان ہلائی، نہ پسماندہ اصاغر نے کان۔یہاں تک کہ اب حال میں بعض

مکار، تقیہ فروش وہابیوں نے ایک تازہ ذکرِ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آزار پاکر چند نادان جاہلوں کو ابھارا۔ اُدھر ایک مجددی انتساب کے متعدد اشخاص نے سرکارِ قادری کی غلامی و بندگی سے شرفِ دارین حاصل کرنے کو تجدید بیعت کی۔ حالانکہ نہ یہاں خبر تھی نہ ان طالبانِ خدا نے تذکرہ کیا۔ سلسلہ علیہ عالیہ غوثیہ میں داخل ہونے کی درخواست جیسے ہزاروں بندے کرتے ہیں انھوں نے بھی کی اور مقبول ہوئی۔ مگر جہاں جہل وتعصب کا جوش، یا پیری مریدی ذریعۂ ناؤ نوش ہو، وہ زمین وآسمان میں تمیز تو رکھتے نہیں، تبدیل وتجدید کا فرق کیا جانیں۔ شہد سم ہوا۔ اور کسی کی وہابیت، کسی کی پیریت، بعض کی جہالت، بعض کی عصبیت چاروں مل گئیں۔ کئی جمعے قبول کر کے عدول کیا۔ اور فتنہ انگیزی سے کام لیا۔ اور مسئلہ دینیہ کو اپنی سرہنگی کا جھگڑا کر دیا۔ آخر پیلی بھیت کا سوال لکھنؤ اور رامپور گیا۔ لکھنؤ سے جواب خلافِ مراد پایا۔ دوسری جگہ کہ علل اربع تقریباً سب جمع تھیں۔ بعض مستطیل ونا مستطیع حضرات نے اپنی عقل شریف سے کام لیا۔ وہ بھی اس وجہ سے کہ صوری مقابلہ و معارضہ ایک دوسرے سنی عالم سے تھا۔ وہابیہ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی کہ مارِ سر کوفتہ و دُم بریدہ کی طرح عمروں سے پیچ وتاب میں تھے انھیں سر اُٹھانے کا موقع ملا۔ یوں یہ ردو کد کا سلسلہ بڑھ چلا۔ مگر الحمد للہ وہابیہ وحاسدین یا انکے ورغلائے ہوئے جاہلین یا برسم جاہلیت تقلیدِ آبا کے منہمکین ہی خلاف پر ہوئے اور آفاق واطراف کے اہل علم و ایمان اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر عامل ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں اور انشاء اللہ الکریم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ یہ ارشادِ الٰہی تجلی فرمائے کہ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَارِهُوْنَ ۔

☆☆☆

حق عزوجل نے کس کس طرح حق واضح فرمایا

اللہ کے بندے کہ تعصب ونفسانیت سے پاک ہیں دو قسم ہیں۔اہلِ علم وعوام۔ رحمتِ الٰہیہ عز جلالہ نے دونوں پر وضوحِ حق کا کافی سامان فرمادیا۔ولِلّٰہِ الحَمدُ۔ اہلِ علم پر یوں کہ اہلِ حق نے صحیح حدیث وتصریحات ائمہ قدیم وحدیث پیش کیں کہ زمانۂ اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ اذان دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی۔مسجد کے اندر اذان منع ہے مکروہ ہے۔اہلِ خلاف اپنازعم نہ کسی حدیث سے دکھا سکے۔نہ کوئی روایت معتمدہ صریحہ فقہیہ لا سکے۔صرف بَیْنَ یَدَیْہِ بےفہمِ معنی،یا علیٰ وعِنْدَ کی حکایات،یاتوارث وتعامل کی غلط لفاظیاں،محض زبانی بےثبوت و ثبات۔جہاں دیکھو یہی ڈھاک کے تین پات۔جنکے بارہا جواب دیدیے۔دو ہزار پچیس تک رد کے شمار پہنچ گئے مگر جو صاحب اٹھیں گے وہی مردودات پیش فرمائیں گے۔جونئی تحریر آئی خیال ہوا کہ شاید انھوں نے کوئی حدیث پائی،کوئی فقہی روایت ہاتھ آئی،مگر جب پردہ اٹھا،وہی خالی میدانِ مردودات کے سوا جنگل سنسان۔وَ الحَمدُ لِلّٰہِ الدَّائِمِ الاِحسَان۔

ان باتوں کی صحیح تمیز اہلِ علم وتمیز کو تھی۔اب ہمارا کریم مولیٰ تبارک وتعالیٰ عوام بھائیوں پر وضوحِ حق کا سامان فرماتا ہے۔مخالفین عاجز آئے۔چار طرف ہاتھ پاؤں مارے۔مردودات کے سوا تھا کیا کہ لاتے۔اُدھر علت مخالفت نے وہابیہ سے میل یا کم از کم انکے ہتھکنڈوں کی طرف میل کرادیا تھا۔اور عار سکوت نار سے سوا مبغوض،اور عوام کو چھلنا ہر فرض سے بڑھ کر مفروض۔لہٰذا اُس ستم،قہر،غضب،زہر،شدید آفت، سخت قیامت،ناشدنی،ناگفتنی کی ٹھہری۔جس سے اللہ عزوجل ہر مسلمان کو دنیوی نزاعوں میں بھی بچائے۔نہ کہ خاص مسئلہ دینی۔یعنی جھوٹی عبارتیں دل سے گڑھ

لیں۔ سچی عبارتوں میں تحریفیں کر دیں۔ کہیں کچھ بڑھا دیا۔ کہیں کچھ گھٹا لیا۔ جھوٹے ترجمے دل سے تراش لیے۔ خود اپنے خصم کے کالم پر افترا کر دیے۔ یہاں تک کہ ادھر سے جو بار ہا جانگزا تقاضے سر پر سوار تھے کہ تمام کتابوں میں عام حکم ہے۔ "لَا یُــؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ" کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے۔ کسی میں کہیں اذان جمعہ کا استثنا کیا اس پر جان سے تنگ آکر مرتا کیا نہ کرتا بنام 'صلاۃ مسعودی' ایک عبارت دل سے تراش لی اور دن دہاڑے دعویٰ کر دیا کہ دیکھو اس میں "مگر اذان بر منبر" لکھا ہے اس پر مطالبہ کیا۔ سات سو روپے کا اشتہار دیا۔ کہ دکھاؤ یہ عبارت 'صلاۃ مسعودی' میں کہاں ہے؟ آج تک جواب ملتا ہے؟ کہیں ہو تو دکھائیں۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ امام اتقانی نے غایۃ البیان شرح ہدایہ اور امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں جو خاص بابِ جمعہ میں تصریح فرمائی کہ اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے، اس کا جواب کچھ بن نہ آیا تو بکمال حیا فرما دیا کہ فتح القدیر کے سب نسخے مطبوعہ مصر و مطبوعہ ہند و قلمی سب کے سب غلط ہیں۔ عبارت یوں نہیں یوں ہے اور اپنی طرف سے ایک بے تکی گڑھ دی۔ اس پر مطالبہ ہوا کہ جانے دو، دنیا بھر کے نسخے غلط سہی۔ تم اپنی یہ صحیح عبارت کسی ایک ہی نسخے میں دکھا دو۔ اس پر جواب ملا کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کسی نسخہ میں یوں ہے۔

مسلمانو! کیا ایسی شنیع حرکات پر ہر بے علم بھی بشرطیکہ ایمان و انصاف رکھتا ہو نہ سمجھ لیا کہ مخالفین کیسے کھلے باطل پر ہیں۔ کہیں ضعیف سے ضعیف روایت بھی پاتے تو جھوٹی دل سے کیوں گڑھتے۔ عظیم معتمد کتب مذہب کی روشن عبارتوں میں کوئی رکیک سی رکیک تاویل کر سکتے تو یوں دنیا بھر کے نسخے غلط بتا کر آفتاب پر خاک اڑا کر چھپانا نہ چاہتے۔ غرض افترا، تحریف، مکابرہ، اختراع ان چار کا ذوار بعۃ الاضلاع دیوبندی

شکل منحرف کی ساری بضاعت ومتاع تھا ہی رامپوری شکل مستطیل بھی مبارک مثلث قرآن وحدیث وفقہ کی جھونک میں ٹیڑھی ہوکر چارو نا چار انھیں چار کج و نا ہموار اضلاع سے شبیہ بالمنحرف بن گئی۔ اس کا بھی چنداں تعجب نہ تھا۔ مگر بدایونی شکل کہ بفضلہٖ تعالیٰ سنیت، حنفیت، قادریت، برکاتیت کی مربع بنی تھی عجب عجب نہ ایک عجب، ہزار ہزار عجب کہ اُنھیں چار کا رنگ پکڑ کر کجی وانحراف کی طرف جھکے۔ جس کے سبب بڑے سے بڑا مہندس مربع ومنحرف میں تمیز نہ کر سکے۔ فَسُبْحَانَ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَ الْاَبْصَارِ ۔ خیر مشیتِ الٰہی جو اس نے چاہی۔

انکی تقصیر کیا؟ بدایوں تھا　　انکی تقدیر کا بدایوں تھا

فصل (۱)

بدایونی فتوے کی حالت

بدایوں سے پہلے ایک یک صفحی چھوٹی تحریر چھپی جس میں دعوے تو وہ زور شور کے کہ یہ اذان داخلِ مسجد ہونا فقہائے حنفیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ مقامِ تشکیک باقی نہ رکھا اور پھر یہ کہ سلفاً وخلفاً یہی مسلکِ علماء وفقہا ہے۔ تمام دنیا عرب وعجم میں قدیم سے یہی تعامل چلا آرہا ہے۔ اور دلیل کیا؟ یہ کہ اسے ''بَیْنَ یَدَی'' کہا ہے۔ بَیْنَ یَدَی میں کیا دھرا ہوا ہے؟ وہ تو صرف محاذات چاہتا ہے قُرب بھی اُسے لازم نہیں نہ کہ ایسا قُرب کہ اذان کو کنارۂ مسجد تک نہ جانے دے۔ بلکہ منبر کی گگر سے ملا دے۔ خود قرآنِ عظیم میں دونوں طرح بکثرت آیا ہے۔ اہلِ حق کے رسائل دیکھے ہوئے تھے اس کا انکار تو بن نہ پڑا۔ ناچار ماننے بنی۔ بہت اچھا جب آپ کو بھی مسلم کہ وہ قُرب وصرف محاذات دونوں معنے کے لئے آتا ہے خود قرآن مجید میں بھی دونوں طرح آیا ہے۔ آپ نے خاص معنے قُرب کیوں کر بنا لیے۔ اس کا جواب یہ کہ یہاں دوسرے معنی کی ''کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں''۔

(۱) کیا خوب! ایک معنیٰ خاص کے مدعی آپ، اور تصریح کا محتاج دوسرا۔
(۲) آیاتِ قرآنیہ کی سندوں کو یوں بیکار ٹھہرایا کہ یہاں عرفِ عرب کا اعتبار ہے۔
(۳) یعنی قرآن عرفِ عرب پر نہیں اُترا۔ وہ بلا ثبوت نقل شرعی اپنی اصطلاح جدا لیتا ہے جسے عرب نہ سمجھیں کہ ان کا عرف غیر ہے۔ بہت اچھا وہ عرف کیا ہے اس پر بولے قرب اور سند دی عبارتِ راغب کی۔

(۴و۵و۶) جس میں اپنا بھرم رکھنے کو تین قطع برید یں فرمالیں۔ پھر عبارتِ 'کشاف' و'مدارک' پیش کی۔ (۷) جس میں خصوص جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ پر کلام

اور کتب اہل حق میں دیکھ چکے کہ اس کا قُرب بحسب مقام اتصال حقیقی سے ہزاروں منزل تک پھیلا ہوا ہے۔ تو جب تک اَذَّنْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ کا خاص مقتضےٰ ایسا قرب قریب نہ ثابت کرلیں استدلال محض بے سود و مردود۔ (۸) مزہ یہ کہ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ جس سے سند لا رہے ہیں وہ کیا دروازہ تک پھیلا ہوا نہیں؟ دربان بحکم سلطان دروازہ پر روبروئے سلطان بیٹھے بیشک کہہ سکے گا کہ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ

(۹) اور سب سے بڑھ کر قیامت حدیث صحیح ابوداؤد شریف ڈالے ہوئے ہے کہ خود صحابی عربی اہلِ زبان دروازے پر اذان کو بَیْنَ یَدَی فرمارہے ہیں۔ وہ کونسا تجویز کیا جو اُن کی زبان کا عرف اُن سے زیادہ جانے۔ اس کا جواب یہ کہ "حدیث صریح نہیں" جی کیوں نہیں؟ یہ یہاں فی بطن القائل۔ ہاں 'آگرہ والی' اس کی تصریح پر مائل۔ جسے بعونہ تعالیٰ وہیں ذکر کیا جائے گا۔ اچھا سب جانے دیجئے سرے سے چلئے قرب ہی تو مدلول ہوا۔ وہ خود وسعتِ وسیع رکھتا ہے۔ جہاں تک نظر پہنچے سب قریب ہے۔ کہ قرب شرط عادی ابصار ہے اس کا بیان بھی رسائل اہل حق میں دیکھ چکے تھے۔ ناچار یوں پیوند لگانا پڑا کہ "اب قرب سے یہاں وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علمائے اہلِ سنت ہے۔" یعنی یہی مسجد کے اندر متصل منبر۔ جی کب سے معمول ہے اس کا؟ جواب یہ کہ ہمیشہ سے۔ بھلا اس کا کیا ثبوت؟ ثبوت یہ کہ 'عالمگیری' میں جو بَیْنَ یَدَی کو کہہ دیا بِذَالِکَ جَرَی التَّوَارُثُ۔

(۱۰) چلئے وہی بَیْنَ یَدَی بیچارہ عام مطلق مبہم جس کی مرہم پٹی قرب سے کی پھر قرب کی پیوندکاری معمول سے اب اس معمول کا دھڑ ابھرا اسی بَیْنَ یَدَی کے سر بندھ گیا۔ گھوم گھام کے جہاں سے چلے تھے وہیں آرہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر قرب کی نیو اور جمانے کو عِنْدَ سے استدلال پکڑا۔ رسائل اہلِ حق میں عِنْدَ کی تحقیق بھی دیکھ چکے تھے کہ وہ عرف فقہائے کرام میں ہر پیش نظر کو شامل ہے

اسکی پچی کاری کے لئے (۱۱) 'جامع الرموز' کی ایک عبارت گڑھ لی (۱۲) اور اُس پر ''وغیرہ'' کی اور گٹھری دھر لی کہ ان کتابوں میں '' عِنْدَ الْمِنبَرِ '' کہہ کر ''اَیْ قَرِیْبًا مِنْـهُ '' سے اس کی تفسیر کر دی ہے۔ اول تو صریح بناوٹ، نری من گڑھت۔ نہ 'جامع الرموز' میں اس کا پتا نہ وغیرہ میں۔ (۱۳) اور ہو بھی تو وہ عِنْدَ سے استدلال پر اور اُلٹی چھری ہوگا۔ عِنْدَ کوئی غیر مانوس لغت نہ تھا جس کی تفسیر کی حاجت ہوتی وہ بھی خود اپنے کلام میں تو اس کی تفسیر ''اَیْ قَرِیْبًا'' سے کرنا عاقل کو بتاتا کہ عِنْدَ قریب و بعید دونوں کا محتمل تھا جب تو ''اَیْ قَرِیْبًا'' سے اسکی تفسیر کی حاجت ہوئی۔

(۱۴) پھر قرب میں وہی کانٹا کھٹکتا رہا کہ اس کی وسعت وسیع ہے۔ غرض جتنی عبارات نام کو نقل کی تھیں سب نرا دکھاوا تھیں۔ آخر مجبور ہو کر سب سے ٹوٹ کر ساری سند کی پگڑی عرف[1] خانگی کے سر بندھی کہ دروازہ پر اذان ہو تو لوگ خطیب جی کے پاس نہ کہیں گے۔ جی مسجد خرمایا مولوی محلّہ یا بدایوں یا مثلاً ہند کے لوگ یا حال کے عربی بھی سہی۔ یہ نہ کہیں گے یا فقہا و شرع بھی۔ (۱۵) کچھ خبر بھی ہے کہ فقہائے کرام کا عرفِ قرب میں کیا گیا ہے۔ (۱۶) کچھ نظر بھی ہے کہ شرعِ مطہر نے قرب کہاں کہاں تک مانا ہے۔ شرعی فقہی مسئلہ میں شرع و فقہ کا محاورہ معتبر ہوگا یا زید و عمرو کا۔

(۱۷) اچھا بے چارے عرف والے بھی تو صلاحیتِ مقام دیکھتے ہیں وزیر و دربان کے قُرب و بَیْنَ یَدَی کو ایک سمجھنے والا مجنون ہے اور جب بحکم تصریحات کتب معتمدۂ مذہب مسجد میں اذان منع ہے تو یہ بَیْنَ یَدَی و عِنْدَ اسی قدر قُرب پر دلالت کریں گے جو مؤذن کا حق ہے یعنی لبِ صحنِ مسجد تک عرفاً بھی حق ہی کی جیت رہی۔ ان سب سے آنکھیں بند اور ایسی بے تکی کا 'روشن برہان' نام رکھنا پسند۔ یہ تو روشن کیا

---

[1] یہاں سرے سے عرف خانگی کا محض باطل و بیکار ہونا مستقل فصل میں بیان ہوگا۔ بعونہٖ تعالیٰ و لہ الحمد۔۱۲۔منہ

اندھیری بھی نہیں۔ پوری برہان کیا آدھی بھی نہیں۔وَ لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیمِ۔

ہاں پچھلا بھاری کاری زخم نامندمل جو رہا کہ فقہائے کرام صدہا سال سے 'عالمگیری' کے وقت تک تو برابر تصریحات فرماتے آرہے ہیں کہ۔لَایُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ" کوئی اذان مسجد میں نہ ہو۔اس کا ایک مزے دار جھنجھلائی ادامیں جواب یہ دیا کہ فقہا نے عام حکم دیا ہے۔خاص اس اذان کا تو نام نہ لیا۔

(۱۸) یعنی قرآنِ عظیم میں ہزاروں احکام بصیغۂ عام ہیں۔ ہوا کریں۔مولانا کا خاص نام کرلے تو کوئی حکم نہیں۔دوسرا علاج یہ گڑھا کہ یہ حکم اس اذان جمعہ کوسرے سے شامل ہی نہیں۔جی کیوں شامل نہیں؟ آپکی زبان سے یا ائمہ کی کہیں تصریح بھی۔ اس کے جواب میں غفار خانی 'صلاۃ مسعودی' تو پیش نہ فرما سکے مگر سرائے والی بیہودہ سرائی کی تقلید فرمائی کہ اذان تو اقامت کو بھی کہتے ہیں۔پھر کہیں اُسے احکامِ اذان شامل ہوئے جاتے ہیں۔ایسے ہی اس اذان کو بھی اذان کہہ بھاگتے ہیں۔اس سے احکامِ اذان اسے کیوں شامل ہونے لگے۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(۱۹) قرآنِ مجید اسے اذان فرمائے۔(۲۰) حدیث حمید اسے اذان فرمائے۔

(۲۱) اجماعِ امت اسے اذان بتائے اور یہاں سب سے عدول اور سرائی تقلید قبول۔

جی ہاں ایک اور دلیل خروج بھی ہے۔وہی عِنْدَ اور بین یدیہ کہ وہ قرب بتا رہے ہیں تو داخلِ مسجد ہونا ضرور۔

(۲۲) یہ اول تو کھلا دَور مضمر ہے اس اذان کا حکم لا یؤذن سے خارج جاننا بحکم بنا

اس پر موقوف کہ بَیْنَ یَدَی و عِنْدَ کو دخول پر دال مانیں اور انکو دخول پر دال ماننا اس پر موقوف کہ داخلِ مسجد کو صالحِ اذان جمعہ جانیں اور داخلِ مسجد کو صالحِ اذانِ جمعہ جاننا اس پر موقوف کہ اس اذان کو حکم لَا یُؤَذَّنُ سے خارج جانیں۔ اُلٹ پلٹ کر شی خود اپنے نفس پر موقوف ہوگئی۔

(۲۳) ثانیاً۔ وہی پرانا دَور پھر دورہ کرتا ہے۔ یہ اذان لَا یُؤَذَّنُ سے کیوں خارج[1] اس لئے کہ اسے بَیْنَ یَدَی کہا ہے۔ بہت اچھا بَیْنَ یَدَی میں قرب بھی ہو تو کتنا وسیع ہے۔ اس[2] سے خاص دخول کیونکر لے لیا۔ اس کا وہی جواب کہ ہاں وسیع ہے مگر مراد دخول ہے کہ وہی قدیم سے معمول ہے۔ جی قدیم سے ہونے کا کیا ثبوت؟ وہی 'عالمگیری' کا بَیْنَ یَدَی جو باقرارِ خود مبہم و مطلق ہے۔ اور کیا دَور کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

برادرم اگر اور کوئی ایسی دلیلِ ذلیل لاتا تو میں ضرور یہ کہتا کہ ان حضرات کے لیکھے بَیْنَ یَدَی یا تو کوئی بھول بھلیاں ہے جس سے گزر کر دوسری طرف نکلنا چاہتے ہیں۔ اور دن بھر چلے چلے شام کو آنکھ کھلے تو اسی بَیْنَ یَدَی پر۔ یا کسی پھسلنے پہاڑ کی تلی کا پتھر ہے کہ اسے چھوڑ کر اور پتھروں پر چڑھنا چاہتے ہیں اور لُڑھکے تو دھڑام بَیْنَ یَدَیْهِ پر۔ وہی افیمی کا سا سفر کہ دن بھر چلے پھر گھر کا گھر۔ مگر برادرم آپ کے لئے یوں عرض کروں گا کہ نہ بھول بھلیاں ہے نہ پھسلنا پہاڑ بلکہ جنابِ مولانا آسمان ہیں۔ آسمان کی چال ہی یہ ہے کہ جہاں سے چلے تھے دن بھر گھوم کر پھر وہیں آرہے۔

---

[1] وہاں ادعائے توارث کیا تھا۔ یہاں لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِد سے اس اذان کو باہر پھینکتے ہیں۔

[2] ظاہر ہے کہ بین یدیہ و عِندَ کی تحدید جوانکے مفید ہو آج تک کوئی صاحب نہ کر سکے۔ نہ قیامت تک ہو۔ تو اُن سے استناد صریح مکابرہ ہے۔ ہم نے 'تعبیر خواب' سوال ۳۲ میں اسی پر اکتفا کیا۔ یہاں انکے دَور سے خبر لی۔ یہ دونوں متعاقب ہیں۔ دور نہ مانیں مکابرہ ہے۔ مکابرہ سے بھاگیں دَور ہے۔ ۱۲۔ منہ

نتواں گفت چیست مطلبِ او　　مطلب اوست عین مہربِ او

یہ ہے تمام فتوائے بدایوں[1] کا حاصلِ بے حاصل مع ردِ تام وکامل۔ و للہ الحمد۔
جناب مولانا خدا آپ کو نیکی دے۔ حضرت تاج الفحول کا واسطہ۔ للہ! ایک ذرا دیر ضد وسخن پروری کی نہ سہی۔ اللہ جل وعلا کو شہید وبصیر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر اللہ واحد قہار کے لئے گواہی دیجئے کہ ایسی پوچ و پادر ہوا تقریر، قطع برید واختراع کی تصویر، بار بار دَور مضمر کی تکریر، اور وہ بھی خاص مسئلہ دینیہ میں، کس شریعت میں حلال ہے۔ حلال ہے یا روزِ قیامت وبال ہے۔ مانا کہ بیچارے ناواقف عوام سمجھ لیں کہ فتوے کے جواب میں فتویٰ ہوگیا۔ مگر جانِ برادر اُس دن کا بھی خیال ہے کہ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍ جس کا بیانِ اہوال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیقِ قبولِ حق دے۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔ آمِیْنَ۔

☆☆☆☆☆

---

[1] ایک سب سے مہمل تاریخ کا باطل شگوفہ ہے۔ جس کا رد فصل ۳ بحث توارث میں آتا ہے۔

فصل ۲

دوسری تحریر منسوب بہ آگرہ کی حالت

یہاں فتوائے مذکورہ سے بجائے تعرض واعتراض اعراض کیا گیا کہ ہر عاقل ذی علم کے نزدیک وہ اول تا آخر ہر جگہ دورِ مہمل کی تصویر تھا۔ دعوی پُر جوش اور دلیل کی جگہ نرا صفر۔ دکھاوے کو چند عبارات لکھیں جنھیں مدعا سے مس نہیں۔ پھر اُن میں بھی قطع و برید واختراعِ شدید۔ لطف یہ کہ اسکے بعد بھی تقریب موہوم، نتیجہ معدوم۔ اپنے برادرانِ دینی کی ایسی حالتوں کا طشت از بام کرنا کیا ضرور ہوتا۔ لہٰذا سکوت مناسب سمجھا۔ یعنی ؎

خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید　　حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے

مگر افسوس کہ وہاں سکوت سے اور جرأت بڑھی۔ ایک دوسری تحریر آگرہ جا کر پتھر پر چڑھی۔ اس میں بھی دلیلِ مدعا تو (۲۴ تا ۲۶) وہی خالی اِدّعا، وہی قطع بریدیں (۲۷) وہی اختراع (۲۸) وہی 'کشاف' وغیرہ سے عبث (۲۹) بلکہ مضر استناد (۳۰) وہی بربنائے عِندَ وغیرہ لا یـؤذن سے قول بالخروج کا دَور مضمر۔ (۳۱) وہی قرب قرب کی پکار اور اُسکی وسعت کے آگے آنکھ بیکار۔ (۳۲) نہ اطلاقاتِ فقہا سے ثبوت کی حاجت۔ (۳۳) نہ نظر شرع سے اثبات کی ضرورت۔ (۳۴) صرف عرفِ خانگی درکار۔ اس پر بھی صلاحیتِ مقام کا لحاظ ناگوار۔ (۳۵) قرآنِ عظیم عرفِ عرب سے مقطوع۔ (۳۶) صحابی اہلِ زبان کا محاورہ نامسموع۔

غرض وہی 'بدایونیہ' کا چربہ اسی کی گت، اسی کی مت، اسی کی لت۔ مگر بغرضِ ترویج متاعِ چند تازہ نزاکتوں کا ابتداع، قلتِ تدبر نے جب یہ بے معنی مضامین سُجھائے۔ کیسے خوش ہوئے ہونگے کہ اب کیا ہے۔ میدان جیت لیا۔ بھلا ان کا جواب کیا ہو سکے

گا۔اور ہے بھی ٹھیک۔جواب تو اُس بات کا ہو جو قانونِ عقل یا نقل پر ہو۔جو دونوں سے معرّا،وہ جواب سے مبرّا۔کاغذ کا لکھا کہ اس پر سیاہی چڑھی اور چھپنے کو حکم ہوا۔متوسط صاحب سے طبع میں تاخیر ہوئی جس کی معذرت اور آگرہ میں طبع کی تہنیت دہلی سے لکھی۔بہرحال وہ چھپی کہ چھپی ہی بھلی تھی۔اسکی نئی باتوں میں جو فتوائے سابقہ پر اضافہ ہوئی ہیں ایک بڑی دھوم دھامی سوال حلف کی حامی نری نکمی ناکامی کہ "اگر نہ یہ حلف کرے وَاللّٰهِ اَجْلِسُ فِیْ هٰذِهِ الْجُمُعَةِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ اور دروازہ کے باہر سڑک پر جگہ پائے تو حانث ہوگا یا نہیں۔"

اوراس پر یہ خوشیاں منائیں کہ اس مسئلہ کا جواب ہی فیصلۂ مسئلۂ اذان کے لئے کافی ہوگا اور قسمت سے فقاہت اتنی کہ سوال سرے سے اوندھا گڑھا۔کاش ہم سے برادرانہ مشورہ مانگتے تو ہم سوال کی کل ٹھیک کر دیتے۔مگر خود رائی۔خیر ہم نے "تعبیرِ خواب" میں اس کے تین جواب پیش کر دیے ہیں اور چوتھے کا اشارہ کیا۔(۳۷)ایک یہ کہ حلف میں خاص حالف کا عرف معتبر اور یہاں نظرِ شرع پر نظر۔(۳۸)دوسرا یہ کہ حالف صالح دخول مسجد ہے نہ موذن۔(۳۹) تیسرا اُن کے نصیبوں کا سب میں سیدھا یہ کہ ہاں عامہ ائمہ وعلما کے حکم سے ہرگز حانث نہ ہوگا۔محیط و بحرالرائق وخیر رملی و درمختار کی تصریحات دیکھئے اور آنکھیں بند کر کے چپ رہیے۔

(۴۰)لطف یہ کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ زمین مسجد سے باہر حدود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو۔سائل صاحب نے دروازہ کے باہر سڑک پر صورت فرض کی یعنی اگر اس کے جواب میں حنث بھی ہو تو نزاع سے بے علاقہ رہے۔وہ تو ٹھہر چکی کہ جو کچھ فرمائی جائے دروازۂ عقل سے بھی باہر ٹھنڈی سڑک پر ہو۔ایک اور بڑی چمکتی دنیا بھر سے نرالی یہ کہی کہ دروازہ داخلِ صحن ہوتا ہے۔(۴۱)ہر سمجھ والا بچہ بھی جانے گا کہ دروازہ

اگر جز ہوگا تو عمارت کا نہ کہ صحن کا۔

افسوس اس انوکھی انجینئری پر۔ عمارتِ شرع کی شکست وریخت۔ (۴۲) پھر کمال خوش فہمی کے ثبوت کو مسجد اور گھر کی حویلی میں فرق نہ کر کے ایک محض بے محل عبارت در مختار گھسیٹ دی۔ (۴۳) طرفہ یہ کہ اُس میں بھی قطع برید۔ (۴۴) لطف یہ کہ اس کے متصل ہی در مختار میں اُس کی مخالفت موجود۔ وہ چھپالی۔ ایک سب میں بڑی روشن برہان پیش کی جس سے امام ابن اسحاق مطرود ہو جائیں اور ہزاروں احادیثِ صحیحہ مردود۔ یعنی امام عینی کی حسب عادت ایک الزامی عبارت رامپوریوں سے سیکھ کر دکھائی (۴۵) اور وہی امام عینی اُسی کتاب میں جو امام ابن اسحاق کو امام ثقہ ثبت (۴۶) اور عنعنہ مُدلس کو حجت لکھ رہے ہیں اُس سب سے آنکھ بند فرمائی۔ (۴۷) لطف یہ کہ وہیں امام عینی کی تصریح ہے کہ عنعنۂ مدلس میں صرف شبہۂ ارسال ہے اور یقیناً حقیقت ارسال ائمۂ حنفیہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک مقبول۔ مگر برادرم کو تقلید امام اعظم و مذہب حنفی سے عدول۔ (۴۸) ایک چھوٹی سے "تحریف" یہ کی کہ عبارت طبقات المدلسین میں "وَصَفَهٗ بِذٰلِكَ اَحْمَدُ وَ الدَّارُقُطْنِی " کی جگہ "ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَ الدَّارُ قُطْنِیْ" بنالیا۔ یعنی "وَصَفَهٗ" کا "ضَعَّفَهٗ" بنایا۔ (۴۹) اور اب "بِذٰلِكَ" ٹھیک نہ آتا تھا لہٰذا اُسے اُڑا دیا۔ (۵۰) ایک بھاری افترا ہم پر یہ کیا کہ "جزم نسبت بلاثبوت قطعی کے متعلق حکم صادر کیا ہے۔" یعنی جو بغیر قطعی یقینی ثبوت کے کسی بات کو کہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں فرمایا وہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرتا ہے۔ یہ "قطعی" اپنی طرف سے بڑھالیا۔ حالانکہ ہم نے نہ ہم نے بلکہ ائمۂ دین نے جزم نسبت بلا ثبوت پر حکم صادر فرمایا ہے۔ اذان من اللہ سوال ۳ میں کلام ہم اہلِ حق کا دیکھو کہ "افترا یہ کہ جس بات کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ ہو اُسے حضور کی طرف بالجزم نسبت

کردینا۔" آدمی کو عالم کہلانے کی بھی کچھ شرم چاہئے۔ دوسرا افترا یہ کہ ہم نے بجزم ویقین نسبتِ قطعی کی کہ زمانہ رسالت وخلافت میں یقیناً خارج مسجد تھی۔ (۵۱) حالانکہ نہ یہ الفاظ ہمارے کلام میں نہ قطع کی حاجت فرعی احکام میں۔ (۵۲) تیسری جہالت حکم مرسل وبذیل بقطع میں فرق نہ کرنا عدم شک کو یقین جاننا۔ اتنا بھی کسی طالب علم سے نہ سنا کہ علما قال کو صیغۂ جزم اور روی کو صیغۂ تمریض بتاتے ہیں۔ حالانکہ آحاد ظنی ہیں۔ (۵۳) چوتھی جہالت یقین عرفی وقطع کلامی میں فرق نہ کرنا ایک حنفی بیشک کہہ سکتا ہے کہ مقتدی کو قرأت قطعاً منع ہے۔ منیہ میں ہے۔ "لَوْقَرَأْنَا كُنَّا مُنْذَرِيْنَ بِنَصَبِ الذَّالِ تُفْسِدُ قَطْعاً۔" حلیہ میں فرمایا۔ "اَيْ عِنْدَ الْقَائِلِيْنَ بِهٖ وَهُمُ الْجُمْهُوْرُ وَ اَمَّا عِنْدَ غَيْرِهِمْ فَلَا تُفْسِدُ قَطْعاً وَ لَا ظَنًّا۔"

یوں افتراؤں جہالتوں کی چومک بنا کر صغریٰ و کبریٰ دونوں میں اپنے دل سے قیدیں بڑھا کر (۵۴) اس افترائے شدید ملعون کا افترا ہم پر جڑ دیا۔ خدا حیا دے۔ (۵۵) ایک اور افترا ہم پر یہ کیا کہ "سکوت ابوداود کا احناف کے نزدیک بالاتفاق معتبر کہا۔" حالانکہ ہمارے کلام میں نہ احناف کی قید ہے نہ بالاتفاق کا لفظ۔ صرف اپنے لئے گنجائشِ سخن نکالنے کو یہ گڑھت کی۔ (۵۶) ایک دادِ "غیر مقلدی" یہ دی کہ قبول مرسل کہ تمام ائمہ حنفیہ بلکہ جمہور ائمہ بلکہ حسبِ تصریح امام ابن جریر وغیرہ دوسو برس تک صحابہ و تابعین وتبع تابعین کا اجماعی مسئلہ ہے۔ ایک شافعی المذہب عالم ابن حجر کے کہنے سے رد کر دیا اور کہا۔ "اسکا حکم وہی ہے جو علامہ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے۔" یعنی نہ وہ جو امام ابوحنیفہ وصحابہ وتابعین نے فرمایا ہے۔ (۵۷) پھر کتبِ اصولِ حنفیہ کے دربارۂ تدلیس مطلق احکام کیا چیز ہیں۔ کیونکہ ابن حجر تو نہیں مانتے جو امام ابوحنیفہ سے بھی بڑھ کر واجب التقلید ہیں۔

مسلمانو! جانِ حنفیت پر یہ ظلم ہوتا ہے۔ اجماع جمیع ائمہ حنفیہ ایک متاخر عالم شافعی المذہب کے قول سے رد کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انکے قول سے حدیث سنیت اذان علی باب المسجد میں چوں وچرا کا موقع ملتا ہے۔ امام اعظم کا ارشاد پسِ پشت پھینکا جاتا ہے۔ اس جرم پر کہ اُن کے ارشاد سے وہ حدیث صحیح ہوئی جاتی ہے جو اذانِ جمعہ کو بیرونِ مسجد سنت بتاتی ہے۔ غرض اپنی ہٹ قائم رکھنے کو تقلید امامِ اعظم پاؤں کے نیچے ملی جاتی ہے اور پھر نامِ حنفیت باقی ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ (۵۸) پھر سچائی یہ کہ تمام مطالب 'وقایہ' وغیرہا کتبِ اہلِ حق میں عبارات ائمہ سے روشن کر دیے تھے۔ اس پر فرمایا جاتا ہے کہ 'وقایہ' وغیرہ میں ایک عبارت بھی نہ لکھی۔ آخر عوام کے سامنے ردِّ حنفیت سے کوئی بچاؤ بھی کریں۔ (۵۹) ایک کمال ہٹ دھرمی یہ کہ دربارۂ مسئلہ ٔسرقہ 'ردالمحتار' میں جو براہِ سہو برخلاف تصریحات ائمہ ٔمحققین عِنْدَ بمعنی حضور سے انکار واقع ہوا نصوص فتح القدیر و بحر الرائق سے آنکھیں بند کر کے اس سہو کی تقلیدِ جامد پر تمام عباراتِ ائمہ حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھال دیں اور اس پر یہ خوشی منائی کہ "صاحبِ 'وقایہ' کے تمام جدوجہد پر پانی پھر گیا۔" اور یہاں تک اونچے اڑے کہ "چوری اور سرزوری"

(۶۰) حالانکہ تصریحات اکابر ائمہ خود چرائیں اور منہ زوری، سرزوری، زبان زوری، سینہ زوری سب دکھائیں۔ ع

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر

(۶۱) لطف یہ کہ ایک متاخر عالم کے سہو کو "شراح درمختار" کے سر باندھا۔ یعنی سب یا اکثر یا کم از کم متعدد شراحِ درمختار نے ایسا لکھا۔ حالانکہ محض کذب۔ اشد ظلم یہ کہ ادعائے تجدید کا منھ آئیں ایک امام اہلِ سنت پر اور خود یہ حالت کہ علومِ حدیث وفقہ و مناظرہ میں وہ جدید بے اصل اصول گڑھیں کہ خدا کی پناہ۔ عاقل ذی علم کو انھیں سن کر

اعوذ ہی پڑھتے بنے۔

مدرسہ خرما کے گیارہ اصولِ موضوعہ

(۶۲) ازاں جملہ ایک اصل یہ گڑھی کہ امام ابن اسحاق بلکہ امام اجل امام الاولیاء و الفقہاء والمحد ثین امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مدلس کی تحدیث بھی فضول یعنی وہ صراحۃً "حدثنا" کہیں جب بھی حدیث مردود و نامقبول۔ (۶۳) چلئے صحیح بخاری بھی دریا برد کردی۔ اپنے ائمۂ مذہب امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے استاذ و استاذ الاستاذ امام ابن اسحاق کا بخار امام بخاری سے نکالا کہ انھوں نے ان اذانیوں کے برخلاف کتاب جزء القرأۃ میں توثیق امام ابن اسحاق پر نہایت روشن دلائل بیان فرمائے اور طعنِ طاعناں کے جواب ارشاد کیے ہیں۔ بدایونی مجددانِ اصول نے ان سے کہا کہ بخاری رہ تو جاؤ تم ہمارے دشمن امام ابن اسحاق کو ثقہ بتاتے ہو۔ ہم تمہاری صحیح بخاری کو ردّی کردیں تو سہی۔ یعنی امام بخاری کو شاہد بلخی والا جواب دیا کہ ع

تو ہم در میان ما تلخی

(۶۴) ایک یہ گڑھی کہ جزم نسبت بلاثبوت قطعی افترا ہے تو حدیث آحاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجۂ صحت پر ہو۔ اس میں "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کہنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنا ہوا کہ جزم نسبت ہے اور ثبوت قطعی نہیں۔ یہ تمام جہاں کے ائمۂ دین کو معاذ اللہ مفتری علی الرسول بنا دینا ہے۔

(۶۵) ایک یہ گڑھی کہ مسئلہ میں جب تک تمام حنفیہ کا اتفاق نہ ہو حجت نہیں۔ یہاں تک کہ مسئلہ قبولِ مرسل کہ تمام ائمۂ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماعی ہے۔ انکے زعم میں ایک متاخر عالم امام عینی کے ایک جگہ خلاف لکھ دینے سے معتمد نہ رہا تو جہاں جہاں خود مشائخ میں اختلاف یا امام و صاحبین کا خلاف ہے وہ بدرجۂ اولیٰ نامستند ہو گیا۔

غرض دو تہائی مذہب حنفی رد کر دیا۔ (٦٦) ایک یہ گڑھی کہ اجماع ائمہ مجتہدین ایک مقلد متاخر کے خلاف کر دینے سے رد ہو جاتا ہے۔ اب اُسے متفق علیہ کہنا "لغو بیہودہ بات ہے۔" یہ اسی مسئلہ قبول مرسل میں خلاف عینی کے زعم پر کہی۔ (٦٧) پھر مسئلۂ سکوت ابوداود حجت ہونے میں ایک عینی کی الزامی جرح سے تصریحات اکابر ائمہ فقہاء و محدثین رد کر دینا کیا اچنبھا ہے۔ (٦٨) ایک یہ گڑھی کہ اکابر علما جس مسئلہ کو نقل فرما کر مقرر رکھتے آئیں جب تک تصریح نہ فرمائیں کہ ہمارا بھی یہی قول ہے اُن کا مسلم نہ ٹھہرے گا۔ کیونکہ وہ تو ایک حکایت تھی کہ انھوں نے کہانی کی طرح سنا دی۔ مسئلہ سکوت ابوداود حجت ہونے پر یہی ضدی حجت کی ہے کہ "اکثر محدثین نے اس کو بطور نقل روایت کیا ہے اس سے اُن سب کا مسلم ہونا لازم نہیں۔"

(٦٩) ایک یہ گڑھی کہ نصوص شرعیہ کو حقیقت بنتے ہوئے بلا قرینہ مجاز کی طرف ڈھالنا جائز ہے۔ لہٰذا حدیث "علی باب المسجد" کو مان کر بھی "اسکا ثبوت درکار ہے کہ اذان خاص زمین دروازہ پر ہوتی علی بمعنی عِندَ بھی مستعمل ہے۔" (٧٠) ایک یہ گڑھی کہ بعض محاورات میں اگر ایک لفظ کے معنی مجازی مراد ہوتے ہوں تو کسی جگہ اس کے معنی حقیقی مراد لینا "ان محاورات سے چشم پوشی اور حق کا خون کرنا ہے۔" اگرچہ وہاں نہ مجاز پر قرینہ ہو نہ ارادۂ حقیقت میں اصلاً تکلف گویا مجاز میں لفظ کا کبھی کہیں استعمال ہمیشہ ہر جگہ ارادۂ حقیقت کا ابطال۔ اب دیکھو "وَقُوفًا بِهَا صَحْبِیْ عَلٰی مَطِیِّهِمْ" کے یہ معنی نہیں کہ وہ میرے کندھوں پر ٹھہرتی ہے بلکہ میرے قریب۔" یونہیں "یُؤَذَّنُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ" کے یہ معنی کیوں ہوں کہ دروازۂ مسجد پر اذان بلکہ دروازہ کے قریب یعنی جس طرح وہاں نہیں کہہ سکتے کہ اونٹنیاں اس کے کندھوں پر سوار تھیں کہ ایسا ہوتا تو مر جاتا۔ یونہیں یہاں نہ کہیں گے کہ مؤذن وقتِ اذان حقیقۃً دروازۂ مسجد کریم پر ہوتا تھا کہ ایسا ہوتا تو

دروازہ دھنس جاتا۔

(۷۱تا۷۵) پھر لطف یہ کہ ایک ہی مصرعہ کے ترجمہ میں اکھٹی پانچ غلطیاں[1]۔ یہ تو حالت اور معارک علمیہ میں مداخلت۔ (۷٦) اسی باطل کے گھمنڈ میں یہ مہمل سوال گڑھا اور اُسے بڑا چمکتا سمجھ کر "سوال ضروری قابلِ استفسار" کہا کہ "حدیث میں لفظ علی الباب سے جیسے صراحۃً خروج نکلتا ہے۔ یوہیں مبسوط کی عبارت علی المنبر سے دخول پھر وہ کیوں مقبول اور یہ کیوں مردود۔" یعنی جس طرح قطعاً معلوم ہے کہ منبر اطہر سید انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں جلوہ افروزی حضور پُر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وقت ہرگز بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دینے کو حضور کے ساتھ منبر پر سوار نہ ہوتے۔ نہ وہاں اس وہم کی گنجائش ہے۔ لہٰذا علیٰ حقیقتِ استعلا پر محمول نہیں۔ یوہیں مسجد خرما میں کوئی حدیث آگئی ہے (انکے قول صفحہ ۴ کے طور پر کیا کہوں کہ) "کوئی مردانی حکایت یہ منہاری روایت یا جفری یا رملی یا وہبی و کشفی درایت سے یہ ثابت ہولیا ہے" کہ وقت جلوہ افروزی منبر اطہر دروازۂ اقدس تیغا کرادیا جاتا تھا کہ اُس پر مؤذن کے کھڑے ہونے کی گنجائش نہ تھی۔ لہٰذا یہاں بھی "علیٰ" حقیقت پر محمول نہیں۔

(۷۷) ایک یہ گڑھی کہ کسی کلیہ سے ایک جزئیہ پر استدلال اُس کلیہ کو اس جزئیہ میں منحصر کردیتا ہے۔ اس کے خصوصیات سب اس میں داخل ہوکر اسکی کلیت ملیا میٹ کردیتے ہیں علمائے کرام نے مسئلہ اذانِ مغرب میں جو کلیہ "لَا يُؤَذَّنُ فِي الْمَسْجِدِ" سے استدلال فرمایا اور اس سے اوپر اذان مغرب کے لئے مئذنہ کا ذکر تھا۔ وہ مئذنہ اس کلیہ میں گھس گیا اور یہ حکم صرف مئذنہ والی اذان سے خاص ہو

---

[1] جناب اپنے وقوفوں سے (۱) وقوفاً کو وقوفِ لازم سمجھے یعنی کھڑا ہونا۔ (۲) اور فاعل مطی (۳) اور وہ مفرد (۴) اور یہ کہ مکرر ایسا ہوتا اور یہ کہ حقیقت متعذر ہے۔ معنی فرماتے ہیں۔ وہ ٹھہرتی ہے میرے قریب۔ حالانکہ پانچوں غلط۔ وقوفاً وقف متعدی سے ہے یعنی روکنا، ٹھہرانا۔ قال تعالیٰ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝ اور فاعل ضحی، مطی مفعول اور وہ جمع، اور ایک وقت خاص کا بیان حال ہے اور حقیقت علیٰ لزوم ہے اور وہ بے تکلف مستقیم۔ ۱۲ منہ

گیا۔ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(۷۸) لطف یہ کہ علمائے کرام کا اللہ بھلا کرے انھوں نے یہاں "وَقَالُوْ" بڑھا کر سیاقِ سخن بدل بھی دیا تھا کہ مستقل ثبوت جزئیہ اس کلیہ سے ہو۔ کوئی احمق اُسے تتمہ کلامِ سابق نہ سمجھے۔ مگر افسوس کہ ان اکابر کا مشعل رکھنا بھی بیکار گیا۔

(۷۹) مزہ یہ کہ صدہا سال سے اس اذانِ خطبہ کے لئے بھی دگہ ومئذنہ کا احداث ہوگیا۔ "کَمَا فِیْ مَدْخَلِ الْاِمَامِ ابْنِ الْحَاجِّ الْمَکِّیْ قُدِّسَ سِرُّہُ الْمَلِکِیِّ" تو ڈھول سے کھال بھی گئی۔ (۸۰) پھر جانے دو۔ اس نص کتب معتبرہ مذہب کا کیا علاج ہوا جو امام اتقانی وامام ابن الہمام نے خاص باب الجمعہ بحث اذان وخطبہ میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں مکروہ ہے۔ ان عبارات کا جواب نہ ہوا ہے نہ ہو۔ مگر وہی غفار خانی چال کہ جہاں بھر کے نسخے غلط ہیں۔ صحیح وہ ہے جو انکی خیالی الماری میں ہے۔

(۸۱) ایک یہ گڑھی کہ ایک لفظ اگر دو معنی میں مستعمل ہوتا ہو مستدل رجماً بالغیب ان میں سے ایک معنی کی تعیین کر لے۔ مانع اس پر رد کرے کہ یہ لفظ اسی معنی میں متعین نہیں دوسرے معنی بھی رکھتا ہے اور اس کا ثبوت دیدے تو اُس سے یہ کہا جائے گا کہ کیا ہر جگہ وہی دوسرے معنی لینے کو تیار ہو۔ گویا یہ جزافی مستدل جو بلا دلیل ایک معنی لے بیٹھا یہ محتاجِ تعیین نہ تھا۔ بلکہ اُلٹا دھڑا مانع کے سر باندھا جاتا ہے کہ وہ اُسی دوسرے معنی کے لئے لفظ کا تعیین ثابت کرے۔ تمام عندیہ یہاں اپنے عندیہ میں عِـــنْـــدَ کو اس قربِ مخصوص پر لے رہے ہیں جو اذان کو داخلِ مسجد کر دے۔ اس پر اہلِ حق نے فقہائے کرام کی تصریح دکھائی کہ عِنْدَ بمعنی "بِـحَیْثُ یَرَاہُ" آیا ہے۔ یعنی جو پیش نظر ہو عِنْدَ ہے۔ اُس پرٗ آگرہ والی یوں نکھرتی ہے کہ "کیا صاحب وقایہ تیار ہیں کہ ہر جگہ عِـنْـدَ کی تفسیر بِـحَیْـثُ یَرَاہُ کردیں" عقل مجسم مستدل محتاج موجبہ کلیہ تھا کہ ہر جگہ عِنْدَ اُسی قربِ مخصوص کے لئے آتا ہو۔ موجبہ کلیہ کے رد کو سالبہ جزئیہ کافی۔ (۸۲) مگر آپکی منطق یہ

ہے کہ موجبہ کلیہ رد نہ ہوگا۔ جب تک سالبہ کلیہ ثابت نہ کرو۔ زہے ملائی اور مجاز کے دھوکے کا ابطال اوپر گزرا۔ اسی کے ساتھ کی ایک وہ گڑھی جو بدایونی تحریر میں گزری کہ لفظ کا استعمال دو طور پر ہوتا ہو۔ مستدل جزافاً ایک کو متعین کرلے۔ اس لئے کہ یہاں دوسرے معنی کی ''کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں''، یعنی مستدل محتاجِ تصریح نہیں بلکہ مانع کو حاجت تصریح ہے۔ سچ ہے آدمی میں حواس ہی چیز ہیں۔ (۸۳) اسی قبیل کی ایک یہ گڑھی کہ جزافی مستدل اگر لفظ محتمل کے ایک معنی بے دلیل ٹھہرالے اور مانع دوسرے احتمال سے اس کا رد کرے۔ تو وہ مانع نہ صرف اس بحث خاص بلکہ اس مسئلہ کے متعلق تمام احکام پر اسی لفظ سے مستدل ہوگیا۔ اُسے اختیار نہیں کہ دیگر احکام دیگر دلائل سے لے عِنْدَ سے استدلال پر جو معنی "بِحَيْثُ يَرَاهُ" سے اہلِ حق نے رد کیا۔ 'آگرہ والی 'وہابیہ وغیرہم سے سیکھ کر اُس پر یوں چوٹ کرتی ہے کہ "بِحَيْثُ يَرَاهُ' فنائے مسجد کی قید سے بھی دست بردار کردے گا۔ فنا سے ہزار گز دور جہاں سے منبر نظر آئے عِنْدَ الْمِنْبَرِ صادق تو اذان میں کیا حرج''

اے سبحان اللہ! گویا ہم اس عِنْدَ الْمِنْبَرِ سے فنائے مسجد میں ہونے پر استدلال کررہے تھے۔ اللہ حواس دے۔

☆☆☆☆☆

فصل ۳

بدایونی وآگری دونوں تحریروں نے اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھائی
دونوں کوصاف اعتراف ہے کہ مطلع صاف ہے
دلیل سے ہاتھ خالی ہے
محض زورِ زبان سے ہٹ پالی ہے

الحمد للہ صولتِ حق کی یہی شان کہ اس کی گواہ خود مخالف کی زبان۔سب دیکھ رہے ہیں کہ انکے ہاتھ میں یہی تین ہیں۔(۱) بین یدیہ (۲) اور عِندَ (۳) اور ادعائے باطل توارث۔بدایوں،آگرے کے نوشتوں نے ان پر کیا کیا زور بھرے۔

توارث کی گت

اور بدایوں کہ آگرے۔اولاً۔ادعائے توارث کی حقیقت تو اتنی ہے جو رسالہ 'تعبیر خواب' نے لکھ دی ہے کہ

"جب سنت مردہ ہو جاتی ہے۔لوگ اس کے خلاف ہی کو سنت اور اسے بدعت سمجھنے لگتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ آج جو ہمارے سامنے ہو رہا ہے قدیم سے یہی تھا۔یہ سب مضامین احادیث میں ارشاد ہوئے ہیں۔ساری علت یہ ہے۔باقی بخیر۔"

قاعدہ کی بات ہے کہ

شگفتہ ندارد کسے با تو کار ولیکن چو گفتی دلیلش بیار

توارث توارث کی رٹ ہے یا کوئی دلیل بھی۔جو نرے احمق تھے وہ تو کھل کر جا کیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے سے یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے برابر ہوتی چلی آتی ہے۔ہمارے بدایونی بھائی کہ وہی دوسرے لفظوں میں آگرے والے ہیں ان پر اہلِ حق کے وار دیکھ کر بولے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے کرام پر افترا کا زخم ان پر ایسا پڑا جس کا اندمال نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ لہٰذا انھوں نے اتنی صاف نہ فرمائی۔ گول کہی کہ

''دیار وامصارِ عرب وعجم میں قدیم سے یہی تعامل چلا آرہا ہے''

یہ 'بدایوں والی' میں تھا۔ (۸۴) اہلِ حق نے وہ ملک وبلاد وممالک اسلامیہ بتائے جہاں یہ اذان بیرونِ مسجد ہوتی ہے۔ اس پر 'آگرے والی' اس تعمیم سے گری اور یوں بولی کہ ''زمانہ قدیم سے اکثر بلاد اسلامیہ میں اندر ہوا کرتی تھی۔'' (۸۵) پچھلی 'بدایونیہ' میں اوپر گرے جزم سے شک نفی سے نفی سماع پر اُترے (۸۶) اور اس میں بھی کھلا سفید سچ بولے ان کا بیان آگے آتا ہے۔ مگر قدیم کی رٹ باقی رہی۔ جس سے اشارہ اسی ادعائے باطل کی طرف۔ مگر ویسے صریح لفظوں میں نہیں کہ رسول وصحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم پر افترا کا الزام صاف صاف نہ آئے۔ بہت اچھا۔ لفظ وہ نہ سہی اسکی جگہ قدیم سہی۔ پھر آپ کی عمر تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس کی تو نہیں کہ آنکھوں دیکھی گواہی بولیے ثبوت تو اب بھی دینا ہی ہوگا۔ اس پر 'بدایونیہ' میں ایک تو یہ مزہ کی عامیانہ جھلک دی کہ ''حرمین طیبین میں ہمیشہ سے داخلِ مسجد ہوتی ہے۔ وہاں کے حاضر ہونے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں''، قطع نظر ان مباحثِ جلیلہ کے جو اس کے متعلق فتاوے ورسائل اہلِ حق میں مشرح ہوئے۔

(۸۷) یہ عرض ہے کہ حاضر ہونے والے حال کی دیکھیں گے یا مؤذنوں کے ماتھے میں تیرہ سو برس کی تصویریں لگی ہیں جنھیں دیکھ کر زمانہ قدیم کا حال کھل جائے گا۔

مسلمان بھائیو! یہ تو ایک واقعہ کے متعلق بحث ہے۔ واقعہ کے لئے رؤیت ہو یا روایت۔ اور جب رؤیت یہاں عاجز تو روایت دکھایئے۔ اس سے بھی ہاتھ خالی ہو تو وہی عامیانہ وہم رہ گیا کہ آپ جو آنکھ کھول کر دیکھا۔ ٹھہرالی کہ ہمیشہ سے یوہیں چلا آتا ہے۔

(۸۸) روایت کی پوچھئے تو دینی شرعی واقعہ میں حدیثِ صحیح سے بڑھ کر اور کیا روایت ہوگی۔ (۱) سنن ابی داود شریف و (۲) صحیح امام الائمہ ابن خزیمہ (۳) و معجم کبیر طبرانی کی حدیث صاف ارشاد فرما رہی ہے کہ یہ اذان زمانۂ رسالت و خلافت میں دروازۂ مسجدِ اقدس پر ہوا کی۔ اس واقعہ کریمہ کا یہی بیان، یہی روایت سلفاً و خلفاً علماء فرماتے آئے۔ دیکھو (۴) تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی جلد ۸ صفحہ ۲۰۶۔ (۵) تفسیر رغائب الفرقان امام نیساپوری جلد ۲۸، صفحہ ۵۰۔ (۶) تفسیر لباب التاویل امام خازن جلد ۴ صفحہ ۲۶۵۔ (۷) تفسیر 'کشاف' جلد ۲ صفحہ ۴۵۸ (۸) تفسیر علامہ خطیب شربینی۔ پھر (۹) تفسیر فتوحات الٰہیہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۳۔ (۱۰) کشف الغمہ امام شعرانی جلد اول صفحہ ۱۵۱۔ سب نے یہی لکھا کہ ان پاک مبارک زمانوں میں یہ اذان دروازۂ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتی۔" یہ دس کتبِ جلیلۂ حدیث و تفسیر ہیں۔"

(۸۹) آپ ایک ہی کتاب میں کہیں دکھا دیجیے کہ نہیں بلکہ مسجد کے اندر متصل منبر ہوا کرتی تھی۔ الحمدللہ انصاف والے کے لیے اس سے زیادہ صاف فیصلہ اور کیا ہوگا۔ یہیں سے اُس نزاکت کا رد کھل گیا کہ "کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ اذانِ خطبہ اپنے مقام سے منتقل ہوئی ہو۔"

(۹۰) قطع نظر اس سے کہ تاریخوں نے ہر تبدل کے بیان کا کب التزام کیا۔ (۹۱) پھر آپکے پاس کئی کتبِ تاریخ ہیں اور ان میں کئی بالاستیعاب آپ نے دیکھی ہیں۔ ایسے ہی بے قدر[1] استقراء بلکہ نری اٹکل پر آپ حضرات کلیہ بول دیتے ہیں کہ ہمیشہ سے یوہیں ہے۔ سب جگہ یوہیں ہے کسی تاریخ سے تبدل کا ثبوت نہیں ہے۔ (۹۲) یہ سب جانے دیجئے۔ مشاہدہ کا انکار کیا معنی؟ حدیث صحیح سے ثابت کہ زمانۂ رسالت و خلافت میں دروازۂ مسجد پر تھی اور اب آپ اپنے ہی گھر دیکھ رہے ہیں کہ اندر ہوتی

---

[1] یعنی اسکا اتفاقیہ صدور نہیں بلکہ عادت ہے۔ اسی پر بنائے شریعت کی لت ہے۔ یہ اصل جہالت ہے سخت تر علت ہے۔

ہے تو تبدیل ضرور ہوئی۔ تاریخ ذکر کرے یا نہ کرے۔ (۹۳) پھر عجب عجب کہ کتاب صحاح ستہ کی حدیث صحیح پر اعتبار نہ لایئے اور دنیا بھر میں سب سے ردی طریقۂ نقل یعنی تاریخ کا دامن پکڑیے۔ (۹۴) نہیں نہیں بلکہ حدیث کا تو ارشاد حجت نہ مانئے اور تاریخ میں ذکر نہ ہونا بلکہ اپنی آنکھوں سے اپنی ڈھائی کتابوں میں نہ ملنا حجت جانئے۔ اس تعصب کی کچھ حد ہے۔

بدایونی بھائی اس کا جواب تو کیا دے سکتے تھے۔ ہاں اس فکر میں ہوئے کہ اپنی ہٹ توارث کی رٹ کا بھرم رکھنے کو جیسے بنے کہیں سے کوئی روایت تو جوت لاؤ۔ جس میں زمانۂ رسالت وخلافت کا نام نہ سہی اتنا ہی لکھا ہو کہ یہ اذان مسجد کے اندر کہنا توارث ہے۔ الحمد للہ نام کو ٹوٹی پھوٹی کوئی روایت اس مضمون کی بھی نہ مل سکی۔ نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ملے۔ ملے کہاں سے؟ ہو تو ملے۔ اس اضطراب وسخت پیچ وتاب میں گھبرا گھبرا کر اِدھر اُدھر ہاتھ مارا تو غریب بیچارے ہندوستان کی پچھلی کتاب فقہ 'فتاوی عالمگیری' ہی پر ہاتھ پڑا۔ آنکھیں بند کر کے فرما دیا کہ ''عبارت 'عالمگیری' اس پر نص ہے کہ بذلک جری التوارث'' یعنی اسی پر توارث چلا آتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۹۵) جی ہاں یہ اسی کا اشارہ 'عالمگیری' میں کس طرف ہے؟ عبارت اوپر سے پڑھیے۔ اوپر سے کیوں پڑھوایئے؟ آپ خود ہی چند سطر اوپر 'عالمگیری' کی عبارت اوپر سے لکھ چکے ہیں کہ '' اِذَا جَلَسَ الْخَطِیْبُ عَلَی الْمِنْبَرِ اُذِّنَ بَیْنَ یَدَیْہِ وَ اُقِیْمَ بَعْدَ تَمَامِ الْخُطْبَۃِ ، بِذٰلِکَ جَرَی التَّوَارُثُ۔'' یعنی جب خطیب منبر پر بیٹھے اسکے سامنے اذان دی جائے۔ اور خطبہ ختم ہونے پر تکبیر کہی جائے اسی پر

توارث چلا آتا ہے۔

مسلمانو! للہ انصاف اس [1] میں داخلِ مسجد کا کونسا حرف ہے کہ اُس کا توارث اس سے ثابت کرلیا۔ اس میں تو امام کے سامنے اذان اور بعد خطبہ تکبیر کا توارث ہے اسکا کسے انکار ہے۔ ہم کب کہتے ہیں کہ اذان امام کے سامنے نہ ہو۔ امام کے پیچھے یا دہنے بائیں ہو۔ کلام تو اس میں ہے کہ یہ اذان کہ ہمارے تمہارے اتفاق سے امام کے سامنے ہونی مسنون ہے۔ آیا مسجد کے اندر ہو یا کنارے پر۔ محل نزاع کا اس میں نام تک نہیں اور خواب میں خیال باندھ لیا کہ نص ہے۔

مسلمانو! جب بن نہیں پڑتی تو یوں تمہیں دھوکے دیتے ہیں۔ افسوس کہ شریعت کے ساتھ یہ برتاؤ دین کے ساتھ یہ انداز۔ اللہ ہدایت دے اور بات کی پچ سے بچائے۔ مولانا! آپکو واحدِ قہار کی قسم۔ حضرت تاج الفحول کا واسطہ۔ خدا کو ایک جان کر کہنا۔ یہ عبارت داخلِ مسجد ہونے میں نص ہے۔ الحمدللہ قسم کی کیا حاجت۔ آپ ابھی ابھی قبولے دیتے ہیں کہ نص کی نس بھی نہیں۔ نرا ناس ہے۔ ذرا تأمل کیجئے وہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ آپ نے یہ کہاں قبولا ہے؟ (۹۶) پہلے اس 'بدایوں والی' تحریر کی کمال خدا ناترسی دکھادوں۔ جس کا 'شافی جواب' نام رکھا ہے۔ صفحہ ۱۴ پر کہا

''فتاوی عالمگیری جو تمام علما کے یہاں معمول و مروج ہے۔ اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ جس طریقے سے آج کل اذانِ خطبہ قریب منبر ہوتی ہے۔ اسی پر توارث جاری ہے۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔''

مسلمانو! للہ اس صریح شدید افترا کو دیکھا اور وہ بھی ایسی مشہور، متداول کتاب پر

---

[1] یہ کلام نفس عبارت پر ہے۔ جسے دیکھ کر ہر تھوڑی استعداد والا جان سکے کہ اُنکے دعوے کی اس میں بو بھی نہیں۔ داخلِ مسجد کا حرف تک نہیں۔ نص ہونا تو بڑی بات ہے۔ اور یہ تو جدا رہا کہ وہ خود بین یدیہ کو مبہم مان کر مبہم ہی کو تعیین میں نص بتا گئے ہم اس تناقض کو اوپر ذکر کر چکے ہیں وہ بھی خیال میں رہے۔

وہ بھی اتنا بے تکان۔اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔اِنَّـا لِلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ۔اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ شاید یہ سمجھے ہوں کہ 'عالمگیری' عربی کتاب ہے۔اہلِ علم پر شروع ہی سے حقیقت کھل چکی ہے۔اول تو وہ ایسی مہمل تحریریں دیکھنے ہی کیوں لگے۔اور دیکھیں بھی تو 'جامع الرموز' اور اسکے ساتھ وغیرہ پر وہ جیسا بہتان دیکھ کر جتنا سمجھے تھے اس سے زیادہ اور کیا سمجھیں گے۔پھر تحریر میں ہمارا نام تو ہے نہیں، طویلے کی بلا جس کے سر ہو، ہو۔اور بلا بھی ایسی کیا ہے؟ بڑھ سے بڑھ یہ کہ اہلِ علم ایسے شخص کو جھوٹا، کذاب، مفتری، بے باک، جعلساز، دغاباز، دروغ باف، ناپاک کہہ لیں۔اس سے بڑھ کر کیا کر سکتے ہیں۔اس سے کیا چوٹ لگی جاتی ہے۔عوام تو جال میں آجائیں گے کہ آخا! اتنی بڑی کتاب، ایسی مقبول کتاب میں لکھا ہے۔اور لکھا بھی کیسا ہے۔صاف۔اور صاف بھی ایک بار نہیں۔بلکہ مکرر صاف صاف۔بیشک مولانا سچے ہیں اور سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے ہی صریح خطا پر ہیں۔اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

الٰہی! علم دے تو اسکے ساتھ حیا بھی دے۔ورنہ علم و وقاحت تو بہت ہی بدنما ہے۔ مولانا آپ کو اسی واحد وقہار کی قسم، اور اپنے اُنھیں پدرِ بزرگوار کا واسطہ، اللہ کو شہید و بصیر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر ناظر علیم خبیر جان کر ایمان ایمان سے بتائیے۔'عالمگیری' کی کس جلد، صفحہ، سطر میں یا کونسی 'عالمگیری' کس عالمگیر کی جمع کرائی میں یہ صاف صاف کہاں لکھا ہے؟ خدارا جلد بولیے۔للہ جلد لب کھولیے۔ورنہ یہ صاف صاف تو دین و دیانت سب صاف کیے ڈالتا ہے۔افسوس تحریر شافی جواب کا خاتمہ ہوا تو اس شدید بددیانتی، بے حیائی، افترا پردازی، ڈھٹائی پر۔(۹۸) اور وہ بھی دین کے معاملہ میں۔(۹۹) اور وہ بھی مخلوقِ خدا کے گمراہ کرنے کو۔اللہ سوءِ خاتمہ سے بچائے۔

(۱۰۰) اور پھر یہ اشد وقاحت تماشا ہو کہ اتنی بیباک بددیانتی فتوائے بدایوں کی طرح ابتداءً نہ کی۔ بلکہ رسالۂ 'تعبیر خواب' میں ہمارے اس اعتراض کے جواب میں کہ فتوائے بدایوں نے عبارت 'عالمگیری' کو توارث دخول فی المسجد پر نص بتایا۔ حالانکہ وہ اس پر خاک بھی دال نہیں تو اس صریح رد کے جواب میں پھر وہی قبیح مردود پیش کر دینی کس درجہ ڈھٹائی ہے۔ ایک نیند کے ماتے کی آنکھیں بند ہوں اسے جگائیے کہ دن نکل آیا وہ کہے ابھی تو رات ہے تو یہ سوتے کی بات ہے مگر اس کی آنکھیں چیر کر سورج دکھا دیجئے اور اسکے جواب میں کہے کہ ہاں ہاں اندھیری رات ہے کالی ہے تو اسکی سینہ زوری دنیا سے نرالی ہے۔

(۱۰۱) پھر کمال حیا یہ کہ ہمارا یہ اعتراض قولہ کہہ کر اتنے ہی ٹکڑے سے نقل کیا کہ 'بدایوں والی' میں فرمایا کہ عبارت 'عالمگیری' اس پر نص ہے۔ نقل میں اصل اعتراض کو اڑا دیا کہ اسکی عبارت تو فصیح اردو ہے اسے دیکھ کر یہ ساری بے حیائی جاہلوں پر بھی کھل جائے گی۔ ہمارا اصل کلام اس پچاسویں اعتراض میں یہ تھا'

'توارث کی بحث بحمدہ منتہی کو پہنچ چکی ہے اور آپ کو بھی اتنی نافع ہوئی کہ 'بدایوں والی' میں عام جبروتی دعوے تھے اب 'آگرہ والی' میں اکثر بلا درہ گئے اور حال یہ کہ ہندوستان کی بھی خبر نہیں۔ ممکن کہ رفتہ رفتہ حق پر آجائیے۔ قدیم قدیم کی رٹ اب بھی باقی ہے اور جو پوچھئے کہ کب سے اور کیا ثبوت تو جواب یہ ملتا ہے کہ فقہا نے بین یدیہ کو متوارث کہا ہے اور خود اقرار ہے کہ بَیْنَ یَدَی اس قرب خاص میں محدود نہیں تو عبارات نے محاذات یا مطلق قرب کے توارث پر دلالت کی۔ آپ کے خاص مدعا پر کیا خاک دلالت ہوئی جو 'بدایوں والی' میں فرمایا کہ عبارت 'عالمگیری' اس پر نص ہے۔"

حضرات ناظرینِ باانصاف! ملاحظہ فرمائیں کہ کتنا قاہر اعتراض لاجواب تھا جو سارا کا سارا ہضم فرمالیا اور نقل میں یہاں سے لیا۔ "قولہ 'بدایوں والی' میں فرمایا۔"

اس حیاداری سے تو یہی بھلا تھا کہ وہ قاہر اعتراض وہ جاں گسل اعتراض وہ دنداں شکن اعتراض جہاں سارا ہضم ہوا تھا یہ ٹکڑا بھی نقل نہ کیا ہوتا کہ عیاریوں میں ایک اور بھاری نمبر اضافہ نہ ہوتا۔ آخر پچاس میں انتالیس سے جواب نہ دیے اس ٹکڑے کا ذکر بھی منہ پر نہ لاتے تو کیا بدایوں کا قاضی گلہ کرتا۔ جناب مولانا آپ نے اس عیارہ مکارہ تحریر کی عیاری دیکھی۔ مولانا اسکے تو وہ جوڑ ہیں کہ وہابیہ بھی اسکے سامنے من ہار کے بیٹھ رہیں گے۔ چوڑیاں پہن لیں گے بلکہ چوڑیاں کوٹ کر کھا مریں گے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(۱۰۲) اور اس جھوٹے افترائے خبیث کی بنا پر ہم پر اور افترائے نجس ملاحظہ ہو کہ

"مولوی صاحب بریلوی اسکے مؤلفین بلکہ تمام علمائے متقدمین ومتاخرین کی نسبت فرماتے ہیں کہ انھوں نے سنت کو بدعت سمجھ رکھا تھا۔"

شاید وہابیہ کی طرح اس کے یہاں بھی لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ منسوخ ہے۔ الٰہی توفیقِ توبہ دے۔

(۱۰۳) اور مزہ یہ کہ دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نرا گندہ جھوٹ بھک رہے ہیں خود اقرار کیے دیتے ہیں کہ عبارت 'عالمگیری' نہ توارث دخول فی المسجد میں نص ہے۔ نہ اس میں صاف صاف لکھا ہے۔ نہ صاف نہ ناصاف۔ بلکہ بالکل مطلع صاف ہے۔ وہ کہاں؟ وہ اس بَیْنَ یَدَی کی خواری میں جو آگے مذکور۔

بَیْنَ یَدَی کی حالت

ثانیاً توارث کی گت تو بَیْنَ یَدَی کے ہاتھ ہے کہ جناب مولانا نے توارث پر عبارت 'عالمگیری' سے استدلال فرمایا۔ 'عالمگیری' میں کیا ہے۔ " بِذٰلِكَ جَرَى التَّوَارُثُ " بذالک کا اشارہ کدھر ہے؟ بَیْنَ یَدَی کی طرف۔ تو اگر بَیْنَ یَدَی کے معنی میں ایسا قربِ مخصوص کہ موجبِ دخول ہو داخل ہے تو گواہی ٹھیک ورنہ ساختہ و

مردود۔

(۱۰۴) مگر تحریر مولانا کی خود گواہ ہے کہ بَیْنَ یَدَی پر یہ تہمت گناہ وتباہ ہے۔ دیکھئے فتوے میں فرمایا۔ "بَیْنَ یَدَی قرب پر دلالت کرتا ہے۔" اس میں کوئی حد مخصوص قرب نہ رکھی کہ یہ عبارت دخول پر دلالت ہی کرے۔ نص وصاف صاف تو نصیبِ دوستاں ہے

(۱۰۵) بلکہ اسی میں یہ بھی اقرار کرلیا کہ "بَیْنَ یَدَیہ بعض جگہ حسبِ موقع معنی قرب سے خالی اور صرف محاذات پر دال ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیاتِ قرآنیہ میں بھی وارد ہوگیا ہے۔" اس کے علاج کے لیے اتنی کہی کہ "لیکن یہاں پر اس امر کی کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں۔" جی نباشد۔ احتمال تو رہا۔ پھر وہ نص اور صاف صاف کدھر گیا۔ پھر فرمایا۔" بلکہ عباراتِ مذکورہ سے قربِ منبر حسبِ محاوراتِ عرف مستفاد ہے۔"

(۱۰۶) اور اس قرب ومحاورۂ عرف کو خود ہی ناکافی سمجھے۔ جب تو اس کے متصل ہی یوں پیوند لگایا کہ "اب قرب سے یہاں وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علمائے اہلِ سنت ہے۔" ثابت ہوا کہ وہ قرب جو بَیْنَ یَدَی سے مستفاد اور محاورات عرف میں مراد ہوتا ہے دونوں طرح کا ہے۔ ایک وہ کہ اذان بیرون مسجد کو شامل ہو۔ دوسرا وہ جس پر داخل ہو جب تو اس دوسرے کی تعیین بذریعہ معمول کرنی پڑی۔ معمول کا انمل بے جوڑ جوڑ لگا کر عبارت کا نص اور صاف صاف ہونا صریح جھوٹ صاف صاف کذب ہوگیا۔

(۱۰۷) اور اس کامل باحیا تحریرِ اخیر بدایونی نے تو ان تمام مطالب پر اور بھی کامل رجسٹری کردی صفحہ ۱۱

---

[۱] یادرہے کہ ابتدائی خطا ایک خطا ہوتی ہے اور جتنی بار ہو جدید وشدید ہوتی جاتی ہے کہ اُس میں اصرار کی جذت بڑھتی ہے جسکے سبب صغیرہ کبیرہ ہوجاتا ہے ولہذا سزائے رد بھی باتباع سنت کریمہ الٰہیہ عود کرتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۔ خصوصاً جب صریح تنبیہ کے بعد اعادۂ خطا ہو کہ صاف دلیل عناد و مکابرہ ہے۔ جیسا کہ جابجا اس پچھلی 'بدایونیہ' کی حرکت بلکہ وہی اکثر اسکی بضاعت ہے۔ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے۔ ۱۲۔ منہ

''کہ عبارتِ راغب سے فقط یہ بات ثابت کرنا منظور تھی کہ بین یدیہ کی حقیقت قرب ہے وہ قرب خاص کہ اذان کو منبر سے ملادے اس کا اثبات اس سے مدنظر نہ تھا یہ ہوتا۔ تو یہ فقرہ کیوں لکھا جاتا۔ اب یہاں قرب سے وہی مراد ہوگا جو معمول علمائے اہلِ سنت ہے۔''

پھر عبارتِ راغب سے جو متعدد جملے تراش دیے تھے کہ لکھو کھا کوس ہزارہا سال تک قرب بیــن یــدیــہ کی وسیع وسعت ظاہر کررہے تھے۔ انکے تراش دینے پر یہ معذرت کی۔

''ان جملوں کی نقل کی ضرورت ہی کیا تھی ابھی سن چکے ہمارا مقصود عبارتِ راغب سے محض قرب ظاہر کرنا تھا جس کے منافی یہ جملے ہرگز نہیں''

مولانا اب آپ کو ہمارا وہ کہنا یاد ہو کہ ''گتکا پہلے گھر ہی میں سیکھا جاتا ہے۔'' آپ نے گتکے کا ہز ملاحظہ کیا۔ کیسا صاف صاف منھ سے قبولوا چھوڑا کہ بَیْــنَ یَــدَی کی حقیقت عرفیہ میں قرب وہ ہے کہ لاکھوں منزل اور ہزاروں برس کے فاصلے کو شامل ہے۔ اب اس نے بَیْــنَ یَــدَی اور توارث دونوں کا کیسا ستیاناس کردیا۔ 'عالمگیری' میں توارث کا ہے کا ہے اور بَیْــنَ یَــدَی کہاں تک ہے۔ لاکھوں کوس تک پھر وہ منبر کی لگر سے معانقہ کدھر سے گھس آیا۔ چلئے ترکی تمام شد۔

نہ وہ بَیْــنَ یَــدَی کارہا خم وچم، نہ توارثِ کذب ودروغ میں دم
نہ سند، نہ عمل، گئے دونوں بھرم، نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

بدایونیوں کی عِنْدَ سے دست برداری

(۱۰۸) ثالثاً۔ اب رہا اکیلا عِنْدَ اسکی شامت آگرے والی نے لگائی۔ صاف لکھ دیا کہ ''بیشک باعتبارِ عرف عِــنْــدَ کے لئے ہرجگہ بقرینۂ مقام ایک علیحدہ حد قرب ہوتی ہے۔'' تو عِنْدَ کی وہ خاص حدِ قرب کہ اذان کو منبر سے ملائے داخلِ مسجد کرائے خود ہی اُڑ گئی۔

(۱۰۹) طرفہ یہ کہ یہ بیشک بعد شک بولی ہے اول سے یوں کہا۔ ''دوسرا لفظ عِــنْــدَ

الـــمِـنـبَـــرِ ہے اسکے متعلق اتنا تو مدعی تجدید (یعنی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدد المأۃ الحاضرہ، صاحب الحجۃ القاہرہ مدظلہم الاقدس) کو بھی تسلیم ہے کہ اسکا ترجمہ نزدیک و پاس صحیح ہے۔ اس سے ایک نوع قرب ضرور مستفاد ہوتا ہے۔ اس قرب کی کوئی حد معین نہیں۔ عِـــنـــد کسی خاص قرب کا مقتضی نہیں جیسا کہ 'وقایہ' وغیرہ میں ہے ہمارے خیال میں یہ بات بھی قابلِ تسلیم نہیں"، یعنی بلکہ عِندَ ایک حد خاص معین ہی کا مقتضی ہے جس میں کمی بیشی نہیں۔ اسکے متصل ہی وہ فرمایا ہے کہ "اور بیشک باعتبار عرف عِـنـدَ کے لئے ہر جگہ بقرینۂ مقام ایک علاحدہ حد قرب ہوتی ہے" عقل مجسم جب ہر جگہ ایک علاحدہ حد ہے تو ایک حد خاص کب معین ہوئی۔

(۱۱۰) اور جب ہر جگہ وہ حد بقرینۂ مقام ہے تو خود عِـــنـــد ان میں کسی کا مقتضی نہیں۔ یہی تو 'وقایہ' وغیرہ نے کہا تھا۔ جو آپ نے نہ مانی اور اسی زبان میں وہیں وہیں بیشک کہہ کر قبول دی۔ الٰہی سنی مسلمان کے حواس مرتے وقت بھی ٹھیک رکھنا۔ آمین

(۱۱۱) آگے چل کر اور بھی عِـنـدَ بیچارہ جو ہر کر گیا ادھر تو " عِـنـدَ الـمِـنـبَـرِ " سے استدلال کیا۔ ادھر حدیث صحیح کا زخم نامندمل بھرنے کو علیٰ باب المسجد میں علیٰ بمعنی عِـنـدَ لیا اور اس کے وہی معنی لیے قریب۔ اب عِـنـدَ اور قرب دونوں کے دونوں منبر و دروازہ دونوں کے لیے ہو گئے۔ وہی ایک ہی اذان ہے کہ عِندَ الْمِنبَرِ بھی اور عِـنـدَ الباب بھی۔ منبر و دروازہ دونوں کے قریب ہے۔ اور ثابت ہے کہ زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مسجدِ اقدس کا طول سو گز تھا اب اگر اذان منبر کے متصل تھی تو عِـنـدَ اور بین یدیہ اور قرب تقریباً ستانوے گز تک پھیل گئے۔ ورنہ پچاس گز میں تو کلام نہیں۔

(۱۱۲) اور ہزاروں مسجدیں ہیں بلکہ اکثر وہی ہیں جن کا طول پچاس گز بھی نہیں تو ان میں بلا دغدغہ اذان بیرونِ مسجد پر عِندَ الْمِنبَرِ اور بَيْنَ يَدَی اور قرب عرفی سب

آپ ہی کے منھ صادق اور خرمے والی پچگڑی میں تو چوترہ صحن کے نیچے کی زمین اور اسکے بعد کی قبریں اور انکا چوترہ اور پھر خالی زمین اور اسکے بعد کا کنواں سب پھلا نگنے پر بھی ابھی گزوں اور فصل کے لائق۔ تو جناب پہلے اپنی تسلیم اپنے گھر جاری کرائیں۔ منبر کے سامنے کنواں پھلنگوا کر اذان دلوائیں۔ نہ یہ کیونکر ہو کہ ابھی اہالی موالی سب بگڑ جائیں۔ الٹے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

(۱۱۳) جب آپ اپنے گھر پر قادر نہیں تو اکابر پر کیوں منھ آتے ہیں کہ "باوجود علم اس پر توجہ نہ فرمائی۔"

فصل ۴

بدایونی وآگری دونوں کی پچھلی ہار، گھریلو عرف وقرب کی پکار اوراس پر علوی ذوالفقار

اللہ عزوجل بیجا پچ کا برا کرے۔ آدمی کو کیا کیا پریشان کرتی ہے۔ کسی کو بات کی پچ، کسی کو باپ کی پچ، کہیں دونوں جمع مگر سنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پچ محال ومنع۔ بدایوں وآگرہ کی دونوں تحریریں جب روایت وحدیث وفقہ وتوارث سب سے ناکام پھریں خود اپنے منھ سے قبول دیا کہ کہیں چشمۂ ثبوت میں انکے نصیب کی نام کو نم نہیں۔ آخر اَلْمَجْبُوْرُ مَعْذُوْرٌ گھریلو محاوروں کا دامن پکڑا 'بدایونیہ' میں ہے۔ ''اردو جاننے والے بھی ایسی اذان منبر یا خطیب جی کے پاس یا نزدیک ہرگز نہ کہیں گے۔'' (۱۱۴)اور آگرہ والی تو خوٹ کھل کھیلی۔ صاف کہہ گئی کہ یہاں کتب کتبِ لغت و ارشاداتِ ائمۂ اصول حتی کہ قرآنِ عظیم کی آیتیں بھی سب محض بیکار طومار ہے۔ صرف آپس کی بول چال پر نظر درکار ہے۔ فرماتے ہیں۔ ''عبارات اہلِ لغت واصول وغیرہ متعلق الفاظ بین یدیہ اور عِندَ کی بھرمار محض طومار بیکار ہے اسکے لئے صرف یہی جواب کافی ہے کہ حقیقتِ عرفی پر نظر درکار۔'' اس وغیرہ کا آنچل ڈال کر آیاتِ قرآنِ عظیم کو بھی بیکار بھرمار طومار بنادیا۔ یہاں ڈھکی ہوئی تھی دوسطر بعد کھول دی کہ ''آیات کریمہ سے جو استناد کیا گیا ہے وہ بیکار محض ہے۔'' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اے حضرت تاج الفحول! اے حضرت سیفِ مسلول، فضلِ رسول! اللہ آپ

---

۱ عملاً بیکار تو 'بدایونیہ' نے بھی مانا جس کا رد اوپر گزرا۔ مگر 'آگریہ' تو صاف صاف بیکار ہونے کی تصریح کر گئی۔ یہ سخت اشد ہے۔۱۲۔

حضرات کو جناتِ عالیات دے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کے بعد مدرسۂ خرما میں کتبِ دینیہ تو بالائے طاق قرآنِ عظیم کی کس درجہ بے وقعتی ہو رہی ہے۔ اسکی آیتیں محض بیکار طومار بھرمار بتائی جاتی ہیں۔ آپ کو ضرور خبر ہے کہ اعمالِ اولاد پیش ہونے کی حدیث معتبر ہے۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھولے۔ اور ادب واتباعِ حق وترکِ تعصب وزق زق کی توفیق دے۔

(۱۱۵) اولاً۔ یہ پچھلی ہار کی پکار، جس کی بناپر آیاتِ قرآنیہ بیکار طومار خود ہی مردود نا ہنجار۔

عرف کا اعتبار صرف معاملاتِ باہمی میں ہے

برادرانم یہ مسئلۂ اذان وخطبہ ہے کہ عبادات ہیں نہ خانگی معاملات۔

اگر ہم ائمہ کرام کی روشن تصریحیں دکھادیں کہ عبادات میں عرف کا کچھ اعتبار نہیں معنی لغوی ہی معتبر ہونگے۔ عرف کا اعتبار معاملات میں ہوتا ہے۔ جب تو آپ ایمان لائیں گے کہ یہ عرف عرف کی پکار کس درجہ بانگِ بے ہنگام تھی۔ یہ پچھلی حیلہ سازی بھی ہاتھ سے گئی۔ اور اسکے بھروسے سندِ آیات کو محض بیکار بتانا قرآنِ عظیم کے ساتھ کیسی شدید گستاخی ہوئی۔ آپ تو شاید ہی مانیں مگر اور مسلمان تو آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ آپ نے سب طرف سے تھک کر اخیر میں کیسی پوچ لچر کی پناہ لی اور اسکے بھروسے کتبِ دینیہ درکنار قرآنِ عظیم کو بھی پیٹھ دی۔ اب سنیے اور خوب ہوش سے سنیے۔ کانوں سے انگلیاں ہٹا کر سنیے۔

امامِ اجل ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بے مثل کتابِ مستطاب 'بدائع الصنائع فی اصول الشرائع' میں فرماتے ہیں۔ "اِنَّ الْعُرْفَ اِنَّمَا یُعْتَبَرُ فِیْ مُعَامَلَاتِ النَّاسِ فَیَکُوْنُ دَلَالَۃً عَلٰی غَرَضِھم وَ اَمَّا فِیْ اَمْرٍ بَیْنَ

الْعَبْدِ وَ بَيْنَ رَبِّهٖ فَيُعْتَبَرُ فِيْهِ حَقِيْقَةُ اللَّفْظِ لُغَةً" یعنی عرف کا اعتبار صرف لوگوں کے باہمی معاملات میں ہے کہ انکی غرض بتائے اور دیانات میں لفظ کے لغوی معنی معتبر ہیں۔ اسی میں ہے اور امام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں۔ "هٰذَا اَمْرٌ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَلَا يُعْتَبَرُ فِيْهِ عُرْفُ النَّاسِ۔" یہ بندہ اور رب کا معاملہ ہے اس میں لوگوں کے عرف کا اعتبار نہیں دونوں میں امام اجل ابوالحسن قدوری سے ہے۔" لَا يُعْتَبَرُ فِيْهِ الْعُرْفُ لِمَا بَيَّنَّا" یہاں عرف کا اعتبار نہیں اسی وجہ سے کہ ہم نے بیان کی۔ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس سرہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔ "اَلْخِطَابُ الْقُرْآنِيُّ اِنَّمَا تَعَلُّقُهٗ بِاِعْتِبَارِ الْمَفْهُوْمِ اللُّغَوِيِّ لِاَنَّ الْخِطَابَ مَعَ اَهْلِ تِلْكَ اللُّغَةِ بِلُغَتِهِمْ يَقْتَضِيْ ذٰلِكَ وَالْعُرْفُ اِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِيْ مُحَاوَرَاتِ النَّاسِ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لِلدَّلَالَةِ عَلٰى غَرَضِهِمْ فَاَمَّا فِيْ اَمْرٍ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ رَبِّهٖ تَعَالٰى فَيُعْتَبَرُ فِيْهِ حَقِيْقَةُ اللَّفْظِ لُغَةً"

یعنی خطابِ قرآنی تو اس معنی لغوی ہی کے اعتبار سے متعلق ہوتا ہے کہ اہلِ زبان سے انکی زبان میں خطاب فرمانا اسی کا مقتضی ہے۔ عرف کا اعتبار فقط لوگوں کی آپس کی بول چال میں ہے جس سے انکی غرض مفہوم ہو۔ دیانت کی بات میں لفظ کے لغوی معنی کا اعتبار ہے۔ الحمد للہ ائمۂ کرام نے حق کا چاند چمکا دیا اور عرف عرف کی پکار اور اسی پر نظر درکار اور باقی آیاتِ قرآنیہ بھی بیکار کہنے کو کیسا دھکا دیا کہ تحت الثری تک پتا نہ رہا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

للہ! اب تو انصاف پر آجایئے۔ بدایونی وآگری دونوں تحریریں لغت واصول و حدیث وفقہ حتی کہ قرآن مجید سب کو تج کر عرفِ مردم کی دُم پکڑنے دوڑی تھیں۔ وہ ڈوبتے کے لئے پھینسے کی دُم بلکہ سوار کا تنکا نکلی۔ اب سوا اس کے کیا رہ گیا کہ حق قبول

فرمایئے اور ناواقفی و نافہمی سے قرآنِ عظیم کو جو آزار پہنچایا ہے اس سے توبہ کر کے بیزار ہو جایئے۔ اللہ قادر قدیر مقتدر توبہ دے۔ آمین۔

قرب و بُعد میں نظرِ شرع ہر گز موافقِ عرف نہیں

(۱۱۶) ثانیاً۔ اب تو آپ پر کھلا کہ شرعی دینی بات میں شرعی دینی اعتبار درکار ہے۔ آپ کا عرف لغو و بیہودہ و بیکار ہے۔ آپ خود مان رہے ہیں کہ

''بے شک باعتبارِ عرف عِنۡدَ کے لئے ہر جگہ بقرینۂ مقام ایک علاحدہ حد قرب ہوتی ہے۔''

مسئلہ شرعیہ میں اقتضائے مقام نظرِ شرع میں درکار۔ گھریلو باتیں مدارِ احکامِ شرع نہیں ہو سکتیں۔ تو نظرِ شرع سے ثبوت دیجئے کہ اذان و خطیب کا مقام ایسے ہی قرب کو مقتضی جس سے اذان داخلِ مسجد متصلِ منبر ہو ورنہ آپ کیا جانیں کہ شرع مطہر کی نظر میں یہاں حدِ قرب کیا ہے۔ مسئلۂ اقتدا دیکھئے کہ بلا شبہ امام سے مقتدی کا قرب شرطِ صحتِ اقتدا ہے۔ اگر مقتدی امام سے بعید ہوئے انکی نماز ہی نہ ہوگی۔ اب شرع فرماتی ہے کہ اگر امام و جماعت کے بیچ میں وہ راستہ فاصل ہے جس میں بیل گاڑی نکل سکے یا جنگل میں اتنا فاصلہ ہے جس میں دو صفیں آسکیں تو یہ بُعد ہے اور اقتدا باطل۔ لیکن مسجد میں اگر امام محراب میں ہے اور مقتدی مثلاً ڈھائی تین سو گز کے فاصلہ پر تو یہ قرب ہے اور اقتدا صحیح۔ ہاں کوئی مسجد نہایت ہی بڑی ہو جیسے خوارزم کی جامع مسجد کہ سولہ ہزار ستون پر ہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔

درمختار میں ہے ''يَمۡنَعُ مِنَ الۡاِقۡتِدَاءِ طَرِيۡقٌ تَجۡرِیۡ فِيۡهِ عَجۡلَةٌ يَجُرُّهَا الثَّوۡرُ اَوۡ فَضَاءٌ فِی الصَّحۡرَاءِ يَسَعُ صَفَّيۡنِ اِلَّا اِذَا اتَّصَلَتِ الصُّفُوۡفُ فَيَصِحُّ مُطۡلَقًا۔''

'وجیز' امام کردری پھر 'امداد الفتاح' علامہ شرنبلالی پھر۔ 'ردالمحتار' میں ہے

''اَلۡمَسۡجِدُ وَاِنۡ كَبُرَ لَا يَمۡنَعُ الۡفَاصِلُ اِلَّا فِی الۡجَامِعِ الۡقَدِيۡمِ بِخَوَارِزۡمَ فَاِنَّ

رُبُعَهٗ كَانَ عَلٰی اَرْبَعَةِ آلَافِ اُسْطُوَانَةٍ وَ جَامِعِ الْقُدْسِ الشَّرِيْفِ اَعْنِیْ مَا يَشْتَمِلُ عَلَی الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ الْاَقْصٰی وَ الصَّخْرَةَ وَالْبَيْضَاءَ۔"

کہیے تو وہ آپ کا کونسا عرف ہے کہ دو گز فاصلہ جس میں گاڑی نکل جائے اسے تو بعید جانے اور پانسو گز فاصلہ کو قریب بتائے۔ پھر آپ اپنے عرف کی کچریوں کو شریعت میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین دے اور دین کی سمجھ دے۔

شرع وعرف دونوں میں ان اذانیوں کی ہار

(۱۱۷) ثالثاً۔ آپ تو یہاں نظر شرع کا اقتضا کیا بتا سکیں گے ہم براہ تبرّع واحسان بتاتے ہیں۔ وہ دیکھئے شرع فرماتی ہے۔" لَا يُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ "مسجد میں کوئی اذان نہ دی جائے۔ شرع فرماتی ہے۔" يُكْرَهُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ۔ "مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ تو کیونکر نظرِ شرع میں مؤذن وخطیب کا ایسا قرب معتبر ہوسکتا ہے جس سے اذان داخلِ مسجد ہو جائے اور یہ تو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ عرف بھی صلاحیت مقام کا لحاظ کرتا ہے۔ دربان ووزیر کے قرب سے ایک معنی ہرگز نہیں سمجھتا۔

(۱۱۸) عالم اگر محراب میں تشریف فرما ہو اور ایک شخص جسے نہانے کی ضرورت ہو فنائے مسجد سے باہر کھڑا ہو کر کوئی مسئلہ پوچھے۔ عالم فرمائے قریب آؤ۔ تو اس سے ہرگز یہ معنی مفہوم نہ ہونگے کہ مسجد میں گھس آؤ۔ کوئی آپ ہی جیسا اس سے یہ معنی سمجھے گا۔ نہ ہوا اس وقت کوئی جلال والا سید یا کوئی دیندار پٹھان عالم کہ ایسے بے ادب جُنب کی سمجھ ٹھیک کردے۔

(۱۱۹) رابعاً۔ اپنی فہم ونظر کا امتحان دینے کو دوسری وجہ پر چلئے۔ شرعِ مطہر نے مسجد کو بقعۂ واحدہ مانا ہے۔ ولہٰذا محراب ومنتہائے مسجد کا فاصلہ فاصلہ نہ جانا۔ تو محراب و کنارۂ مسجد دونوں جزءِ واحد کے مثل ہیں تو منبر کہ دیوارِ قبلہ پر ہے کنارۂ صحن پر ہے تو

موذن کہ کنارۂ صحن کے متصل ہے اس نظرِ شرع کے اعتبار میں منبر کے متصل ہے۔ اب تو آپ کے عِنْدَ اور قرب کی تسلی ہوئی کہ اذان جو مسجد کے باہر ہے منبر کی گگر سے مل گئی۔

قرب مطلق میں محاورات فقہائے کرام پر متنبہ کرنا اور مخالفین کی گریز

(۱۲۰) خامساً۔ 'بدایونیہ' و 'آگریہ' دونوں نے سب طرف سے ناکام پھر کر سارا دھڑا عرف کے سر دھرا۔ مگر اور تو کیا کہوں خفگی کا خیال ہے۔ دونوں تحریریں ایسی نری بچی بھی نہیں کہ اتنا نہ سمجھیں کہ کلام عبارات فقہائے کرام میں ہے گھریلو محاورے انکے سر کیونکر منڈھیں

(۱۲۱) للہذا فقہا پر صریح افترا سے کام لیا۔ 'بدایونیہ' نے فرمایا۔

''اذان بیرون دروازہ پر لفظ عِنْدَ اور قریب المنبر وغیرہ کا اطلاق خلاف عرف فقہائے مذہب''

(۱۲۲) 'آگریہ' بولی اصطلاحِ فقہائے کرام میں قرب داخل ہے۔ (الی قولہا)

''جو اذان خارج مسجد ہوا سے عِنْدَ البَابِ کہیں گے نہ عِنْدَ الْمِنْبَرِ۔ اگرچہ باعتبار لغت ٹھیک بھی ہو۔ منشاءِ فقہی کے ضرور خلاف ہے۔''

یہ وہی پرانا صفرا ہے کوئی سقم نیا نہیں۔ سقمونیا کہ ہمارے رسالہ 'تعبیر خواب' سوال ۴۲ نے تجویز کی تھی اسی کا اعادہ بس ہے۔ یہ نہ سمجھئے کہ اسکے ایک بار استعمال نے کیا فائدہ دیا۔ مزمن مرض میں تکرارِ استعمال شرط ہے خصوصاً جبکہ معدہ عاصی ہو۔ اس سوال کی عبارت یہ ہے۔

''آپ کو خبر ہے کہ فقہائے کرام نے ابوابِ کثیرہ فقہیہ میں کہاں کہاں قربِ مطلق بولا اور اس سے کیا کیا مراد لیا ہے۔ اور کس کس قدر اسے وسعت دی ہے۔ اپنی اس تنگ حد پر عرف فقہائے

کرام کو محدود کر دینا کیا فقہا پر صریح افترا نہ ہو گا۔ وہ تمام مقامات اور فقہائے کرام کے اطلاقات میرے پیش نظر ہیں مگر آپکی فقہ دانی دیکھنے کو آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ بتایئے تو کس کس باب میں کس کس مسئلہ میں قربِ مطلق بولے اور انکے عرف میں اس سے کیا کیا مقصود ہوئے۔ نہ ملے تو برادرانہ استفادہ کے طور پر ہماری طرف رجوع لانا۔ بعونہ تعالیٰ وہ دیکھئے گا کہ عرف عرف کی ساری حقیقت کھل جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ فقہائے کرام کا عرف حویلی خرما کی تنگنا سے بہت وسیع ہے۔ براہِ دوستی اتنا پتا بھی دے دوں کہ عرفِ فقہائے کرام میں قربِ مطلق چار قسم پر ملے گا۔ چاروں انکے عرف ہیں۔ اول قرب....... اچھا ابھی کیوں گناؤں پہلے آپ غوطے لگا لیجئے اسی حیلہ سے کتب بینی تو ہو۔"

اتنا تو جب کہا اور اب یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز آپ کو ان چار اطلاقاتِ فقہا کا پتا ملنا بہت دوبھر ہے کہ انکے لئے کوئی باب وفصل معین نہیں۔ یہ نعمتیں مولیٰ تعالیٰ خادمِ فقہ کو عطا فرماتا ہے۔ نہ کہ واعظِ شہر کو۔ اور اگر قسمت سے مل جائیں تو اسکے ساتھ ہی آپ کو کھل جائے گا کہ اس اپنے عرف محدود کو فقہا کے سر باندھنا ان پر کیسا صریح افترا تھا۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

(۱۲۳) سادساً۔ 'بدایونیہ' نے تو عرف فقہا بکھانا دلیل کے نام چوں بھی نہ کی۔ مگر 'آگریہ' کی شوخ طبیعت اس پر راضی نہ ہوئی دلیل دی اور کیا مزے کی دی کہ فرمایا۔

"اس لئے کہ اگر محض حضور ومحاذات ہی مقصود ہوتی تو کسی عبارتِ فقہی میں توبَیْنَ یَدَیِ الْاِمَامِ عِنْدَ الْبَابِ ہوتا۔"

جانِ عزیز! فقہائے کرام یہاں اس اذان کی سنتِ خاصہ بتانا چاہتے ہیں کہ محاذاتِ امام ومنبر ہے اذان کا محل تو وہ باب الاذان میں بتا آئے کہ بیرونِ مسجد ہو۔ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے۔ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔ یہ مقصود صرف بینَ

یَدَی الامام کہنے سے حاصل۔ عِندَالبَابِ کواس میں کیادخل۔

(۱۲۴) سابعاً۔ بلکہ اچھی مقصود شناسی کی صرف محاذات مقصود ہوتی تو کسی عبارت میں عِندَ البَابِ ہوتا۔

جانِ عزیز! ہر مسجد میں دروازہ محاذی منبر نہیں ہوتا تو مطلقاً عِنْدَ البَابِ سے مقید کرنا محاذات کواُڑادیتا یا اس کا اظہار کرتا۔ مسجدِ اقدس میں دروازہ شمالی محاذی منبرِ اطہر تھا اس لئے حدیث میں محل بتانے کو عِنْدَ البَابِ فرمایا۔ فقہائے کرام محل عام احکام میں بتا چکے۔ یہاں صرف اسکی خصوصیت محاذات کا اظہار مقصود تھا۔ اس میں عِنْدَ الباب کہہ کر سرے سے مقصود ہی کو مختل کردیتے۔ یعنی دروازہ کہیں بھی ہو۔ جیسے مسجدِ حرام میں کہ نہ صرف منبر بلکہ ساری مسجد سے دیوار کی آڑ میں پہاڑ کو ہے۔ اذان دروازے ہی پر ہوا گرچہ محاذات نہ رہے۔ الحمد للہ فقہا کو تو جنون نہ تھا۔ مگر جناب نے جو کہی اُلٹی ہی کہی۔ غرض۔ ع

اے تو مجموعۂ خوبی ز کدامت گویم

مسلمانو! یہ ہیں بدایوں کی 'بدایونی' 'دُ آگری' تحریریں جن پر وہ ناز ہیں، وہ ناز ہیں، وہ ناز ہیں کہ سحر ہیں، کرامت ہیں، اعجاز ہیں۔ اور حالت یہ کہ کوئی کل سیدھی نہیں۔ کوئی بات عقل کی نہیں ۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ من نگرم ۔۔۔ کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا است

سچ عرض کرتا ہوں کہ ان دونوں تحریروں میں ابھی بہت کچھ عقل وعلم سے بیگانگیاں باقی ہیں۔ مگر اسی قدر کہ معروض ہوئیں۔ اہلِ انصاف کے لئے کیا کم ہیں۔ میں نے 'تعبیر خواب' کے آخر میں گزارش کی تھی۔

سینہ شود منشرح بحر بود منسرح ۔۔۔ قطرۂ خود را اگر حکمِ چکیدن کنم
در دل مضمون ہزار جائے بکاغذ نماند ۔۔۔ پس سخنم صدر وار مطوی و مُسکن کنم

اسکی تصدیق حضرات ناظرین نے اس تحریر میں دیکھ لی ہوگی کہ بہت مضامین تازہ ہیں ۔ ہمارے معزز، گرامی برادر، حضرت مولانا خدا کو مان کر انصاف پر آکر انھیں کا جواب دینے کا ارادہ فرما دیکھیں ۔ فضلِ قادر مجید عز جلالہ پر بھروسا کر کے دعویٰ کرتا ہوں کہ انصاف ہاتھ میں لیتے ہی انشاء اللہ العزیز حق واضح ہو جائے گا ۔ مولانا سمجھ لیں گے ۔ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا آنکھ کھلتے کچھ نہ تھا

اے اللہ! اے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجنے والے! یہ تیرا مبارک مہینہ رمضان مبارک رات شبِ جمعہ اور مبارک وقت رات کا ثلثِ اخیر ہے ۔ صدقہ اپنے محبوب حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ ہمارے بھائی اپنے بندے عبد المقتدر کو انصاف و اتباعِ حق کی توفیق دے ۔ اور ہمارے ذات میں کی اصلاح فرمادے ۔ کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اگر تیرے علم میں یہ ناشدنی ہو جب بھی اور سنی بھائیوں کو توفیق دے کہ حقِ واضح کے قبول سے تیری رضا کے مستحق ہوں اور تیرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے آگے بیجا رواج پر نہ اڑیں ۔

اے عرش کے مالک! محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرمِ پاک کو ہمارا وسیلہ بنانے والے! جس طرح تو نے ہم ناچیز بندوں کو اپنے کرم سے اس سنت کریمہ کے احیا کی توفیق بخشی ۔ ہم سے قبول فرما ۔ اور اسے ہماری آخرت کا ذخیرۂ حسنہ بنا ۔ اور ہمیں گمراہوں اور حاسدوں سب کے شر سے بچا ۔ آمِیْن ۔ آمِیْن ۔ آمِیْنَ ۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی السَّیِّد الْاَمَانِ الْاَمِیْنِ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ ابْنِہٖ وَ حِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ آمِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

☆☆☆☆☆

فصل ۵

بدایوں کی پچھلی تحریر کی ناگفتنی حالت

جس کا نام 'بریلوی تحریر کا شافی جواب' رکھا ہے

الحمد للہ حضرت حق عز جلالہ نے حق کو صراطِ مستقیم بنایا۔ وہ آپ نور ہے اور اسکے دلائل نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَاءُ • اور باطل کو دلدل کہ جو اس میں پھنسا جتنا زور کرے اور دبتا ہی چلا جائے۔ یہ اس لئے کہ باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے تو یہ اندھیریاں چھاتی چلی جاتی ہیں۔

كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا • جیسے دریا کی اندھیریاں اس پر لہر چھا رہی، اسکے اوپر اور لہر، اسکے اوپر گھٹا، اندھیریاں ہیں ایک پر ایک، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سجھائی دے۔

ہمارے رسالہ 'تعبیرِ خواب' نے فتوائے بدایوں و تحریرِ آگرہ کی قطع برید یں، خیانتیں، خانہ ساز عبارتیں، کذب، افترا، عقل ونقل سے بیگانگیاں، تعصب، مکابرے پچاس سوالوں کے پیرایہ میں دکھائی تھیں۔ وہ سوال پانچ قسم تھے۔ (۱) کچھ خاص تحریر بدایوں پر (۲) کچھ خاص 'آگریہ' پر (۳) بعض مشترک اور روئے سخن سوئے 'بدایونیہ' (۴) یا 'آگریہ' (۵) یا عام۔

یہ تقسیم چاہتی ہے کہ سوال ۴و۵ جس میں 'بدایونیہ' و 'آگریہ' دونوں پر امام راغب کی عبارتِ واحدہ میں یکساں ایک قطع و برید کا اعتراض ہے سوالِ واحد قرار دے کر قسمِ پنجم مشترک عام میں داخل کریں۔ اور سوال ۱۴ حقیقۃً دو ایراد ہے ایک عبارت 'کشاف' و

'مدارک' کا۔ انھیں مفید نہ ہونا کہ وہاں وہ قرب بنظر خصوص جلوس ہے۔ دوسرا خود انھیں کی پیش کردہ عبارت سے انکا ابطال کرنا انکی سند کواُن کا رد بنانا کہ "جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ" بھی صدر مجلس سے دروازہ محاذی تک شامل ہے وہ دو ایک اور یہ ایک دو ہو کر پچاس ہی قائم رہے۔

ان میں تفصیل یوں ہے کہ چھ خاص 'بدایونیہ' پر تھے۔ ۳۱۔ ۳۸۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۵۰۔ اور ۲۸ خاص 'آگریہ' پر۔ یعنی ۲۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ باقی سولہ دونوں پر تھے جن میں گیارہ کا روئے سخن بھی ایک سے خاص نہ تھا۔ یعنی ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ نیز ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ اور ایک یعنی ۲۸ روبہ 'بدایونیہ' اور چار یعنی ۲۳۔ ۲۶۔ ۳۲۔ ۳۵۔ روبہ 'آگریہ'۔ یوں یہ پچاس۔ گویا بعد دِاسم جلالت ۶۶ سوال تھے۔ ۲۲ 'بدایونیہ' پر ۶ خاص اور ۱۶ مشترک۔ اور ۴۴ 'آگریہ' پر ۲۸ خاص ۱۶ مشترک۔ انکے جواب میں اس پچھلی تحریر بدایوں کی چالیں دیکھئے۔

پہلی چال۔ پچاس میں سے اٹھائیس
بلکہ چھیاسٹھ میں سے چوالیس علانیہ ہضم

(۱۲۵ تا ۱۵۲) خاص 'آگریہ' پر یہ جو اٹھائیس قاہر رد تھے۔ انھیں سخت لاعلاج، جانگزا، طاقت ربا، حوصلہ فرسا، دہن دوز، باطل سوز، دندان شکن، صاعقہ افگن دیکھ کر ان سے جان بچانے کا یہ سہل نسخہ نکالا کہ اس پچھلی نے اُس دوسری کی جڑ ہی کاٹی۔ صاف کانوں پر ہاتھ دھرے کہ ہم سے کیا تعلق۔ وہ تحریر نہ ہماری ہے نہ ہم ذمہ دار۔ سید عبدالفتاح جانیں اور اُن کا دین ایمان۔ مگر واہ رے چالاکی! کہا جھوٹ۔ اور سچ

کی بھی گلی رکھ لی۔

صفحہ ۴ پر فرماتے ہیں۔ ''تحریر آگرہ کی ذمہ داری واقعی یا فرضی سید عبد الفتاح کے متعلق ہے وہ جانیں۔ ہمیں اس سے ذرہ بھی غرض نہیں۔''

یہ واقعی یا فرضی سید عبد الفتاح کی صفت تو نہیں۔ سید عبد الفتاح تو واقعی متعلقین مدرسہ خرما سے ایک صاحب ہیں۔ جن کو ابھی اسی صفحہ کے آغاز میں لکھ چکے ہیں کہ ''آگرہ سے ایک تحریر سید عبد الفتاح جیلانی دہلوی کی شائع ہوئی تھی۔''

اگر سید صاحب واقع میں کوئی شخص نہیں ایک فرضی نام ہے تو اس تحریر آگرہ کے بارے میں وہ تاخیرِ طبع کی معذرت کا کارڈ آپ کے مدرسہ میں کس نے بھیجا تھا؟ لاجرم یہ واقعی یا فرضی ذمہ داری سے متعلق ہے۔ مفہوم مردّد کی ایک شق جب سچی ہو تو وہ جھوٹا نہ کہا جائے گا۔ واقعی اسکی فرضی ذمہ داری سید صاحب کے متعلق ہے کہ اسکے فرضی مصنف وہ بنائے گئے ہیں۔ بلکہ سید عبد الفتاح فرضی بھی بامعنی ہے۔ یعنی مصنف تحریر فرضی سید عبد الفتاح جسکی واقعیت کو چھپا کر اس کا یہ فرضی نام تجویز ہوا ہے۔ خیر ہمیں اسکے متعلق زیادہ کلام کی حاجت نہیں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ ''اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَ الْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ۔'' سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدعی سے ارشاد فرمایا۔ ''لَكَ بَيِّنَةٌ۔'' کیا تمہارے پاس گواہ ہیں۔ عرض کی نہ۔ فرمایا ''فَلَكَ يَمِيْنُهٗ'' تمہارے لئے مدعا علیہ سے حلف لینا ہے۔

نیز قاعدہ[۱] شرعیہ ہے کہ جب مدعی مدعا علیہ کا حلف طلب کرے اور وہ نکول یعنی حلف سے انکار کرے تو فیصلہ بحقِ مدعی ہوتا ہے۔ ''سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بَدْلًا كَمَا عِنْدَهٗ اَوْاِقْرَارًا كَمَا عِنْدَهُمَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ''

نیز قاعدہ شرعیہ ہے کہ مدعا علیہ پر اگر حلف رکھا جائے اور وہ بہرا نہ ہو کہ نہ سننے کا

---

[۱] مانا کہ یہاں ظاہری قاضی شرع کوئی نہیں۔ اللہ واحد قہار تو قاضیِ حقیقی ہے۔ اُسی کے سامنے آپ سے حلف مطلوب۔

احتمال ہو اور سکوت کرے تو اس کا سکوت بھی نکول یعنی حلف سے نکل جانا قرار پاتا اور فیصلہ بحق مدعی ہوتا ہے۔ اس بارے میں ہم مدعی ہیں اور آپ کہ منکر ہیں مدعا علیہ۔ لہٰذا یا تو اقرار فرما دیجئے۔ ورنہ اللہ واحد قہار کو شہید بصیر جان کر حلف فرمالیجئے کہ یہ تحریر در بارۂ اذان جمعہ کہ آگرہ میں سید عبد الفتاح صاحب کے نام سے چھپی نہ آپکی ہے۔ نہ آپکی رائے مشورہ، صلاح اصلاح سے ہے۔ نہ آپ کے مدرسہ والوں نے لکھی۔ نہ طبع سے پہلے آپ نے سنی، نہ طبع کی اجازت دی، نہ کوشش کی، نہ تقاضا کیا، نہ آپ اس پر راضی ہوئے تھے۔ اس حلف کے لئے روز وصولِ رسالہ سے تین دن کی مہلت ہے کہ شرعِ مطہر نے ابلائے اعذار کے لئے رکھی ہے۔ میں پہلے دن جنابِ والا سے شرعی حلف مذکور کی درخواست کرتا ہوں۔ ایک دن گزر گیا۔ دوسرے دن پھر درخواست کرتا ہوں۔ دو دن ہو لئے تیسرے دن پھر کرتا ہوں۔ تینوں دن ہو لیں تو میرا دعویٰ ثابت اور جناب کا انکار ساقط۔ اور اگر خدانخواستہ جرأت نے یہاں تک ترقی فرمائی کہ حلف اٹھالیا تو الحمد للہ ہمارا مطلب یوں بھی حاصل کہ اب وہ بیہودہ، مردودہ، مطرودہ مجودہ تحریر آپ ہی بے کس، بے بس، یتیم، لاوارث ہو کر رہ جائے گی۔ فرضی کس کے غرضی۔ پرائی بلا اپنے سر کون لے اور لے تو تتھا کس میں؟

بالجملہ اب تک وہ ہمارے یہاں سے مردود ہے اور بعد حلف آپکی سرکار سے بھی مردود ہو کر ردی میں پھنک جائے گی کہ فریقین اسکے رد پر متفق ہیں۔ حضرت جناب سید عبد الفتاح صاحب جناب کو جیلانی لکھا ہے اگر یہ نسبت صرف بحیثیت سکونتِ سابقہ نہیں جیسے دہلوی بوجہ سکونت حال بلکہ من حیث النسب الکریم ہے تو ہم حضور پر نور شاہِ جیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بندگانِ خانہ زاد ہیں یہ رُکھائی، یہ بے اعتنائی جو جناب کے ساتھ برتی گئی ہمارے برادرانِ بدایوں تو اس سے انکار فرماتے ہیں اور واقعی انکے شایاں بھی نہیں کہ وہ بھی سرکارِ قادری کے غلامانِ خانہ زاد ہیں۔ اولاد امجاد حضور پر نور قطب الارشاد، غوث الافراد، سلطانِ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ یہ

برتاؤ کیا برتتے۔ ہو نہ ہو۔ کوئی رافضی یا مروانی ہو۔ رافضیوں نے حضرت سیدنا امام زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ابھارا اور وقت پر الگ ہو کر شہید کرادیا۔ اور سرکار امام سے "رَفَضُوْنَا هُمُ الرَّوَافِضُ" کا لقب پایا۔ مروان نے قتل محمد بن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جعلی فرمان حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ تصنیف کر کے امیر المومنین کے نامِ پاک سے شائع کیا۔ اور گرفت ہونے پر امیر المومنین کو شہید کرادیا۔ اور خود روپوش ہو بیٹھا۔ خیر کسے باشد جناب کا اُس پر صبر پڑے گا۔ اس نے نہ سنا کہ واحد قہار عز جلالہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا •

دوسری چال باقی بائیس میں سے بھی آدھے بے تکان ہضم

(۱۵۳ تا ۱۶۳) بھلا اُن اٹھائیس پر تو یہ حیلہ تھا کہ یہ قاہر رد تو سید صاحب کے حصے میں ہیں ہم نہ سید نہ عبد الفتاح۔ ہم سے کیا واسطہ؟ بالفرض یو ہیں سہی بائیس تو 'بدایونیہ' پر تھے۔ ان میں سے گیارہ کیوں ہضم ہوئے۔ دیکھئے تحریر شافی جواب نے کہیں ۳۔۲۳۔۲۶۔۳۲۔۳۵۔ و۴۱ و نیز ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۵۰ کو ہاتھ لگایا ہے۔ ۲۳ تا ۳۵ چار تو شاید اس جرم میں ہضم ہوئے ہوں کہ ان میں روئے سخن جانبِ 'آگریہ' تھا۔ وارد تو 'بدایونیہ' پر بھی بعینہا تھے۔ اور ۴۱ تا ۴۴ یہ پانچ تو عبارۃً بھی عام تھے! ہاں ۴۳ نے بیچ میں ایک جگہ 'آگریہ' کا نام لے دیا۔ لہٰذا وہ اور ساتھ لگے۔ تین اُس سے پہلے کے۔ اور ایک بعد کا۔ یہ بھی داخلِ دفتر ہو گئے۔ مگر ۳ و ۵۰ تو خاص 'بدایونیہ' پر تھے۔ خصوصاً ۵۰ کہ ایک اکیلا پچاس ہزار کے برابر ہے جس نے ادعائے کاذب توارث کو تحت الثریٰ پہنچا دیا۔ ہاں ہاں اُسے ہاتھ نہ لگانا۔ کیوں کہیے وہ دیکھئے۔ سارا قاہر

اعتراض ہضم فرما کر اُس کا پچھلا فقرہ کہ ''بدایوں والی میں فرمایا کہ عبارت 'عالمگیری' اس پر نص ہے۔'' نقل کر کے وہ جیتا جاگتا 'عالمگیری' پر اور دوسرا اہم پر جوڑ دیا۔ جس کی خدمت گزاری اوپر معروض ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رہے گیارہ جن سے جواب کا نام لیا اُنکی زدہ حالت بحولہ تعالیٰ ابھی ابھی کھلی جاتی ہے کہ بالکل ساکت رہتے تو لوگوں کی نگاہ میں بھرم رہتا کہ شاید کچھ جواب رکھتے ہوں۔ بے نیازی سے خاموش وتغافل کوش ہیں۔ مگر اس بولنے نے تو بالکل صیقل گری سے قلعی کھول دی۔ 'نگفتن یک عیب و گفتن ہزار عیب' کہ بانگی دی۔ اور انمول دی۔ فرض کرو کہ پچاس میں گیارہ سے آپ جوں توں نام کو عہدہ برآ ہو لیتے تو پچاس میں ایک کم چالیس کا جواب نہ دیتے اور 'شافی جواب' نام رکھنے سے شرم چاہئے تھی۔ مسلمان سنی بھائی پر اچھا گمان چاہئے۔ عجب نہیں کہ 'بریلوی تحریر کا شافی جواب' اس ترکیب میں اضافت لام کی نہ ہو بلکہ من کی یعنی بریلوی تحریر کیا ہے شافی جواب ہے۔ جیسے ''خاتم فضۃ'' انگوٹھی کی جنس کیا ہے؟ چاندی ہے۔ اور اگر تحریر میں ایک نقطہ قلم ناسخ سے زائد لگ گیا ہو تو بلا تکلف اضافتِ لامیہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر چہ 'بدایونیہ' و 'آگریہ' نے ابطالِ حق و احقاقِ باطل میں جان توڑ کر سعیِ بے حاصل کی۔ مگر 'بریلوی تحریر' استاذِ کبیر، ماہرِ بے نظیر 'کا' جواب رسالہ 'تعبیر خواب' جس کا نام ہی بدایونی غصے کے حق جواب ہے۔ بے شک نہایت ''شافی جواب'' ہے۔ رہا یہ کہ اپنی تحریر کا یہ نام رکھنا کیا معنی؟ جی یہ اس لئے کہ اسی تحریر نے ہر ذی عقل، ذی انصاف پر آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا کہ بریلوی تحریر کا جواب شافی جواب تھا۔ جس کی پچاس ضربوں سے انتالیس پر توڑ کا رتک نہ لی اور گیارہ پر وہ من ہار کے الٹی کہی کہ صیقل گری کی قلعی کھلی۔ لہٰذا مناسب ہوا کہ جو اس نے بتایا وہی اس کا نام ہو۔ ''تَسْمِیَتُہٗ لِلْمَظْھَرِ بِاسْمِ الظَّاھِرِ'' اگر یہ ارادہ واقعی ہو تو بے شک بہت اچھا نام رکھا۔ خدا جزا دے اور قبولِ حق کی توفیق بخشے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

فصل ۶

مسلمانو دیکھنا پچپاس میں صرف گیارہ کے جواب کا نام کیا اور اس میں کن کن کمالات کو جلوہ دیا۔

یوں تو بدایونی پچھلی تحریر نو ورق کی ہے مگر اصل مقصود یعنی جواب سوالات میں فقط دو ورقی ہے۔ صفحہ (۱) کی (۸) سطر اخیر سے صفحہ (۱۴) سطر (۱۱) تک دو ورق سے بھی تہائی صفحہ کم ہے۔ جوابِ سوالات میں حرکتِ مذبوحی کی ہے۔ باقی بالائی باتوں فضول تو تو میں میں سے بھرتی بھری ہے۔

یہی دو ورقی زیرِ مشق مناظر لانے کی ہے۔ گیارہ کے جواب میں عقل شریف نے بارہ باٹ تیرہ تین ہو کر اپنے چودہ کمالات دکھائے ہیں۔ (۱) اعتراض سے بچنے کو اپنے کلام سابق میں تحریف۔ (۲) اعتراض جمانے کو ہمارے کلام میں تحریف۔ (۳) امام راغب پر افترا۔ (۴) فقہا پر افترا۔ (۵) ہم پر افترا۔ (۶) خود اپنے او پر افترا۔ (۷) رد کو ہاتھ نہ لگانا اور وہی مردودات پھر سامنے لانا۔ (۸) مکابرہ۔ (۹) عناد۔ (۱۰) تناقض۔ (۱۱) خلطِ مبحث۔ (۱۲) دعویٰ ومنع میں تمیز نہ ہونا۔ (۱۳) جا بجا ادعائے کاذب۔ (۱۴) حد یہ کہ اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھانا۔ اور ہدم کو بنانا تصور فرمانا۔ کوئی جواب نام کو ان کمالات سے خالی نہیں اور اکثر تو ایک ایک جواب میں کئی کئی جاگزیں۔ فہرست سن کر ناک بھوں سمیٹنے کی نہیں بدی۔ جو کہا ہے روشن طور پر ثابت کر دوں تو سہی۔

دعائیں مانگ رہے ہیں قضا کے آنے کی
بُری گھڑی تھی دلِ اہلِ دل ستانے کی

اب چلئے۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوفِیقُ۔

اول ہمارے سوالِ اول کے متعلق: فتوائے بدایوں میں تھا۔ ''عِندَ قریب کے لیے ہے۔'' اس مدعائے بے حاصل پر مبسوط و راغب کی سند دے کر اور رجسٹری فرمائی کہ

''بعض فقہائے کرام نے بعد قول عِندَ المِنبَرِ کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے اَیْ قَرِیْبًا مِنْہُ کمافِیْ 'جَامعِ الرُّمُوْزِ' وَغَیرِہٖ''

یعنی دیکھو 'مبسوط' 'راغب' نے تو مطلق لفظ عِندَ کے معنی بتائے تھے ان فقہا نے خاص محل بحث کے ''عِندَ المِنبَرِ'' کو ''قریباً منہ'' سے تفسیر کردیا۔ پھر کیا محل کلام رہا کہ یہاں عِندَ بمعنی قرب نہ ہو۔ 'آگرہ والی' نے اسے اور صاف تر کہا کہ ''قہستانی پر نظر نہ تھی۔ عِندَ المِنبَرِ کی تفسیر قریباًمنہ نہ دیکھی۔'' اس پر ہمارے تین سوال تھے۔ دو اگلے 'بدایونیہ' و 'آگریہ' پر کہ کون سے قہستانی نے کس 'جامع الرموز' میں عِندَ المِنبَرِ کہہ کر اس کی تفسیر ''ای قریبا منہ'' سے کی ہے۔ تیسرا 'بدایونیہ' پر جس نے '' وغیرہ'' کا پھندنا بڑھایا تھا کہ کس وغیرہ نے ایسا کیا۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے کہ ''ہمارے فتوے میں یہ لکھا تھا کہ بعد قول المنبر یہ بھی تصریح کردی ہے قریبا منہ''

مسلمانو! ملاحظہ ہو عبارت تو دل کی تراشیدہ تھی۔ دکھاتے کہاں سے؟ لہٰذا اپنی عبارتِ فتوے میں (١٦٤) (١٦٥) دو تحریفیں فرمالیں۔ ایک تو ''بَعْدَ قَوْلِ المِنبَرِ'' میں سے عِندَ اڑا کر ''بعد قَوْلِ المِنبَرِ'' بنالیا۔ (١٦٦) اور اس سے اوپر جو اپنے فتوے کا خلاصہ لکھا اس میں بھی یہی ''بَعْدَ قَوْلِ المِنبَرِ'' رکھا۔ دوسرے ''اَیْ قَرِیْبًا مِنْہُ'' سے '' اَیْ '' کاٹ کر فقط ''قَرِیْبًا مِنْہُ'' بنایا۔ مطلب یہ کہ ہم نے کب کہا تھا کہ 'جامع الرموز' وغیرہ میں ''عِندَ المِنبَرِ '' کی تفسیر '' اَیْ قَرِیْبًا مِنْہُ '' کی ہے۔ ہم نے تو یہ کہا ہے کہ انھوں نے اذان کو قریب منبر کہا ہے۔ اس لئے کہ لفظ منبر کے بعد ''قریبا منہ'' جس کی ضمیر منبر کی طرف ہے۔ اب یہاں یہ تو بنتی نہ تھی کہ لفظ منبر کی تفسیر '' اَیْ

قَرِیْبًا مِنْہُ" کی ہے۔لہٰذا" اَی" بھی اڑا دیا۔ ۔

چالاک ہو بے باک ہو جو آج ہو تم ہو　　بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

پھر بھی 'حافظہ نباشد'۔فتوے کی تلخیص جو دکھائی اس میں اسے اُڑانا یاد نہ رہا۔افسوس کیا اسی دن کے لئے 'اشتہار ابا طیل طوائف' میں وہابیہ کا پچیسواں مکیدہ لکھا تھا۔

"واسطے دفع اعتراضات کے اپنی کتابوں سے اپنی کتابوں کی عبارتیں بدل کر چھاپ دینا۔"

برادرم مکاری ہائے طوائف کی تقلید جناب کو زیبا نہ تھی۔

(١٦٧) اور سنیئے تو اگر یہی تھا تو یہ بعد "قول المنبر" کے کیا معنی رکھتا ہے۔لفظ مفرد کو کہ اصلا کسی حکم بلکہ نسبت ہی کی طرف مشیر بھی نہ ہو آپ کے محاورہ میں قول کہتے ہونگے آپ تو عرف کے اتنے پابند ہیں کہ اسکے آگے لغت کی کیا حقیقت۔آیاتِ قرآنیہ کو طومار بھر مار بیکار بتاتے ہیں۔

(١٦٨) پھر ذرا انصاف درکار۔ یہ کونسی طرزِ ادا ہے۔کیا زید نے لکھا ہو کہ وہ گھوڑا جو عمرو نے مجھے دیا تھا میں نے اسے بیع کر دیا تو کوئی عاقل اس کا یہ اقرارِ بیع ان لفظوں سے نقل کرے گا کہ زید نے بعد قول گھوڑا کے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ میں نے اسے بیع کر دیا۔

(١٦٩) پھر مکابرہ یہ کہ "خصوصیت عِنْدَ مابہ البحث نہیں' بجا ہے اور یہ کس نے کہاں تھا کہ "نیز عِنْدَ بھی قریب کے لئے ہے۔" اور اُس پر دو عام سندیں راغب و مبسوط کی دے کر اسکے متصل اُسی سلسلہ میں تیسری یہ ناشدنی خاص دینی چاہی جس میں وہی لفظ عِنْدَ اور وہی قرب سے تفسیر پھر خصوصیت عِنْدَ کیونکر مابہ البحث نہیں۔

برادرم بناوٹ ہو تو کچھ بنتی ہوئی تو ہو۔ نہ کہ وہی قول جناب۔ چوری اور سرزوری یہ آپکی شان نہیں۔

قولہ۔ ”لفظ عِندَ ہوا تو کیا؟ نہ ہوا تو کیا؟“

جی ہوتا تو یہ کہ آپ عبارت گڑھنے کے الزام سے بچتے۔ نہ ہوا۔ تو یہ کہ الزام آپ پر سوار رہا۔ یہ جواب میرا نہیں آپکے اور میرے آقا زادے ایک چشم و چراغ دودمانِ برکاتی کا ہے۔ جو عجب نہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ملاحظہ سے گزرے۔

قولہ۔ ”کوئی بتا سکتا ہے کہ ’جامع الرموز‘ میں اذان کو قریب منبر نہیں کہا۔“

اقول۔ (۱۷۰) کوئی بتا سکتا ہے کہ ’جامع الرموز‘ میں ”عِندَ المِنبَرِ“ کہہ کر ”اَیْ قَرِیبًا مِنہُ“ سے اسے تفسیر کیا۔ برادرم! بدلنے مچلنے کی نہیں بدی۔

(۱۷۱) اور سنیے تو آپ تو بزعمِ خود یہ تاویل علیل کر کے اپنی کملی بچا لے گئے۔ وہ بیچاری ’آگرہ والی‘ کس کی ہو کر رہے۔ جو خاص معنی لفظ عِنـدَ کی بحث میں قہستانی کے حوالے سے ”عِندَ المِنبَرِ کی تفسیر قَرِیبًا مِنہُ“ کہہ گئی ہے۔ برادرم! یوں کسی کو بہلا کر اپنی زبان بنا کر دانتوں کی طرح دغا دینا آپکی شان نہیں۔

قولہ۔ ”نفس مقصود یعنی قرب اذان عن المنبر حاصل“

(۱۷۲ تا ۱۷۴) برادرم! ہمارے سوالات سے سوال ۴۲ ایک ۴۳ و ۴۴ تین انکا ہضم کر جانا اور پھر وہی مردودات آگے لانا آپکو زیبا نہیں۔ وہ آپ کو بتا چکے کہ قرب کی پکار محض بیکار اور اس سے دخول کی تمنا ہوس نابکار۔

قولہ۔ ”زیادتی نقل لفظ عِندَ بطور نقل بالمعنی سمجھئے۔“

اقول۔ (۱۷۵) اولاً۔ ہم آپکی خاطر کو سب کچھ سمجھ لیں۔ آپ کی عبارت بھی چلنے دے کلام لفظ عِندَ میں ہے کہ آپ کے یہاں آغاز بحث یہ ہے۔ ”نیز عِندَ بھی قریب کے لئے ہے۔“ پھر بحث لفظ میں نقل بالمعنی عجب شگوفہ ہے

(۱۷۶) ثانیاً۔ اب آپ نے اپنا مطلب تو یہ ٹھہرایا کہ بعد لفظ منبر کے ”قریبا منہ“

کہا۔ یعنی استناد فقط ''قریبا منہ'' سے ہے اور ''بعد قول المنبر'' صرف مرجع ضمیر بتانے کو ہے۔ اسکی نقل بالمعنی یہ کیونکر بنی کہ ''بعد قول عِندَ الْمِنبَرِ کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے ای قَرِيبًا مِنهُ'' کیا ''منہ'' کی ضمیر ''عِندَ الْمِنبَرِ'' کی طرف پھرے گی۔ یا'' الْمِنبَرِ'' کے معنی ''عِندَ الْمِنبَرِ'' ہیں۔

(۱۷۷) ثالثاً۔ یا تو نقل باللفظ کی یہ پابندی کہ ضمیر کی جگہ اسم مظہر لا کر یہ سیدھی بات گوارا نہ ہوئی کہ بعض فقہانے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ '' قَرِيبًا مِنَ الْمِنبَرِ'' نہیں بلکہ '' قَرِيبًا مِنهُ'' ہی لائے اور مرجع بتانے کو'' بَعدَ قَولِ الْمِنبَرِ'' کے بڑھایا۔ ناک کہاں کہ یوں یا وہ بے معنی نقل بالمعنی کہ منبر کی جگہ '' عِندَ الْمِنبَرِ''رکھ دیا۔

زہے معذرت! یا بآں شوراشوری یا بایں بے نمکی۔ برادرم! خطا کا اقرار اُس پر اصرار سے بہتر ہوتا ہے۔ اصرار پھر اور خطاؤں میں ڈالتا ہے۔

(۱۷۸) رابعاً۔ سب جانے دیجے وہ ہمارا تیسرا سوال کدھر گنوایا۔ ''بعد قول عِندَ الْمِنبَرِ'' کے نہ سہی'' بعد قول المنبر'' کے کون سے'' وغیرہ'' فقہائے کرام نے ''ای قریبا منہ'' کہاہے۔ افترا کا الزام تو سرکار پر یوں بھی رہا۔ ع

ولن يصلح المنهار (ای توبه) العطار ما افسد الدهر

(۱۷۹) گزارشِ ضروری۔ آپ نے مجرد قرب منبر دکھانے کو'جامع الرموز' کی عبارت کا ایک ٹکڑا تو یہاں نقل فرمادیا۔ ذرا مہربانی فرما کر پوری عبارت پڑھئے اور اس کا مطلب ہی کہہ دیجئے۔ اُس سے آپ کو کھلے گا کہ آپ اور نہ آپ۔ بلکہ اذانیوں نے بھی مطلب 'جامع الرموز' سمجھنے میں کیسی شدید ٹھوکر کھائی ہے۔ شاید آپ کے فہم مقدس میں یہ بھی نہ آئے کہ کتنی عبارت کا مطلب مطلوب ہے۔ لہٰذا میں ہی عرض کردوں۔ 'جامع الرموز' کی وہ پوری عبارت یوں ہے۔

"بَيْنَ يَدَيْهِ اَىْ بَيْنَ الْجِهَتَيْنِ الْمُسَامِيَتَيْنِ لِيَمِيْنِ الْمِنْبَرِ اَوِ الْاِمَامِ وَيَسَارِهٖ قَرِيْبًا مِنْهُ وَوَسْطُهُمَا بِالسُّكُوْنِ فَيَشْتَمِلُ مَا اِذَا اُذِنَ فِىْ زَاوِيَةٍ قَائِمَةٍ اَوْ حَادَّةٍ اَوْ مُنْفَرِجَةٍ حَادِثَةٍ بَيْنَ خَطَّيْنِ خَارِجَيْنِ مِنْ هَاتَيْنِ الْجِهَتَيْنِ" کیا آپ اس کا مطلب بتانے کو تیار ہیں یا صرف ذرا سا ٹکڑا نقل کر کے باقی بے سمجھے چھوڑ جانے کے ہشیار ہیں۔

دوم وسوم ہمارے سوال ۴ و ۶ کے متعلق:۔ فتوائے بدایوں نے ادعا کیا کہ اذان قریب منبر داخلِ مسجد ہونا چاہئے اور اس پر فقہا کی تصریحات بین یدیہ پیش کیں۔ بین یدیہ کے معنی بتانے کو مفردات امام راغب کی عبارت سے اتنا ٹکڑا دکھایا۔ "يُقَالُ هٰذَا الشَّئُ بَيْنَ يَدَيْكَ اَىْ قَرِيْبًا مِنْكَ" یہی حرکت 'آگرہ والی' میں کی۔ اس پر ہمارے ۴۔۵۔۶ تین سوال تھے۔ جن میں ایک 'آگریہ' پر۔ اور اعتراض یہ تھا کہ یہاں سے امام راغب کی دو عبارتیں کہ مرادِ قرب واضح کرتی تھیں اُڑا دیں۔ ایک "عَلٰى هٰذَا قَوْلُهٗ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا" کہ ہر گز گز دو گز، ہزار دو ہزار گز فاصلہ پر محدود نہیں۔ دوسری "وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ" حالانکہ انجیل و توراۃ کے نزول میں دو ہزار برس کا فاصلہ ہے تو آپ اس بَيْنَ يَدَىْ سے اذان کیونکر منبر سے ملائے دیتے ہیں۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے۔

''عبارتِ راغب سے فقط یہ بات منظور تھی کہ بین یدیہ کی حقیقت قرب ہے۔ اس خاص قرب کا اثبات مدنظر نہ تھا۔ وعَلٰى هٰذَا قَوْلُهٗ بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ • ان جملوں کی نقل کی ضرورت ہی کیا تھی؟ ہمارا مقصود عبارتِ راغب سے محض قرب ظاہر کرنا تھا۔ جس کے منافی یہ جملے ہر گز نہیں۔''

برادرم! یہ تو اوپر عرض کر چکا ہوں کہ گنگے کے ہاتھوں نے یہ اَن کہی جناب سے

بلوا چھوڑی۔ جناب نے اپنی چنائی آپ ہی ڈھائی۔

(۱۸۰) یہاں اولاً اتنا عرض کروں کہ دعوی "قریب منبر داخلِ مسجد" اور اُس پر "عبارات کتبِ فقہ حنفی سے واضح" ہونے کا ادعا۔ اور ایضاح بھی کیسا کہ "مقامِ تشکیک و خلاف باقی نہ رکھا" ان عبارات کی بانگی دکھائی بین یدیه والیاں اسکے معنی کی سند لائے کلام راغب سے۔ اب وقت پڑے پر آپ یوں مچل جائیں کہ ہمیں تو عبارتِ راغب سے مطلق قرب دکھانا تھا جو لاکھوں منزل اور ہزاروں برس کے فاصلہ کو شامل ہو۔ کیا یہ وقت پڑے کا حیلہ نہیں۔

(۱۸۱) پھر نفس معنی بین یدیه میں قرب ہو یا نہ ہو اذان و منبر میں مطلق قرب کا انکار کسے تھا۔ جس کے لئے آپ یہ زحمت اُٹھاتے اور ایک متفق علیہ بات کا اثبات مدنظر فرماتے۔ آپ کا تو یہ ادعا ہے کہ فتوی میں صرف تحقیق مسئلہ ہے نہ کوئی رد۔

(۱۸۲) اور یہ بھی سہی تو وہ آپ کے دعوے داخلِ مسجد کی دلیل کونسی عبارت ہوئی۔ عبارتیں بین یدیه یا عِندَ کی پیش فرمائیں یا اب پچھلی مت پر "قریبا منه" کی بھی ان سب کا محصل قرب ہی ہے یا کچھ اور۔ قرب کو آپ مان رہے ہیں کہ اس درجہ وسیع ہے جسے اب عبارتِ راغب میں آپ کو تسلیم کرنا پڑا۔ پھر عبارات میں داخلِ مسجد کا کونسا اشارہ رہ گیا۔ تصریح واضح تو بالائے طاق۔ بفرض باطل آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کرلیں تو یہ تو پیوند کی دلالت ہوئی۔ عبارات کی صراحت کدھر گئی اور وہ بھی ایسی کہ "مقام تشکیک باقی نہیں" پھر پیوند کی حالت وہ کہ اسکی مرہم پٹی پھر انھیں اقراری ناتمام ناکافی عبارات کے سر رہی۔ پیوند خود محتاجِ پیوند اور اسکا پیوند خاک کا پیوند۔

(۱۸۳) خیر سب جانے دیجئے۔ یہ تو بالائی باتیں ہیں فتوے کے اندر کی دیکھئے تو یہ

ساختہ معذرت یقیناً جھوٹی، وقت پڑے کی، اَن کہی ہے/، بھلا وہ کونسا دن تھا کہ آپ اسی بین یدیہ کے بھروسے معمول دخول کا ثبوت عبارت 'عالمگیری' سے دینے چلے تھے کہ "عبارت 'عالمگیری' اس پر نص ہے کہ بذلک جری التوارث" اگر آپکے زعم میں بَیْنَ یَدَی کا صریح منطوق وہ قربِ مخصوص نہ ہوتا بَیْنَ یَدَی سے معمول دخول منصوص نہ ہوتا۔

(۱۸۴) نیز "آپ نے بین یدیہ کی حقیقت عرفی حسب تصریح علمائے ادب" قرب بتائی اور علمائے ادب میں امام راغب کی عبارت دی تو یہاں عبارتِ راغب میں قطعاً عرفی مراد لیا نہ مطلق۔ ورنہ وہ عبارت حقیقتِ عرفی پر دلیل نہ ہوتی اور قربِ عرفی آپ کے نزدیک کیا ہے؟ وہ جو آپ اسی فتوے میں چند سطر بعد لکھ رہے ہیں کہ "جواز ان صحن مسجد بلکہ دروازے کی باہر ہوگی اس پر محاورہ عرب میں قریبا من الخطیب کا ہرگز اطلاق صحیح نہیں۔" تو ثابت ہوا کہ آپ کے نزدیک عبارتِ راغب کا مفاد یہی قربِ مخصوص تھا اور اسی لیے اسکے وہ دونوں فقرے قطع برید کے حوالے فرمائے۔ پھر اب عدول نکول کس لئے۔

(۱۸۵) نیز اس کے دو سطر بعد پھر اسے "خلاف عرف علمائے ادب" کہا علمائے ادب کون تھے وہی امام راغب۔ کہہ کہہ کر مکرنا کیسا۔ برادرم! کوئی اور ہوتا تو میں یوں کہتا۔ ؎

چقدر بدشت وحشت بہ پیت دویدہ ام من
چقدر رمیدۂ تو چقدر رسیدہ ام من

انھیں اوندھی توجیہوں، انھیں اندھی کہہ مکرنیوں پر جناب کو یہ ناز ہے کہ مجھ سے فرماتے ہیں۔

"فتوائے بدایوں کی اردو منظر اسلام ہی کے کسی طالب علم سے پڑھ لیتے۔ اگر شمس العلوم کی شاگردی سے عار تھی۔"

فتوائے بدایوں کی اردو خود اس کے مفتیوں کی سمجھ میں تو آتی نہیں ورنہ ہمیں اگر کوئی حق بات بتائے۔ نہ کسی کی شاگردی سے عار، نہ دُھنے جُلا ہے منہار کو معارکِ علمیہ میں اپنا اگوا بنانے پر افتخار۔

قولہٗ۔ "اس خاص قرب کا اثبات اس عبارت سے مدنظر ہوتا تو یہ فقرہ بعد کو کیوں لکھا جاتا۔ اب یہاں قرب سے وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علمائے اہلِ سنت ہے۔"

اقول۔ (۱۸۶) اولاً۔ یہی فقرہ تو ہانکے پکارے کہہ رہا ہے کہ اُس عبارت سے وہ خاص قرب ہی آپ کا مدنظر تھا۔ آپ بَیْنَ یَدَی پر دو عبارتیں لائے۔ ایک امام راغب کی وہ مطلق بَیْنَ یَدَی میں ہے دوسری 'کشاف' 'مدارک' کی وہ مقید بالجلوس میں ہے۔ پھر اس معمول دخول پر سند دی عبارت 'عالمگیری' جس میں بین یدیہ بلا قید "جلست" ہے تو جب تک عبارتِ راغب کو اس خاص پر محمول نہ کیا عبارت 'عالمگیری' سے استناد جنون خالص ہوتا جو آپ کی شان سے ورا ہے۔

(۱۸۷) ثانیاً۔ اب عبارت امام راغب کو آپ ناکافی اور اپنے مدعا کے لیے نامفید مانتے اور اس کی تکمیل اس تقریرِ معمول پر رکھتے ہیں۔ مگر آپ نے ابھی ابھی نصف صفحہ اوپر جو اپنے فتوے کی تلخیص کی۔ اور روشن اور اپنی سب سے بڑی برہان کہہ کر پیش فرمائی اس میں یہ مضمون کہ "اب یہاں قرب سے وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علماء ہے" خود ہی حذف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک آپکی برہان بے اس پیوند کے روشن و تام ہے۔ اب قاہر ولا حل الزام دیکھ کر اُس پر ناتمامی اور اس پر تکمیل کا اتہام ہے۔

قولہٗ۔ "اگر اسی کا نام خیانت وقطع برید ہے تو آپ خود اس کے مرتکب ہیں۔ امام راغب کی عبارت یوں نہیں کہ وَعَلیٰ ھٰذا قَوْلُهٗ بَیْنَ اَیْدِیْنَا بلکہ اس طرح ہے کہ وَعَلیٰ ھٰذا قَوْلُه عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ قَالَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَ مَا خَلْفَنَا۔"

اقول (۱۸۸)۔اسی کو عناد کہتے ہیں۔آپ نے اپنے مضر فقرے حذف کیے۔یہ قطعاً قطع برید وخیانت ہے۔اور زائد از حاجت کی تلخیص جو ہم نے کی۔تمام علماء آج تک کرتے آئے ہیں۔حتی کہ صحیح بخاری شریف کی سب میں پہلی حدیث میں موجود ہے۔

قولہٗ۔"یہاں ہمارا مضر کون سا فقرہ تھا۔"

اقول۔(۱۸۹)۔وہ جو گنا دیے اور آپ مان گئے کہ یہ آپ کے مدعا قربِ مخصوص کو ہزاروں منزل دور پھینکنے والے ہیں۔برادرم! مکابرہ کی نہیں بدی۔

قولہ۔"اشتہار اباطیل کا مطلب آپ کی سمجھ میں نہ آیا۔اس میں یہ صورت ہے کہ عبارت کے درمیان سے کوئی مضر جملہ نکال دیا جائے وہ صورت کہ عبارت کا آخر چھوڑ دیا جائے۔چودھویں مکیدہ میں ہے"

اقول۔(۱۹۰)۔یہ فقرے عبارتِ راغب کے درمیان ہی میں تھے۔آخر عبارت کا وہ فقرہ ہے جس کی کتر کا اعتراض آپ پر سوال ہفتم میں ہے۔وہاں آپ پر آپکے اشتہار اباطیل کا چودھواں ہی وارد کیا ہے اور اگر مطلب یہ ہے کہ صرف درمیان سے حذف ہو آخر کا منقول ہو تو یہ آپ کے اشتہار اباطیل کی خام بیانی ہے۔سترھویں مکیدہ میں اسکی عبارت صرف اتنی ہے کہ "نقل کرنا عبارت کسی کتاب کا اور اُس میں سے جو فقرہ مضر اپنے ہو حذف کر دینا۔" یہ عبارت آپکی ان قطع بریدوں پر ضرور صادق ہے اور نہ سہی تو اس سے آپ پر سے کچھ الزام تو ہلکا ہو نہ جائے گا۔کیا درمیان سے چھوڑتے تو کبیرہ گناہ تھا۔آخر سے کتر بیونت کی تو صغیرہ ہوا۔

(۱۹۱) آپ تو بزعم خود زوائد سے اتنے نفور ہیں کہ "عِندَ ہوا تو کیا؟ نہ ہوا تو کیا؟" اب یہاں کہئے کہ درمیان سے کتری تو کیا آخر سے کتری تو کیا؟ ہر طرح کتری۔

مدرسہ خرما کی اور شدید تحریفین کہ وہابی تحریفات کے بھی کان کتریں

چہارم ہمارے سوال ۷ کے متعلق: یہیں عبارت امام راغب کے آخر میں بَیْنَ یَدَی کے دوسرے معنی صرف تقدم بلا قید قرب بتائے تھے کہ "لا بالذی بین یدیہ ای مقدما لہ" فتوائے بدایوں نے یہ بھی کتر لیا کہ یہ اس پر سخت تر تھا۔ اگلے دونوں فقروں نے قرب تو لگا رکھا تھا اگرچہ لاکھوں کوس ہزاروں برس پھیلا ہوا۔ اس دوسرے معنی نے قید قرب بھی اُٹھا دی اور ہمارا دعوے کہ بَیْنَ یَدَیْ دونوں معنی پر آتا ہے اور دونوں قرآنِ عظیم میں موجود۔ صاف روشن فرما دیا اور 'بدایونیہ' کا ادعا کہ نہیں بلکہ وہ عرفاً معنی قرب ہی سے مخصوص ہے مردود کر دیا۔ 'بدایونیہ' اس کے دو جواب فرماتی ہے۔

"اولاً۔ یہ خود جناب (یعنی ایں جانب) کی تصریح کے خلاف ہے کہ "ہر چیز جو پیشِ نظر ہے اسے بَیْنَ یَدَی کہتے ہیں اور عادۃً شرائط ابصار سے قرب بھی ہے تو ہر مرئی قریب اس سے صاف ظاہر کہ بَیْنَ یَدَی میں قرب کا لحاظ ضرور ہے۔"

اقول۔ برادرم کیا تحریف کا وہ ملکہ ہے کہ جناب کی تحریر شہرِ تحریف کی ملکہ ہے۔ آپ ائمہ کے کلام میں تحریفیں فرمائیے۔ اپنے کلامِ سابق میں تحریفیں فرمائیے۔ ہم غریبوں کو تو معاف رکھئے۔

مسلمانو! ہمارا رسالہ 'تعبیر خواب' ملاحظہ ہو اسکے سوال ۳۷ میں ہے۔

"فی الواقع زبان عرب میں بین یدیہ دونوں معنی پر بولا جاتا ہے۔ دونوں عرفِ عرب ہیں۔ دونوں قرآنِ عظیم کی بکثرت آیات میں وارد۔"

پھر سوال ۳۹ میں ہے۔

"معنی قرب لیجئے تو ہم نے اکابر ائمہ کی تصریحیں گزارش کر دیں کہ ہر چیز جو پیش نظر ہو اسے بَیْنَ یَدَی کہتے ہیں اور عادۃً شرائط ابصار سے قرب بھی ہے تو ہر مرئی قریب۔"

ہمارے کلام کا صاف مطلب تھا کہ اول تو بَیْنَ یَدَی میں لحاظ قرب ضروری نہیں وہ دونوں معنی پر آتا ہے اور خود فتوائے بدایوں کو دونوں معنے پر آنا اور آیاتِ کریمہ میں وارد ہونا مسلم۔ تو بحال احتمال مستدل کا یہ کہنا کہ اس دوسرے معنی کی یہاں ''کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں۔'' دأب احتجاج و دائرۂ عقل سے خروج ہے۔ مستدل مدعیِ تعیین محتاجِ تصریح ہے۔ عدم تصریح اسے کیا نافع۔ ثانیاً۔ اگر معنی قرب لیجئے جب بھی وہ تمہیں کچھ نافع نہیں کہ حسب تصریح ائمہ اس کا قرب حد نظر تک پھیلا ہوا ہے۔ نہ کہ اتنا تنگ کہ صحنِ مسجد سے باہر قدم رکھتے ہی فنا ہے۔

اب اس کامل حیادار پچھلی 'بدایونیہ' نے تو (۱۹۲) اول تو وہ ہمارا نصِ صریح کہ دونوں معنی ہیں۔ دونوں عرفِ عرب ہیں۔ دونوں قرآنِ عظیم میں وارد ہیں ہضم فرمایا۔ (۱۹۳) پھر سوال ۳۹ کے صدر عبارت سے وہ شرطیہ کہ معنی قرب لیجئے تو ایسا ہے نوش جان بنایا (۱۹۴) اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہم پر افترا جمایا کہ آپ تصریح کر چکے ہیں کہ ''بَیْنَ یَدَی میں قرب کا لحاظ ضرور ہے۔'' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مسلمانو! للہ! کیا یہ صورتیں حق طلبی کی ہوتی ہیں؟ کیا اہلِ حق ایسے کوتک کیا کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

برادر! جہاں ۳۹ ہضم ہوئے تھے یہ ۱۱ر بھی ہو جاتے تو واللہ العظیم اس سے لاکھ درجے بہتر تھا کہ آپ جیسے تقدس مآب دین الٰہی میں فریب عوام کو ان حرکات کا ارتکاب فرماتے۔ مگر حمد اسکے وجہ کریم کو جس نے چاہا کہ عوام پر بھی حق واضح فرمادے وہ بیچارے علمی مباحث کیا سمجھتے مگر یہ تحریفیں یہ اختراع یہ افترا تو دیکھ لیں گے اور خدا نے ایمانداری سے حصہ دیا تو سمجھ لیں گے کہ کون باطل پر ہے کون اپنی ہٹ پالنے میں ان ناگفتنی حرکات کا محتاج ہے۔ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔

خیر جناب کا ایک جواب تو یہ ہوا۔ پھر فرماتے ہیں۔'' ثانیاً کیا دلیل کہ اس تقدم میں قرب شامل نہیں۔ یہ صرف دعویٰ ہے۔''

اقول (۱۹۵) برادرم! کہہ دیا تھا کہ'' کچھ لکھئے تو آئینہ سامنے رکھ لیجئے کہ آپ کو یادرہے کہ آپ کون ہیں۔'' آپ نے نہ مانی اور وہی دن پیش آیا۔ مدعی ہم ہیں یا آپ۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ بین یدیہ عرفاً صرف قرب کے لئے ہے تو آپ کو ثبوت دینا تھا کہ اگر چہ امام راغب مطلق تقدم بولے ہیں۔ مگر اس میں قرب شامل ہے نہ کہ اُلٹی آپ ہم سے دلیل مانگیں۔ برادرم وہی 'جامع الرموز' والی چال یہاں بھی کیوں نہ چل دی کہ'' امام راغب نے بعد قول مقدما له کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے۔ای قریبا منه کما فی 'جامع الرموز' وغیرہ'' دھن دھن غفار خانی صلاۃِ مسعودی اور آپ والی 'جامع الرموز' ع

انچہ ہر دو جہاں نیست دریں ہر دو بیابی

پنجم۔ یہاں تک تو ہمارا تیسرا سوال ہی ہضم فرمایا تھا اب جو طغرہ کی شلنگیں بھریں تو ۸۔۹۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳۔۱۴۔ ۱۵۔۱۶۔ ۱۷۔۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔۲۱۔ ۲۲۔۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸۔۲۹۔۳۰۔سب پھلانگ کر سوال ۳۱ کے متعلق: ائمہ کرام نے جو برابر تصریحیں فرمائی ہیں کہ "لَایُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِد" مسجد میں کوئی اذان نہ دی جائے اس بے پناہ وار سے جان بچانے کے لئے فتوائے بدایوں میں یہ حیلہ تراشا کہ'' اذانِ خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔''

اس پر ہمارا وہ اعتراض تھا جو اوپر گزرا کہ اذانِ خطبہ کو اطلاق اذان میں مثل اقامت بتا کر عموم اذان سے خارج کرنا قرآن مجید و حدیث حمید و اجماعِ امت سب کے خلاف ہے۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے۔

'' ذرا بتایئے تو کونسا لفظ ہے جس سے مفہوم ہو کہ اسے تغلیباً اذان بول دیتے ہیں۔ ہمارا مقصود

صرف اتنا ہے کہ کتب فقہ میں جو اذان کا داخلِ مسجد ہونا مکروہ لکھا ہے اس سے اذانِ پنجگانہ مراد ہے۔ اذانِ خطبہ کو وہ حکم شامل نہیں۔ اگر چہ اذانِ خطبہ حقیقۃً یا مجازاً اذان ہو۔ دیکھئے فتوے میں صاف مندرج ہے کہ یوہیں اذانِ خطبہ بھی اس حکم مثل اقامت کے ہے اور حکم "لَایُـؤَذَّنُ فِـي الْمَسْجِد" بر بنائے عبارات بین یدیہ وعِندَو علی وقریباً اذانِ خطبہ کو شامل نہیں۔ پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ کسی طالبِ علم سے فتوائے بدایوں سبقاً سبقاً پڑھیے۔"

اقول۔ اولاً جنابِ والا فتوائے بدایوں تو خود مفتی صاحب ہی آج تک نہ سمجھے۔ ہم باآنکہ رد کر رہے ہیں۔ اسے حتی الوسع کلام مہمل ولغو محض ہونے سے بچاتے ہیں کہ غلط تو ہے ہی۔ جنون تو نہ ہو۔ اور آپ ہر بار اسے معنی سے معطل اور لغو ومہمل کر لیتے ہیں۔ آخر آپ تو فتوے کی حمایت کو اٹھے ہیں۔ پھر یہ کس لئے وہی سبب کہ آپ خود اب تک نہ سمجھے اور الفاظ بے معنی تھے کہ سوتے میں قلم سے نکل گئے۔ وہی ہمارا کہنا کہ "دونوں تحریریں خواب کی ہیں کہ استیلائے متخیلہ سے بیداری میں لکھنی یاد ہیں۔"

(۱۹۶) دیکھئے ہم نے عبارت امام راغب کو آپ کے کلام میں آپ کے دعوے پر دلیل قرار دیا۔ آپ منکر ہو بیٹھے۔ اور کانوں پر ہاتھ رکھ کر وہ توبہ کھینچی کہ حاشا وہ ہمارے[1] دعوے کو مفید نہیں۔ نہ ہم اسے اثباتِ دعوی کے لئے لائے تھے۔ ہم نے تو یوہیں اس سے ایک مہمل وناکارآمد بات مطلق قرب کا اثبات چاہا تھا جو لاکھوں کوس اور ہزاروں برس تک پھیلا ہو۔ یہاں بھی ہم نے آپ کے ادعا پر کہ اذانِ خطبہ کلیۃً فقہائے کرام "لایؤذن فی المسجد" سے خارج ہے۔ آپ کی تقریر دو دلیل ذلیل پر مشتمل ٹھہرائی۔ ایک یہ کہ اس پر اطلاقِ اذان ایسا ہے جیسا اقامت پر تو وہ حقیقۃً فرد

---

[1] کاش اسی پر خیر گزرتی۔ جہاں دس مخل کہیں ایک مہمل بھی سہی۔ بلکہ مہمل مخل سے غنیمت ہے۔ مگر اُسے مہمل ماننا تو اُن کا اقرار ہے۔ یہ ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ اس اہمال نے اُن کے اس دعوے کی تکذیب کردی کہ حنفیہ نے داخلِ مسجد کی تصریح کی ہے تو خود مہمل اور اُس سے ساری کارروائی مخل۔ ۱۲۔ منہ

اذان ہی نہیں کہ تحت عام داخل ہو۔ یہ فتوائے بدایوں کے اگلے فقروں کا محصل ہے۔

(۱۹۷) جنہیں آپ یہاں نقل میں اڑا گئے کہ "اذانِ خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔ اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔" دوسری یہ کہ اگرچہ وہ فرد اذان ہو مگر عبارات بین یدیہ وغیرہ دلیل استثنا ہیں۔ لہٰذا حکم "لا یؤذن" اسے شامل نہیں۔ یہ فتوے کے پچھلے فقرے کا حاصل ہے۔ جسے آپ نے یہاں نقل کیا۔

(۱۹۸) لیکن آپ پھر اپنی تقریر کو لغو و مہمل و بیہودہ و معطل بنا رہے ہیں۔ یعنی ہم نے تو فقط یہی پچھلی دلیل بر بنائے بین یدیہ و عِندَ والی کہی تھی۔ کیا خوب اور وہ پہلی کہ "اذانِ خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔ اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔" یہ کس نے کہی تھی۔ اگر یہ پچھلی ہی مراد تھی تو ان فقروں کو اس میں کیا دخل تھا۔ انکا لکھنا نرا مہمل و ہذیان ہوا۔

برادرم! بات یہ ہے کہ "مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ اخْتَارَ اَهْوَنَهُمَا" مخالفتِ قرآن و مخالفتِ حدیث و مخالفتِ اجماع کی بلائیں سخت تر تھیں۔ اُن سے بچاؤ کے لئے مخالفت عقل و تکلم بہزل و ہذیان بے اصل کی بلائیں آپ نے اوڑھ لیں۔ مگر مناظر کیوں ماننے لگا۔

(۱۹۹) مناظر تو الگ رہا اگر ایک شخص قرآن و حدیث و اجماع سب کا رد کرے اور جب اس پر گرفت ہو تو کہے ہم نے تو یو ہیں لغو بے معنی الفاظ بول دیے تھے۔ تو کیا یہ عذر مسموع ہو جائے گا۔ یوں تو پہلے بھی یہی عذر پیش ہو چکا ہے کہ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ۔ ہاں میں اپنے حد علم تک یہی جانتا ہوں جیسا عرض کر چکا ہوں کہ جناب سے براہِ نافہمی صادر ہوا بحال فہم ہرگز متوقع نہ تھا۔ آپ کا خیر خواہ دوست جو آپ کی تاویل کرتا ہے۔ اسے آپ مانتے ہیں اور خود نکالنی چاہتے ہیں وہ بن نہیں پڑتی اللہ رحم فرمائے۔

(۲۰۰) ثانیاً۔ یہ بر بنائے بین یدیہ وغیرہ اس اذان کا "لایؤذن" سے خارج ماننا کیا وہی مردود بات نہیں جس پر میرا سوال ۳۲ تھا۔ رد دیکھ کر آنکھیں بند کر لینا اور انھیں مردودات کو پھر پیش فرما دینا کونسا انصاف ہے؟ اب اپنے اس جبروتی حکم کا بھاؤ بتایئے کہ "اذانِ خطبہ کو وہ حکم شامل نہیں۔ اگر چہ حقیقۃً یا مجازاً اذان ہو۔"

(۲۰۱) جی ہاں مجازاً ہو تو وہی قہر، آفتیں، مخالفتِ قرآن و حدیث و اجماع کی نقد وقت ہیں۔ جزم سے بھاگ کر تجویز پر آئے۔

(۲۰۲) حقیقۃً ہو تو ایک تو اسکی وجہ کیا کہ عام کا حکم اسکے حقیقی فرد کو شامل نہ ہو۔

(۲۰۳) دوسرے حقیقی فرد پر مجازی سے استشہاد کیسا؟ یعنی بھلا حقیقی پر اطلاق سے حکم اسے کیوں شامل ہونے لگا۔ اطلاق بھلی چلائی وہ تو مجازی پر بھی ہوتا ہے۔ برادرم کچھ بھی عقل کی کہی۔ اجازت ہو تو ایک حکایت عرض کروں۔

نافع و جامع حکایت

کچھ لوگ سفر میں ہیں۔ بعض عربی بعض ہندی۔ ان میں ایک بدایونی مقدس بھی۔ راستہ ایک بیشۂ شیر پر ہو کر گزرا۔ لوگ بچ کر نکلے۔ یہ مقدس خاص جھاڑی کی طرف چلے اور اس کے دروازے پر جہاں سے شیر کا مدخل و مخرج تھا کھڑا ہونا چاہا۔ عربی نے منع کیا۔ "لَا تَذْهَبْ عِنْدَه" شیر کے پاس نہ جا۔ مقدس بولے عِند تو جب ہو کہ بیشہ کے اندر شیر کے متصل چلا جاؤں۔ آخر دروازے پر شیر کے سامنے کھڑے ہوئے۔ عربی نے کہا "لَاتَقُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ" اسکے سامنے نہ کھڑا ہو۔ مقدس (اپنے جی میں) عجیب بے محاورہ عربی ہے۔ بَيْنَ يَدَى دروازے تک کہاں دوڑ آیا۔ ہندی دوستوں نے کہا بھائی یہ شیر ہے۔ شیر سے بھاگنا چاہئے۔ مقدس بولے "اس پر لفظ شیر کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔ شیر کا اطلاق تو مردِ دلیر پر بھی آتا ہے۔" آگے جو گزری وہ انھیں مقدس

سے پوچھ دیکھئے۔ اگر جی بچے ہوں۔
ششم۔ ہمارے سوالات ۳۲۔۳۳۔۳۴۔۳۵ اُلانگ کر سوال ۳۶ کے متعلق فتوائے بدایوں میں "لَایُؤَذِّنُ فِی الْمَسْجِد" سے دوسرا جواب عجب العجاب یہ تھا کہ'' خاص اس اذان کے متعلق حکمِ کراہت داخلِ مسجد ثابت نہیں۔'' یہ انکا پادر ہوا عذر قابلِ ذکر بھی تھا مگر۔ ع

چہ تواں کرد مردماں ایند

یعنی حکم عام کسی خاص میں اس وقت مسلم ہو کر بالخصوص اُس خاص کا نام لے کر یہ صراحۃً ہر عام کی بیخ کنی بلکہ شریعت کا مطلقاً ابطال ہے۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کے جواب میں صرف اپنے فتوے کی اُس عبارت کو دوہرا گئی جس پر اعتراض تھا کہ

''ابھی بتادیا۔ پھر سنیے کہ حکم "لَایُؤَذِّنُ فِی الْمَسْجِد" بر بنائے عبارات مذکورہ اذانِ خطبہ کو شامل نہیں جبکہ کسی معتبر کتاب فقہ حنفی سے خاص اس اذان کے متعلق حکم کراہت داخلِ مسجد ثابت نہیں تو اس کا مقام متوارث قدیم سے باہر نکالنا چاہئے۔''

جنابا! یہ تو وہی عبارت فتویٰ ہے جس پر اعتراضات ہیں۔

(۲۰۴) توارث قدیم کو کہ ہزار بار گھر پہنچا دیا اس پر سوال ۵۰ تھا جسے ہضم فرمایا (۲۰۵) بر بنائے عبارات زعم خروج پر سوال ۳۲ تھا اسے نوش فرمایا۔ (۲۰۶) اس فقرۂ خاص پر یہ سوال ۳۶ تھا جواب میں پھر وہی فقرہ سنایا۔ اگر اسی کا نام جواب ہے تو ہر اجہل سا اجہل کسی امام اجل سے کبھی ہار نہیں سکتا۔ وہ اعتراض کرے یہ اپنی وہی بات جس پر اعتراض ہے دہرا دے۔ چلئے جواب ہو گیا۔ مناظر تو یہ کہے گا کہ دلالت عبارات مذکورہ و پشتی توارث دونوں کو جب میں رد کر چکا اور لاجواب رہا تو آپ کا یہ فقرہ پھر بے یار و مددگار رہا اور میرا سوال ۳۶ قائم۔ مگر میں تبرعاً اتنا اور گزارش کروں گا

کہ جناب نے یہاں بھی (۲۰۷) اپنی عبارت فتوی کی نقل میں ایک پس کتر لیا ہے۔ عبارت یوں ہے۔ ''پس جبکہ کسی معتبر کتاب الخ''

یہ پس اُس پیش یعنی دلالت عبارات مذکورہ پر بنا ہے۔ اور'' مقام متوارث سے نکالنا نہ چاہئے'' اس شرط'' جبکہ'' کی جزا ہے اور یہ شرط اور وہ بنا دونوں سے آپ ہی کے دعوے فنا۔ (۲۰۸) توارث قدیم ثابت ہوتا تو اس خاص پر حکم کراہت کی گنجائش ہی نہ تھی۔ نہ کہ اس سے باہر نہ نکالنا۔ اُس عدمِ ثبوت حکمِ خاص سے مشروط ہوتا کہ فوت شرط سے فوت ہوتا۔

(۲۰۹) اور عباراتِ مذکورہ اگر استثنا پر دال ہوتیں اور دلالت بھی کیسی واضحہ جسے آپ نے کہا کہ'' مقامِ تشکیک وخلاف باقی نہیں رکھا۔'' پھر خاص حکم کراہت کدھر سے آتا جس کے لئے مقام ہی باقی نہیں تو اُس دلالت پر تفریع کے بعد بھی اس'' جبکہ'' کا کوئی محل نہیں۔ لہٰذا اگر اپنا کام مہمل اور اپنے دعوے مختل ٹھہرانا نہ چاہئے تو سبیل وہی ہے کہ یہ ہر فقرہ دلیل مستقل ہے۔ اور'' پس'' اور'' جبکہ'' صرف اُنھیں ایک سلسلہ میں مسلسل کر دینے کو ہیں۔ اب وہ اگلے پچھلے عذر مدفوع تو تھے ہی سرے سے مقطوع ہو کر میدان صاف ہو گیا۔ اور کھل گیا کہ رد کے مقابل پھر اسی مردود کو دُہرا دینا نرا ہذیان تھا۔ ''فَافۡهَمۡ اِنۡ کُنۡتَ تَفۡهَمۡ''

ہفتم۔ ہمارے سوال ۳۷ کے متعلق: وہی فتوائے بدایوں کا بین یدیہ کے دونوں معنی ماننا اور تعیین معنی قرب پر وہ نفیس دلیل کہ یہاں دوسرے کی'' کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں'' اور ہمارا اعتراض کہ مدعی ومحتاجِ تصریح آپ ہیں۔ عدمِ تصریح آپ کو کیا نافع۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے۔

'' جب ہم بتا چکے کہ حقیقۃً وہ قرب ہی کے لئے آتا ہے تو معنی مجازی کی تصریح کی کیا

ضرورت؟ آپ اس کے مُثبت۔ لہٰذا وہ بار آپ پر۔ کچھ تو سمجھو۔"

برادرم! نہ آپ کبھی آئینہ سامنے رکھیں گے۔ نہ آپ کو مدعی و مانع میں تمیز ہوگی۔

(۲۱۰) یوں نہ کہیے کہ ہم بتا چکے۔ یوں فرمایئے کہ ہم ادعائے بے دلیل کر چکے۔ امام راغب نے بَیْنَ یَدَی کے دو معنی بتائے۔ ایک میں قرب۔ دوسرا اس کی قید سے خالی۔

(۲۱۱) کیا دلیل ہے کہ یہ دوسرا مجازی ہے۔ (۲۱۲) وہ بیان لغت فرمارہے ہیں اور لغت بیانِ حقائق کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ قاموس پر ایراد معانی مجازیہ سے علما نے اعتراض فرمایا۔

(۲۱۳) پھر آپ کو مسلّم کہ دونوں معنی پر قرآنِ عظیم میں مستعمل اور اصل حقیقت ہے بلا دلیل ادعائے مجاز کا کیا مجاز اور کون مُجاز؟ کچھ تو سمجھئے۔ دیکھئے ہمارے سوال ہفتم کے نہ سمجھنے نے سی و ہفتم بھی آپ کو نہ سمجھنے دیا۔

(۲۱۴) اور یہ کیا مزے کی کہی ہے کہ "آپ اسکے مُثبت"

برادرم! ہم آپکی تعیین توڑنے کے لئے احتمالِ دیگر پیدا کرتے ہیں یا اُس کے مثبت ہیں۔ یہ کس نے آپ کے گلے کا ہار مانع کے گلے میں ڈال دیا کہ آپ کو آپ کے آپ ہونے میں وہ دھوکا لگا جو مٹتا ہی نہیں۔ ہِنّقہ بیچارے کو بھی صرف تحیر ہوا تھا کہ "یا اخی انت انا فمن انا" ع

اے برادر تو منی من کیستم

آپ تو جزم کے درجے تک پہنچ گئے۔

(۲۱۵) پھر اُلٹی کہنے کی وہ خو کہ فرماتے ہیں "مجاز کی تصریح کی کیا ضرورت۔"

برادرم! یوں کہی ہوتی کہ مجاز[1] کے لئے تصریح کی ضرورت۔

ہشتم۔ ہمارے سوال ۳۸ کے متعلق: 'بدایونیہ' و 'آگریہ' دونوں نے اپنے مزعوم عرف کے مقابل آیاتِ قرآنیہ کو معاذ اللہ ٹکسال باہر کیا تھا۔ 'بدایونیہ' میں فرمایا۔

''بین یدیہ باعتبار حقیقتِ عرفی قرب پر دلالت کرتا ہے اگرچہ حسب موقع معنی قرب سے خالی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیاتِ قرآنیہ میں بھی وارد ہوگیا ہے۔''

اور 'آگریہ' تو بہت صاف کھل کھیلی کہ

''آیات قرآنیہ سے استناد بیکار محض ہے۔ اس لئے کہ عرف میں قرب داخل ہے۔''

اس پر ہمارا اعتراض تھا کہ قرآنِ عظیم عرفِ عرب ہی پر اُترا ہے۔ جب تک نقل شرعی ثابت نہ ہو تو اُسے خلاف جاننا کیا معنی۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس پر ہر بار سے زیادہ نکھری اور طویل تقریر فرمائی۔ مگر خیر سے سراپا مہمل اور اُسی اصل مخترع عدم تفرقۂ مانع و مدعی پر مبنی۔ فرماتے ہیں۔

''کیا ہر موقع ومحل پر قرآنِ عظیم کے ہر محاورہ کا مراد لینا ضرور۔''

(۲۱۶) دیکھئے وہی اپنی اصل موضوع چلے کہ کیا ہر جگہ عِندَ کے معنی " بحیث یراہ" لینے کو تیار ہو۔ برادرم! آئینہ دیکھئے۔ آئینہ کون کہتا ہے کہ ہر جگہ قرآنِ عظیم کا ہر محاورہ مُراد لیجئے۔

(۲۱۷) کلام تو اس میں ہے کہ جب قرآنِ عظیم کے محاورے میں دوسرے معنی بھی موجود اور آپ کو مسلّم۔ تو آپ کس منہ سے بین یدیہ کی حقیقتِ عرفیہ کو ایک معنی میں منحصر کیے دیتے ہیں۔ یہ تو جب ہو کہ قرآنِ عظیم کو عرفِ عرب سے خارج کر دیجئے تو البتہ اسکی آیات سے عرف ثابت نہ ہوگا۔ اور معاذ اللہ 'آگریہ والی' کے طور پر وہ اس مقدمہ میں طومارِ بیکار ہو جائے گی۔

---

[1] نہیں بات یہ ہے کہ می تراود زلبش انچہ در آوند دی ست۔ وہاں تو اسی پر گزر ہے کہ مجاز کی تصریح کی کیا ضرورت جہاں چاہا معنی مجازی لے لئے۔ ۱۲۔ منہ

پھر فرمایا۔ ''عبارات 'راغب' 'مدارک' 'کشاف' سے ثابت ہو چکا کہ اکثر مواقع پر بین یدیہ باعتبار حقیقت قرب پر دلالت کرتا ہے۔''

(۲۱۸) 'کشاف' 'مدارک' کا تو نام نہ لیجئے ورنہ وہ دیکھئے سوال ۱۴۱ آپ پر وارد ہوتا ہے۔ جس کا جواب نہ دیا۔ نہ دے سکتے ہیں۔

(۲۱۹) راغب کے بارے میں سوال جناب پر بار ہے۔ قرب میں حصر حقیقت عرفیہ کی انکی طرف نسبت امام راغب پر افترا ہے۔

(۲۲۰) ہاں یہ ''اکثر مواقع'' اب کی آپ نے خوب لگالی۔ اوپر ابھی تو فرما چکے ہیں کہ ''حقیقۃً وہ قرب ہی کے لئے آتا ہے'' اگر اس اکثر سے یہ مراد۔ کہ بعض مواقع پر باعتبار حقیقت قرب سے خالی بھی ہوتا ہے جب تو امام راغب پر افترا سے بچے۔ مگر اپنی ساری چنائی آپ ہی ڈھائی کہ دونوں معنی حقیقت عرفیہ ٹھہرے۔ وہ حصر ٹوٹا۔ اور ہمارا سوال ۳۷ وغیرہ پورا جم گیا۔ اور اگر یہ محض برائے بیت ہے یعنی معنی حقیقی یہی ہیں اور اکثر انھیں میں استعمال۔ تو وہی افترا علی الراغب کی رغبت بحال۔

پھر فرمایا۔ ''ہاں بعض جگہ صرف محاذات پر دال اور آیاتِ کریمہ میں بھی وارد تو محاورۂ قرآن کریم سے عدول کہاں ہوا۔''

(۲۲۱) برادرم! یوں ہوا کہ بلا دلیل محض بزورِ زبان محاورۂ قرآن کریم کو خلافِ حقیقت مجازی ٹھہرادیا۔ ہاں ایک یہ ٹھکانے کی کہی کہ ''وہ بھی تو اسی کا محاورہ ہے۔''

(۲۲۲) اس ''بھی'' کو یاد رکھئے۔ جب دونوں اسی کے محاورے ہیں تو اُن میں ایک کو رجماً بالغیب حقیقت دوسرے کو مجاز ٹھہرادینا۔ یعنی چہ؟ آخر یہ بھی تو اسی کا محاورہ ہے۔

آگے گھبرا کر خلط مبحث کی ٹھہرتی ہے۔ فرماتے ہیں

''اگر وہ قرآنِ عظیم کا محاورہ نہ بھی ہوتا تو جب فقہائے کرام نے اس خاص مسئلہ میں معنی قرب کی تصریح فرمادی تو اُس محاورے کا مراد لینا آپ ہی کی فہمِ عالی میں آسکتا ہے۔''

(۲۲۳) برادرم! بھولنے بھٹکنے یا بدلنے مچلنے کی نہیں سہی۔ آپ نے یہ مان کر کہ بین یدیہ کے دونوں معنی آتے ہیں اور دونوں قرآنِ عظیم میں وارد ہیں۔ خاص معنی قرب کی تعیین پر دو دلیلیں پیش کیں۔

اول یہ کہ اگر چہ وہ دوسرے معنی بھی قرآنِ عظیم میں وارد'' لیکن یہاں اس امر کی کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں۔''

دوم ترقی فرما کر کلامِ فقہا سے معنی قرب کا ثبوت کہ'' بلکہ عبارات فقہ سے قرب مستفاد'' ہمارا یہ اعتراض آپکی دلیل اول پر ہے۔ اس میں آپ اپنی پچھلی کیسے داخل کیے لیتے ہیں۔ یہاں تک آکر اب وہ دلی پیچ وتاب ظہور کرتا ہے کہ'' قرآنِ عظیم کو خلاف عرف کس نے کس جگہ بتایا۔'' (۲۲۴) جناب آپ نے 'بدایونیہ' و' آگر یہ' دونوں میں۔ جیسا کہ ابھی گزارش کر چکا ہوں۔

آگے غصے کا پارہ اور نمبر چڑھا اور فرمایا۔'' آپ تو ایسے حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ کوئی بات ٹھکانے کی کہتے ہی نہیں۔ ذرا فتوائے بدایوں کے الفاظ پر غور کیجئے۔'' پھر اسکی وہی مہمل مختل عبارت لکھ کر فرمایا۔

''اس میں صاف تصریح ہے کہ معنی قرب حقیقت عرفی ہے۔ لیکن مجازاً کبھی عرف میں صرف محاذات پر بھی بولا جاتا ہے۔ اسکے معنی قرآن شریف کو خلافِ عرف سمجھنا آپکی سخن فہمی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔''

میں یہ سب تو ثابت کر چکا کہ ایک کو حقیقت دوسرے کو محض بزورِ زبان مجاز کہنا نری دھینگا مشتی ہے اور یہ کہ اُسے بھی محاورۂ قرآنِ عظیم مان کر حقیقتِ عرفیہ کے خلاف بتانا

ضرور محاورۂ قرآنِ عظیم کو خلافِ عرف کہنا ہے۔

(۲۲۵) مگر جناب یہاں اپنی تقریر میں یہ پچڑ لگایا چاہتے ہیں کہ وہ دوسرا مجازی بھی محاورۂ عرف ہی ہے تو قرآنِ عظیم خلافِ عرف نہ ہوا۔ مگر یہ تو اُلٹی ہو رہی۔ جب وہ معنی بھی عرفی ہیں تو وہ بھی حقیقتِ عرفیہ ہوئے۔ اسکے کیا معنی کہ ایک لفظ عرف میں دو معنی پر متعارف اور اُن میں ایک کو زبردستی حقیقتِ عرفیہ گڑھ لیا جائے اور دوسرے کو مجازِ عرفی کا خلعت دیا جائے۔ برادرم! میں تو نہ کہوں گا مگر آپ خود ہی اپنی عبارتِ شریفہ دوہرا لیجئے کہ آپ تو ایسے حواس باختہ ہو گئے ہیں کہ کوئی بات ٹھکانے کی کہتے ہی نہیں۔ فتوائے بدایوں کے ان لفظوں پر کہ "اگرچہ بعض آیاتِ قرآنیہ میں بھی وارد ہو گیا ہے۔" ایک برادرانہ تنبیہ یہ کی تھی کہ "ارشاداتِ قرانیہ کو ایسے مرے گرے لفظوں سے تعبیر کرنا کہ جیسا کہ بعض آیاتِ قرآنیہ میں بھی وارد ہو گیا ہے اور پھر اُس سے عدول کرنا کتنے برے معنی دیتا ہے۔ عدمِ قبول کی جگہ عرفاً ایسی طرزِ عبارت سے جو کچھ مفہوم ہوتا ہے نہ کہلوایئے۔"

پچھلی 'بدایونیہ' نے اس پر کیا ہی انجان بن کر فرمایا۔ "چہ خوش، کیا کہی ہے۔ اس میں مرے گرے الفاظ سے تعبیر کیا ہوئی۔"

(۲۲۶) جی فصحا سے پوچھئے۔ یہ قصباتی نائے نوئے نہیں۔

(۲۲۷) اور سنیئے تو اگر آپ کچھ نہ چرچے تھے تو صفحہ ۱۱ پر اپنی عبارت میں تصرف کرکے یوں کیوں نقل کی۔ "جیسا بعض آیاتِ قرآنیہ میں وارد ہوا ہے۔" وہ دیکھو جھلک دے گئی۔

پھر اپنی انجانی کا ثبوت دینے کو فرماتے ہیں۔ "اگر یہ مطلب کہ آیاتِ کریمہ وغیرہ ہونا چاہئے تو آپ اپنے الفاظ ملاحظہ کیجئے کہ قرآن وحدیث واجماعِ امت۔ الخ" اے سبحان اللہ!

(۲۲۸) بھلے مانس! ارشاداتِ قرآنیہ کا لفظ تو خود ہمارے اس کلام کے ابتدا ہی

میں واقع تھا۔ آپ کو اگر ان پُر مغز الفاظ کو سمجھنے کی استعداد ہوتی کہ ''عدم قبول کی جگہ عرفاً ایسی طرزِ عبارت۔الخ'' تو یوں انجان نہ بنتے۔

(۲۲۹) اور بفرض غلط یہی سمجھے جب بھی ہمارے الفاظ کی برابری کیونکر کی۔ کلام عدم قبول کی جگہ ہے وہ آپکے کلام میں ہے یہاں معاذ اللہ کون سا ارشادِ کریم قبول نہ کیا تھا کہ آپ ہمارے الفاظ ملاحظہ کرانے چلے۔

نہم ہمارے سوال ۳۹ کے متعلق: یہ وہی سوال تھا کہ معنی قرب لیجئے تو وہ بھی بتصریح اکابر ائمہ حد نظر تک وسیع۔ ہر مرئی قریب ہے۔ اس سے زیادہ میں خصوص محل کی دلالتِ خاصہ درکار جو آج تک کوئی صاحب نہ بتا سکے۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے۔ ''اول تو مطلق فرد کامل پر محمول ہوتا ہے۔''

اقول ۔ اولاً۔ (۲۳۰) بحمد اللہ تعالیٰ آپ کو تسلیم ہوا کہ بین یدیہ معنی قرب میں بھی جسے حقیقتِ عرفیہ بتایا تھا اس درجہ وسیع ہے۔ یہ فتوائے بدایوں کی برہان شکنی کو بس ہے۔

ثانیاً۔ (۲۳۱) کے کان تک بھی فرد کامل پر محمول ہونا پہنچ گیا اس سے کام نہیں کہ اس کا مطلب کیا؟ اور محل کیا؟ میں یہاں اس مسئلہ کی تحقیقِ بازغ بیان نہیں کرتا مجھے دے سیدنا امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد ہے۔ "یَسْتَفِیْدُ مِنْكَ عِلْمًا وَ یَتَّخِذُكَ عَدُوًّا" لہٰذا اجمالاً گزارش کہ حنفیہ کے نزدیک مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بلا ضرورت اسے مقید پر محمول کرنا ناجائز جانتے ہیں۔ تمام کتب اصول میں اسکی تصریح ہے۔ تنقیح وتوضیح میں ہے۔ " حُکْمُ الْمُطْلَقِ اَنْ یَجْرِیَ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ کَمَا اَنَّ الْمُقَیَّدَ عَلٰی تَقْیِیْدِہٖ " ولہٰذا قاعدہ شرعیہ ہے کہ وہ محل طلب میں ادنیٰ پر محمول ہوتا ہے کہ اسی قدر متیقن ہے۔ امام زیلعی 'تبیین الحقائق' میں فرماتے

ہیں۔" هٰذَا اَقْرَبُ اِلَى الْقَوَاعِدِ الشَّرْعِيَّةِ فَاِنَّ الْمُطْلَقَ يَنْصَرِفُ اِلَى الْاَدْنٰى عَلٰى مَا عرف فِيْ مَوْضِعِه"

(۲۳۲) فرد کامل پر حمل بے دلیل خاص نہ ہوگا۔ 'منحۃ الخالق' میں ہے۔

" اَلْمُطْلَقُ فِيْ بَابِ الْاَمْرِ وَ النَّهْيِ يَنْصَرِفُ اِلَى الْاَدْنٰى لِاَنَّهُ الْمُتَحَقَّقُ اَمَّا الْاَعْلَى الْكَامِلُ فَيَحْتَاجُ اِلٰى دَلِيْلٍ خَاصٍّ"

(۲۳۳) یہ حمل بعد ورود اعتراض محل اعتذار میں کہا جاتا ہے۔ 'رد المحتار' میں ہے۔

" هٰذِهٖ عِنَايَةٌ يَعْتَذِرُ بِهَا عِنْدَ عَدَمِ التَّصْرِيْحِ بِالْقَيْدِ دَفْعًا لِلْاِعْتِرَاضِ الْمُعْتَرِضِ لِاَنَّ الْمُطْلَقَ كَثِيْرًا مَا يُرَادُ مِنْهُ اِطْلَاقُهٗ بَلْ هُوَ الْاَصْلُ فِيْهِ كَمَا فِيْ كُتُبِ الْاُصُوْلِ"

(۲۳۴) ثالثاً۔ کامل سے اضافی مراد تو کنارۂ صحن یقیناً اور اسے اقرب ہے اور حقیقی مقصود تو لازم کہ مؤذن وقتِ اذان خطیب سے سینہ بسینہ وصل ہو کہ فرد کامل یہ ہے۔

(۲۳۵) رابعاً۔ آپ سوال ۴۲ و ۴۳ کے جواب سے گریز نہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ نظر شرع مطہر (۲۳۶) و عرف فقہائے کرام میں قرب مطلق کے کیا کیا محمل ہیں۔

(۲۳۷) خامساً۔ آپ سوال ۴۴ کے جواب سے گریز نہ فرماتے تو آپ پر کھل جاتا کہ یہاں کنارۂ صحن ہی فرد کامل حقیقی ہے جس سے آگے اصلا گنجائش نہیں۔

پھر فرمایا "دوسرے ہر جگہ قرب خاص کے لئے قرائن خاصہ ہوتے ہیں۔ بہت مقامات پر عرف قرب[1] کا حد مقرر کرتا ہے۔"

اقول۔ (۲۳۸) اولاً۔ اوپر عرض کر چکا ہوں کہ یہاں نظر شرع کے اعتبار پر مدار، آپ کا خانگی عرف بیکار۔ ثانیاً۔ وہ عرف ہی بولیے جو یہ حد مقرر کرتا ہے۔

---

[1] زہے فصاحت قرب کا حد اور اوپر صفحہ ۱۰ پر اپنی برہان کو فرما چکے ہیں سب بڑا برہان ہے۔ ہاں بڑی ہو کر مذکر ہو گئی ہو جیسے ناک مؤنث ہے اور بڑی ہو تو ناکڑا مذکر۔ ۱۲۔

اس پر فرمایا۔ ’’اسی کے متعلق فتوے میں تھا اب یہاں وہ قرب مراد ہوگا جو معمول علمائے اہلِ سنت ہے۔‘‘

(۲۳۹) جی کب سے (۲۴۰) اور کیا ثبوت۔ ثبوت یہ ہے کہ عبارت ’عالمگیری‘ نص ہے۔ اُس میں کیا ہے۔ بین یدیه ، بین یدیه کو مان رہے ہیں کہ اس درجہ وسیع ہے۔ غرض دَور آپ کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔

پھر فرمایا۔ ’’تیسرے الحمدللہ کہ آپ نے یہاں قرب تسلیم تو کیا آپ کے پدر بزرگوار تو اپنے فتوے مطبوع تحفہ حنفیہ میں فرماتے ہیں کہ "بین یدیه سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے "یعنی جو چیز منھ کے مقابل ہو خواہ کتنے ہی ہزار گز فاصلے پر ہو اس کو بین یدیه کہیں گے۔ دیکھا ہیبتِ حق اس کو کہتے ہیں۔ آخر مجبوراً ماننا ہی پڑا۔‘‘ یہ وہی ہم پر افترا اور ہمارے کلام میں تحریف اور ڈبل قطع برید ہے۔

(۲۴۱) ہمارے سوال ۳۷ کی صریح تصریح کہ ’’بین یدیه دونوں معنی پر ہے۔ دونوں عرفِ عرب ہیں۔ دونوں قرآنِ عظیم کی بکثرت آیات میں وارد۔‘‘ یہ سارا ہضم۔

(۲۴۲) پھر سوال ۳۹ کی ابتدا میں ہمارا کہنا۔ ’’معنی قرب لیجئے۔‘‘ تو یہ ہے یہ شرط ہضم اور مجبوراً نہ ماننے کا ہم پر اتہام۔ یہ ہمارے اس اعتراضِ قاہر کا منھ چڑایا ہے جو ہم نے فتوائے بدایوں کی اس نزاکت پر کہ ’’بین یدیه حسب موقع معنی قرب سے خالی صرف محاذات پر دال ہوتا ہے۔ جیسا کہ بعض آیات میں بھی وارد ہوگیا ہے۔‘‘ بایں الفاظ وارد کیا تھا کہ ’’الحق حق کی صولت ایسی چیز ہے کہ منوا ہی چھوڑتی ہے۔ فی الواقع زبان عرب میں بین یدیه دونوں معنی پر۔ الخ۔‘‘

(۲۴۳) آپ نے چاہا کہ ہم بھی ایسی ہی کہہ دیں۔ اگر چہ دن دہاڑے صریح تحریفوں، خیانتوں، مکابروں سے۔ ع

اوگمان بردہ کہ من کردم چواو

برادرم! منوا چھوڑنا اسے کہتے ہیں۔

جیسے اولاً۔ آپ کو مانتے بنی کہ بین یدیہ دونوں معنی پر آتا ہے۔ دونوں پر قرآن کریم میں وارد۔

ثانیاً۔ مانتے بنی کہ دونوں معنی عرفی ہیں۔

ثالثاً۔ مانتے بنی کہ عبارتِ راغب مطلق قرب میں ہے۔

رابعاً۔ مانتے بنی کہ قربِ عرفی میں نہایت وسیع ہے۔

خامساً۔ مانتے بنی کہ حد خاص بہ اقتضائے خصوص محل معین ہوگی۔ اب اتنی بات رہ گئی کہ یہاں خصوص محل کا اقتضا یہ ہو یہ نہ بتا سکے۔ نہ بتا سکیں۔

(۲۴۴) غرض جو کچھ ہم نے کہا تھا سب ماننا پڑا۔ مگر نتیجہ دیتے وقت وہی اوندھی۔ اس کا کیا علاج؟

(۲۴۵) اور اس ضیق نطاق بیان کو تو دیکھئے کہ ''خواہ کتنے ہی ہزار گز کے فاصلہ پر'' سمجھ لئے کہ اس سے بڑھ کر بُعد کیا ہوگا۔ فتوائے مبارکہ میں ''منتہائے جہت تک'' فرمایا تھا یہ آپ نے اُسکی تعبیر کی۔ اے جناب! کتنے ہی ہزار منزلوں کے فاصلے پر بھی قرب ہی ہے۔ جبکہ شی پیش نظر ہو۔ قرآنِ عظیم کی نہ سنی کہ آسمان کو ہمارے بَیْنَ یَدَیْ فرما رہا ہے جو یہاں سے پانسو برس کی راہ پر ہے اور یہ اُسی قربِ رویت میں داخل۔ مگر ہاں قرآنِ عظیم کو تو آپ پہلے ہی طومار بیکار فرما چکے ہیں۔

دہم ہمارے سوال ۴۰ کے متعلق: عرف عرف کی بیجا پکار پر ہم نے ایک یہ رد کیا تھا کہ عرفِ عرب کے جاننے والے صحابی اہلِ زبان سے زیادہ کون؟ وہ '' علی باب المسجد '' کہ بَیْنَ یَدَیْ فرما رہے ہیں تو انکار و تغلیط اگر ردِ ارشادِ صحابی نہیں تو کیا

ہے؟اسی سے خصوص محل کا حال کھل گیا۔ پچھلی 'بدایونیہ' اس کا جواب فرماتی ہے۔

''اولاً۔ کسی حدیث کا تسلیم نہ کرنا یہی معنی نہیں کہ ارشاد کو رد کیا بلکہ کبھی اسکے حدیث ہونے میں کلام ہوتا ہے۔ نسبت صحیح طور پر ثابت نہیں ہوتی۔''

اقول۔ اولاً۔ برادرم! آپ تو پہلی 'بدایونیہ' کے حامی اور 'آگریہ' سے کانوں پر ہاتھ دھر کران جانگزا سوالوں سے جان بچانے والے تھے۔ دیکھئے گتکے کے ہاتھ آپ کو پھر گھیر کر انھیں سوالات کے نیچے لے آئے۔

(۲۴۶) صحاح ستہ کی جلیل الشان کتاب کی صحیح حدیث کہ امام ابوداؤد وامام الائمہ ابن خزیمہ التزاماً اور امام بخاری کے استاذِ جلیل القدر امام علی بن مدینی تعمیماً جس کی تصحیح فرمائیں اور کسی امامِ معتمد سے اس کی تضعیف منقول نہیں۔ کیا فقط آپ کے زبانی اتنا کہہ دینے سے کہ ''اسکے حدیث ہونے میں کلام ہے۔ نسبت صحیح طور پر ثابت نہیں۔'' رد ہو جائے گی۔ یا اسی قدر پر آپ ردِّ ارشاد کے الزام سے بچ جائیں گے۔

(۲۴۷) یوں تو ملحدوں کے لئے آپ نے اچھی گلی کھولی۔ تمام احادیث کو رد کر دیں اور الزام سے بچنے کو اتنا کہہ دیں کہ ''اسکے حدیث ہونے میں کلام ہے۔ نسبت صحیح طور پر ثابت نہیں۔''

(۲۴۸) ثانیاً۔ یہاں محاورے میں کلام ہے۔ صحت حدیث سے قطع نظر آج تک شراح میں کسی نے اس پر یہ کلام کیا کہ اس حدیث کا مضمون ہی سرے سے خبط ہے۔ " عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ" کو ''بین یدیہ'' کہنا صحیح نہیں۔

(۲۴۹) نہیں نہیں بلکہ اکابر ائمہ وجہابذ ادب وعربیت اس اذان کو بَیْنَ یَدَی مان کر زمانہ رسالت وخلافت میں عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ مانتے آئے۔ تفسیر کبیر و نیشاپوری وخازن و 'کشاف' وخطیب شربینی وجمل وکشف الغمہ کے پنے اوپر دے چکا

ہوں۔ اسی فہرست میں امام حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری بھی شامل کر لیجئے۔ اسی بَیْنَ یَدَی کی حدیث کو فرماتے ہیں۔

واجب الملاحظہ

”فِیْ سِیَاقِ ابْنِ اِسْحٰقَ عِنْدَ الطِّبْرَانِیْ وَ غَیْرِہٖ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ اَنَّ بِلَالًا کَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُؤَذِّنُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ۔“

بفرض غلط۔ مانا کہ آپ ان سب اکابر سے بڑھ کر حدیث کے نبض شناس ہیں۔ آپکے نزدیک اُسکی نسبت صحیح طور پر ثابت نہیں بلکہ اسکے حدیث ہونے ہی میں کلام ہے۔ یہ اکابر اپنی کم علمی سے اُسے مستند مانتے آئے۔ مگر یہ تو کہیے کہ اُنھیں اتنی بھی نہ سوجھی کہ جواذ ان بَیْنَ یَدَی مانی ہوئے ہے۔ اُسے ہم علی باب المسجد کیسے مانے لیتے ہیں۔ کیونکہ مدرسۂ خرما اور نیز رامپور و دیو بند میں رائے پاس ہو چکی ہے کہ بَیْنَ یَدَی کا دروازے تک جانا محال اور دونوں کا اجتماع باطل خیال۔

افسوس! کیا ناسمجھ دنیا ہے کہ ایسوں کو تو حدیث وادب دونوں کا امام جان رہی ہے اور مدرسہ خرما والوں اور انکے ساتھیوں ان چودھویں صدی کے اماموں کو محدث وادیب تک نہیں مانتی۔ جنھوں نے حدیث وادب دونوں میں اُنکی فاحش غلطیاں بکھان کر رکھ دیں۔ جن میں وہ صدہا سال سے آلودہ تھے۔

مسلمانو! ایمان داری سے کام لیا جائے تو اتنی ہی بات فیصلہ کو بس ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولِ حق کی توفیق دے۔ آمین۔

پھر فرمایا۔ ”ثانیاً۔ علی الباب اس معنی میں صریح نہیں جو قرب کے منافی ہو۔“

اقول۔ (۲۵۰) اولاً۔ دیکھئے مان مان کر پھر وہی پاؤں پھیلائے یا تو قرب کی وہ وسعت تھی یا دروازے تک جانا قرب کے منافی ہو گیا۔

(۲۵۱) ثانیاً۔ تاویل بھی کیجئے جب بھی آپکے قربِ مزعوم کے ضرور منافی۔ ورنہ سوال ۲۸ کے جواب سے کیوں بھاگے۔

قولہ۔ ''آپ مستدل ہیں اور مستدل کا منصب رفع احتمالات۔ لکھتے وقت اپنا منھ آئینے میں دیکھ لیا کیجئے۔''

اقول۔ (۲۵۲) اولاً۔ ہم حدیث سے جتنی بات پر مستدل ہیں برابر ائمۂ اکابر اس سے وہی ثابت مانتے آئے۔

(۲۵۳) اور یہ جناب کی تمیز داری ہے کہ حقیقت کے مقابل بلا دلیل احتمال مجاز کو منافیِ استدلال جانیں۔ نہیں نہیں جو حقیقت چھوڑ کر مجاز پر حمل کرے وہی مدعی ہے اُسی پر بارِ ثبوت ہے۔ ورنہ نصوصِ شرعیہ سے امان اُٹھ جائے۔

(۲۵۴) تمام بد مذہب یہی تو کرتے ہیں کہ حقیقت چھوڑ کر مجاز کو اُڑ گئے۔ عام میں بلا دلیل تخصیص کر لی۔ مطلق میں بلا ثبوت قید بڑھا دی۔ جو آج سب اذانی حضرات کر رہے ہیں کہ ''علی باب المسجد'' میں علیٰ بمعنی عِندَ۔ مسئلہ سرقہ میں فقہانے ''عِندَہ ربہ'' مجازاً کہہ مارا۔ ''لایُؤذَّنُ فی المَسجِد'' سے اذان جمعہ مخصوص ہے۔ ''یکرہ الاذان فی المسجد'' اذان پنجگانہ سے مقید ہے۔

برادرم! ہم نے سوال ۲۶ کا آئینہ آپ کے منھ دیکھنے کو رکھ دیا تھا۔ مگر آپ آنکھیں بھی کھولیں۔

(۲۵۵) ثانیاً۔ سب جانے دیجئے۔ اپنی ہی تصریح لیجئے۔ وہ آپ نے کیا کہا تھا۔ کہ ''جب ہم حقیقت بتا چکے تو معنی مجازی کی تصریح کی ضرورت؟ آپ اس کے مثبت لہٰذا وہ بار آپ پر۔ کچھ تو سمجھ'' کیوں کچھ سمجھے کہ حقیقت کے بعد احتمال مجاز کا رفع ذمۂ مستدل نہیں جو اُس کا مثبت ہو بارِ ثبوت اُس پر ہے۔ افسوس! کہ آپ کو اپنا ہی آئینہ نظر نہیں آتا۔

پھر فرمایا۔'' ثالثاً۔ دروازہ کا خارج ہونا کیا ضرور۔ کیا کوئی انجیری قاعدہ یا شرعی مسلّمہ مسئلہ ہے یا آپ کا صرف خیالی ڈھکوسلا۔''

اقول۔(۲۵۶ و ۲۵۷) یہ کیا مردانگی ہے کہ آدمی قاہر رد کی ضرب کھا کر اُسے تو ہاتھ نہ لگائے اور پھر وہی مردود پیش کردے۔ کیا ہمارے سوال ۲۹ و ۳۰ سے اسی دن کے لئے بھاگے تھے کہ سب کچھ سنیں اور پھر مرغے کی ایک ہی ٹانگ۔ اُن کو پھر دیکھئے وہ آپ کو بتادیں گے کہ ہاں یہی عقلی حکم اور یہی شرعی مسئلہ مسلمہ اور اس کا خلاف آپ کا خیالی ڈھکوسلا۔ جس میں آپ کے طائرِ وہم کا گھونسلا۔ وَ لَا حَـوْلَ وَلَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم۔

یازدہم۔ اب پھر ہمارے سوالات ۴۰ و نیز ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ پانچ سے چوکڑی بھر کر سوال ۴۵ کے متعلق:

فتوائے بدایوں میں جو بر بنائے عبارات عِندَ وغیرہ اذان جمعہ کا'' لایؤذن فی المسجد'' سے خارج ہونا مانا۔ ہم نے اس پر وہ دَور ثابت کیا جس کا بیان فصل اول میں گزرا۔ پچھلی 'بدایونیہ' کو کچھ بن نہ پڑی اور عوام کے بہلانے کو اپنی وہی مردود بات لفظ بدل کر دوہرادی اور جواب کا نام ہوگیا۔

فرماتے ہیں۔'' کہاں خاص و عام کا تعارض اور خاص کا مرجح ہونا اور کہاں دَور کے دائرے۔ اکثر ایک عام حکم لکھ دیا جاتا ہے۔ دوسرے مقام پر اس میں سے بعض کی تخصیص کر لی جاتی ہے۔''

برادرم! وہ دو تحریریں تو سوتے میں تھیں یہ تیسری تو خواب سے بھی گزری ہوئی کسی اور عالم کی ہے۔

(۲۵۸) تعارض و ترجیح کے لفظ لکھ دیے کہ عوام سمجھیں کچھ کہی ہوگی۔ اور حقیقت

دیکھئے تو وہی بدایوں کا مینا بازار۔ جی ہاں حکم عام کیا ہے۔ "لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِد" کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے خاص کیا ہے۔ وہی اذان جمعہ پر حکم بین یدیہ وعِندَہ قریب ڈھاک کے تین پات۔

(۲۵۹) عام خاص تو ہو گئے۔ رہا تعارض اسی کے ماننے پر وہ دَور کا لاحل اشکال آپ پر وارد تھا۔ اس کا جواب کیا ہوا؟ یہی تو کہا تھا کہ یہ اُس حکمِ عام کے معارض جب ہوں کہ اذانِ جمعہ کے داخلِ مسجد ہونے کا اقتضا کریں اور یہ اقتضا جب کریں کہ داخلِ مسجد صالحِ اذان ہو اور وہ صالحِ اذان جب ہو کہ یہ اذان حکم " لَا یؤذن فی المسجد" سے خارج مانیں اور اُسے خارج کب مانیں جبکہ یہ داخل ہونے کا اقتضا کریں تو یہ اقتضا صلاحیت پر موقوف اور صلاحیت خروج پر موقوف اور خروج اقتضا پر موقوف تو اقتضا اقتضا پر موقوف نیز خروج خروج پر موقوف نیز صلاحیت صلاحیت پر موقوف کہ وہ تو دَور کا دائرہ ہے جہاں سے چلئے گا پھر گھوم کر وہیں آرہئے گا۔ برادرم! یوں کترانا، وار پر وار کو یوں ٹکرانا عوام کی نگاہ میں یوں کورے بن جانا آپ کی شان نہ ہونی چاہئے۔

قولہ۔ "کچھ یہ ضرور نہیں کہ اُس حکمِ عام کے ساتھ ہی تخصیص واستثنا ہو۔"

اقول۔ آپ کو تو اگر یہ دکھایا جائے کہ حنفیہ کے نزدیک تخصیص کا مقارن ہونا ضرور ہے متراخی نسخ ہے نہ تخصیص تو شاید آپ کو اسی کے جواب میں الٹی پیرنی پڑے۔

(۲۶۰) مگر یہ تو کہئے کس نے کہا تھا کہ یہاں تخصیص تو ہے لیکن عام کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا نامسلم۔ کہا تو یہ تھا کہ بین یدیہ وعِندَہ وقرب جن کو آپ مخصص بنانا چاہتے ہیں قطع نظر اُن مباحث قاہرہ سے جو اُنکے مفاد و معنی پر گزریں اور آپ کو بھی ماننی پڑیں۔ اگر ان کے معنی قربِ اکمل ہی میں محصور کر دیے جائیں جب بھی مفید تخصیص نہیں ہو سکتے۔ کہ قربِ اکمل تاحدِ صلاحیت ہے اور داخلِ مسجد بحکم "لَا یُؤَذَّنُ فِی

المسجد" حدِ صلاحیت سے خارج ہے۔ ورنہ وہی دَور سرِ گرامی پر سوار ہوگا تو یہاں سرے سے تخصیص ہی نہیں۔ ساتھ اور بعد تو بعد کا قصہ ہے۔ برادرم! بات کو اسکی جگہ سے پھیر کر یوں گھومے گھومے پھرنا آپ کی شان نہیں۔ یہ بھی اُسی دَور کی برکت ہے کہ دَور کو گھومنا لازم۔ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

جناب مولانا اور تمام علمائے اہلِ سنت سے اللہ عزوجل کے لئے ایک شہادت طلب

برادرم! اللہ واحد قہار عز جلالہ کے حضور جانا ہے۔ سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ. اے ایمان والو! خوب انصاف پر قائم بنو اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے اگرچہ اپنے ہی خلاف ہو۔

اگر آپ کے نزدیک اس آیۂ کریمہ کے حکم سے آپ ایسے ہے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے "لایؤذن فی المسجد" سے اذانِ جمعہ تو آپ جانیں اور آپ کا کام۔ ورنہ جناب سے جناب پر گواہی طلب ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ اور فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ. حق کی گواہی چھپانے والا سب سے بڑھ کر ظالم ہے۔ اس کا دل اندر سے گنہگار ہے۔ للہ للہ للہ! کیا یہ تحریر فقیر کے رسالہ کا جواب ہوگئی کیا میرے اعتراضاتِ قاہرہ اس سے دفع ہو گئے؟ کیا ان جوابوں میں حق پسندی و انصاف کی راہ لی گئی۔ کیا عوام کے سامنے نام جواب کرنے کو صریح مکابرہ و تعصب کی گلی نہ چلی گئی۔ کیا واضح نہ ہوگیا کہ جناب جانبِ باطل ہیں اور یہ فقیر حق پر۔ اور اگر آپ تین آیتیں سن کر بھی گواہی چھپائیں تو فقیر حقیر وہی تینوں آیاتِ کریمہ تمام سنی بھائیوں، اہلِ علم کو یاد دلا کر امورِ مذکورہ پر گواہی

چاہتا ہے۔ سب سنی تو ساکت عن الحق نہ ہونگے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ۔ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا یُعِیْدُ ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الْحَمِیْدِ الْمَجِیْدِ وَ اَفْضَلُ الصَّلَاۃِ اَکْمَلُ السَّلَامِ مِنْ اَزَلِ الْآزَالِ اِلٰی اَبَدِ الْآبَادِ ، عَلٰی نَاصِرِ الْحَقِّ ، سِرَاجِ الْاُفُقِ ، سَیِّدِ الْخَلْقِ ، مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْغَالِبِ الْمُؤَیَّدِ النَّاصِرِ الْمَنْصُوْرِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ ابْنِہٖ وَ حِزْبِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّۃٍ ذَرَّۃٍ اَلْفَ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّۃٍ اِلٰی یَوْمِ النُّشُوْرِ اِلٰی مَرِّ الدُّھُوْرِ ۔ آمِیْنَ. یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ۔ آمِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

عوام بھائیوں پر حق کھلنے کا سامان

تحریرات مذکورۂ بدایوں کی تحریفوں، قطع بریدوں، خیانتوں، خانہ ساز عبارتوں کی فہرست

"اَلنِّھَایَۃُ ھِیَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَۃِ" فقیر نے آغاز کلام اس سے کیا تھا کہ رب عز و جل نے اس مسئلۂ اذان میں اہلِ علم وعوام دونوں قسم کے بندوں، حق پسندوں پر وضوحِ حق کا سامان فرمادیا۔ یہاں تک جو مباحث علمیہ مذکور ہوئے۔ ذی علم حضرات پر ایضاحِ حق کے لئے باذنہ تعالیٰ بس ہیں۔ اور ساتھ ہی ہمارے عوام بھائیوں پر روشن ہونے کا سامان۔ خود ہمارے معزز گرامی مولانا سلمہ نے فرمادیا۔ عوام اگر مباحث علمیہ نہ سمجھیں تو اتنا تو جانتے ہیں کہ کبھی تائید حق میں جھوٹی عبارتیں دل سے گڑھنے۔ تحریفوں، قطع بریدوں، خیانتوں کی حاجت نہیں ہوتی۔ یہ تو اسی کا چارۂ کار ہے کہ سچ میں جس کی گزر نہ ہو اور باطل سے رجوع بھی نہ چاہے اور خاموشی میں ذلت سمجھے۔ وہ آخر یہ حرکات نہ کرے تو کیا کرے۔ اب رہا یہ کہ یہ حرکات کیں یا

نہیں۔ اسکی جانچ کو چنداں علم درکار نہیں۔ حرف شناس، انکھیارا اتنا دیکھ سکتا ہے کہ عبارت جو بنائی۔ کتاب میں نہیں۔ یا تھی کچھ اور کرلی کچھ۔ کہیں گھٹا لیا۔ کہیں بڑھا دیا۔ کہیں بدل دیا۔ پھر صفائی کی وسعت یہ کہ علما کا کلام، ہمارا کلام، خود اپنا کلام کسی کو ان حرکات سے معاف نہ رکھا۔ مثلاً

(۱) 'جامع الرموز' کی طرف وہ نسبت کہ "عِنْدَ الْمِنبَرِ" کے بعد "ای قریبا منه" کہا۔

(۲) یہی 'آگریہ' میں لکھا۔

(۳) فتوے میں "وغیرہ" کا بھی طرہ بڑھایا۔ حالانکہ سب محض افترا۔

(۴) عبارات امام راغب سے اپنا مضر فقرہ "وَعَلٰی هٰذَا قَوْلُهٗ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا" اُڑا دیا۔

(۵) دوسرا مضر جملہ "وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ" بھی کتر لیا۔

(۶) تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر "بَيْنَ يَدَيْهِ اَیْ مُقدما لَهٗ" حذف کر دیا۔

(۷)(۸)(۹) یہی تینوں 'آگریہ' نے ہضم فرمائے۔

(۱۰) عبارت درمختار سے "ای عَتَبَتُهُ الَّتِیْ" تراش دیا۔

(۱۱) اسی کے آخر سے "لٰكِنَّ فِی الْمُحِيْطِ ۔ اَلْخ." سارا کا سارا اُڑا دیا۔

(۱۲) طبقات المدلسین کی عبارت میں "وَصَفَهٗ" کو "ضَعَّفَهٗ" بنالیا۔

(۱۳) اُسی میں سے "بِذٰلِكَ" کہ اب بے محل ہوا جاتا تھا۔ اُڑا دیا۔

(۱۴) ابن اسحاق کے بارے میں امام عینی کا ایک الزامی کلام دکھا کر اُنکی روشن تصریحوں کا سرقہ فرمایا۔

(۱۵) امام عینی کے ساتھ یہی برتاؤ مسئلہ عنعنۂ مدلس میں کیا۔

(۱۶) ایک سہو علامہ شامی کو سند بنا کر ائمہ کی صریح تصریحات کو دامن امانت میں چھپایا۔ اور 'جامع الرموز وغیرہ' کی طرح شامی کے ساتھ وغیرہ بنانے کا اُن کا یہ سہو شراح درمختار کی طرف نسبت فرمایا۔

(۱۷) مسئلہ ارسال کے متعلق تقلیدِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوڑنے اور اجماع ائمہ حنفیہ توڑنے کو ایک متأخر عالمِ شافعی المذہب کی عبارت دکھا کر جملہ نصوص کتب حنفیہ کو اخفا کی لہر میں دریابرد فرمایا۔

(۱۸) 'عالمگیری' سی مشہور متداول کتاب پر جیتا طوفان جوڑ دیا کہ اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ جس طریقے سے آج کل اذانِ خطبہ قریب منبر ہوتی ہے اسی پر توارث جاری ہے۔

(۱۹) دفعِ اعتراض کو اپنی عبارت فتوی کی تلخیص میں "بَعْدَ قَوْلِ عِنْدَ الْمِنبَرِ" سے عِنْدَ تراش لیا۔

(۲۰) یہ نیو جما کر آگے صاف لکھ دیا کہ ہم نے "بعد قول المنبر" کہا تھا۔

(۲۱) اپنی عبارت فتویٰ "اَیْ قَرِیْبًا مِّنْہُ" سے "اَیْ" اڑا دیا۔

(۲۲) سب طرف سے محروم پھر کر عرف خانگی کے سر اپنی مشکل کشائی کی پگڑی دھری اور جھٹ اُسکی تہمت فقہا کے سر باندھی۔

(۲۳) یہی ظلم 'آگرہ' میں بھی برتا۔

(۲۴) سکوت امام ابو داود رحمہ اللہ تعالیٰ معتبر ہونے میں ہمارے کلام میں "بالاتفاق" کا لفظ بڑھا کر اعتراض جمایا۔

(۲۵) ادھر تو ہمارے دعوے میں کہ یہ اذان زمانۂ رسالت میں خارجِ مسجد ہوتی تھی۔ "یقیناً" کا لفظ بڑھا لیا۔

(۲۶) اُدھر بکمالِ حیا جزم نسبت بلا ثبوت افترا ہونے کے مسئلہ میں ہمارے کلام میں "قطعی" کی قید کا اضافہ کرلیا۔

(۲۷) یہ جھوٹی نیویں جما کر اُس شدید افترائے ملعون کا افترا ہم پر جڑ دیا۔

(۲۸) پچھلی تحریر صفحہ ۱۱ میں ہمارے سوال ۳۷ کا روشن کلام قطع برید کر کے صریح جھوٹا افترا ہم پر فرمایا۔

(۲۹) نیز وہیں ہمارے جس کلام سے اپنے دعوے کاذبہ پر استناد کیا وہ شرطیہ تھا۔ شرط حذف کر کے حملیہ بنایا۔

(۳۰) (۳۱) نیز صفحہ ۱۳ پر ہمارے کلام میں انھیں دونوں قطع بریدوں کا اعادہ فرمایا۔

(۳۲) 'عالمگیری' پر بہتانِ مذکور جوڑ کر اسی کے سہارے ہم پر شدید افترا کیا کہ ہم نے معاذ اللہ مؤلفین 'عالمگیری' بلکہ تمام علمائے متقدمین ومتاخرین کو بدعت کا سنت، سنت کا بدعت سمجھنے والا کہا۔

یہ بتیس تو آپ ملاحظہ ہی فرما چکے اور ہنوز کثیر ہیں۔ پچاس تحریفوں، خیانتوں سے بھی عدد متجاوز ہے۔ مگر وہ اُن کی زوائد و بالائی باتوں کے کمالات ہیں۔ اصل مسئلہ اذان سے علاوہ جنکی بھرتی سے پونے دوورقی کو نوورقی بنایا ہے۔ اُنکی نمائش کو ہمارے رسالہ کا حصہ دوم ہے۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

کیا اسی قدر تحریفیں، بناوٹیں، قطع بریدیں، خیانتیں، ایک ذی انصاف، حق پرست، سمجھ وال مسلمان کے سمجھنے کو بس نہیں کہ حق پر ہوتے تو ان حرکات کی ضرورت نہ پڑتی۔ حق پر نہ بھی ہوتے مگر حق پوشی و باطل کوشی نہ چاہتے تو ان شنائع کی ہمت نہ پڑتی۔ اس کے بعد بھی جو نہ سمجھے وہ روزِ قیامت سمجھے گا۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ • وَالْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ نَاصِرِنَا وَمَاوَانَا وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَابْنِهٖ وَ حِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ • وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ • اٰمِيْنَ.

☆☆☆☆☆

(۱) دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی

۱۳۴۳ھ

''بنارسی غیر مقلد کے رد میں بدایوں سے رسالہ ''التہدید'' شائع ہوا تھا جو روشیں بنارسی نے انکے مقابل برتیں اور انھوں نے اُس پر رد کیے بعینہٖ بعینہٖ بلا فرقِ سرِ مو وہی روشیں خود انھوں نے ہمارے مقابل برتیں۔ لہٰذا اس فصل میں انھیں کی ۵۵ عبارتوں سے انھیں کی تحریر ''شافی جواب'' کا رد ہے۔

فصل ۷

الحمدللہ رد مزید، بطرز جدید

کہ خود مدرسۂ خرما کا رسالہ 'التہدید'، اس تحریر بدایوں کا رد شدید

مسلمانو! یہ مضمون ذرا غور سے سننے کا ہے مسئلۂ عرس وغیر ہا میں مدرسۂ بدایوں کی ایک تحریر 'القول السدید' ایک بنارسی غیر مقلد کے رد میں تھی۔ بنارسی نے اس کا جواب 'الصول الشدید' لکھا۔ اور اسی قسم کی کاروائیوں کو جلوہ دیا جو ہمارے گرامی برادر ہمارے مقابلہ میں برت رہے ہیں۔ حضرات نے اس کا رد 'التہدید' لکھا۔ اور اُس پر وہی مواخذے کئے جو ہم اُن پر کر رہے ہیں۔ اس کے دیکھے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنارسی صَول اور یہ 'شافی جواب' میں بدایونی قول، دونوں ایک انداز ایک ہی ڈول، بالکل "طَابَقَ النَّعْلُ بِالنَّعْلِ" ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل تک جو باتیں گرامی برادروں کے نزدیک سخت ناپاک شنیع نجس حرکات ذلت وخواری وبددیانتی کی خباثات تھیں۔ آج جب اپنے اوپر وقت پڑا وہی باتیں کمال علم وعقل وانصاف وعدل وجوابِ شافی وردِ کافی ہو گئیں۔

یہاں سے مسلمان دیانت امانت کا اندازہ کر سکیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ ایک بنارسی بیچارے کا قصور نہیں بلکہ جو مغلوب وعاجز آتا اور قبولِ حق کی توفیق نہیں پاتا اور اس کے ساتھ نگاہِ عوام میں سکوت کی ذلت سے بھی جان بچاتا ہے وہ ایسے ہی کوتک کرتا، ایسی ہی شنیع حرکات سے اپنا بھرم بناتا ہے۔

ہم نے گرامی بھائیوں سے بار بار عرض کی تھی کہ کچھ لکھئے تو آئینہ سامنے رکھ لیجئے۔ الحمدللہ! اس سے بہتر آئینہ اور کیا درکار ہے کہ خود انھیں کی ۳۱ھ کی تحریر التہدید انھیں

کی ۳۳ھ کی تحریر 'شافی جواب' پر صاعقہ بار ہے۔ ۳۱ھ میں جن ناشائستہ حرکات، نابائستہ جہالات پر بنارسی بیچارے کو کیا کچھ "ذلیل" کیا۔ کیسا کیسا "مسخرہ" بنایا۔ گرامی برادران کو کیا خبر تھی کہ دو سال بعد خود ہمیں ایک محمدی شیر کے مقابلہ میں عاجز آ کر انھیں کا ارتکاب کرنا ہے۔ یہ وہم بھی جاتا تو ان شنائع پر اعتراض ہی نہ کرتے، نہ کہ وہ بھی ایسے بے تکان کے مرتکب بیچارے کو عقل و علم و دین سب سے ٹکسال باہر کر دکھائیں۔ "نرا جاہل، بے عقل، مجنون، بد دیانت" بتائیں۔

تمہید میں طول ہوتا ہے۔ اب اصل مطلب یعنی طَابَقَ النَّعْلُ بِالنَّعْل کا سچا سانچا ملاحظہ ہو۔ جس سے کھل جائے کہ وہ بنارسی اور بدایونی دونوں تحریریں سگی بہنیں، ایک کینڈے کی ساخت ہیں۔ اور جو جو بھاری خطاب القاب گرامی برادروں نے کل بنارسی کو بخشے آج بعینہا اُنھیں کی تصریح سے خود بدولت پر صادق ہیں۔ انکی عبارات جو انھوں نے بنارسی پر ڈھالیں ان میں صرف اتنے لفظ کہ اختلافِ محل سے مختلف ہو گئے۔ مثلاً تحریر یا مصنف کا نام یا نشان بدل کر رکھ دیجئے اور بالکل حرف حرف مطابقت دیکھ لیجئے۔

میں انکی عبارتیں انھیں کے لفظوں میں نقل کروں گا اور بدلے کے لفظ خط کھینچ کر اوپر لکھ دوں گا۔

(اوپر نیچے کے بجائے/ اگا کر بدلے کے لفظ بریکٹ () میں لکھے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

آگے مطابقت ناظرین باانصاف خود دیکھ لیں گے۔ وہ الفاظ میرے نہ ہونگے۔ خود گرامی[1] اخوان کے ہیں۔ مبادا اور غصہ فرمائیں اور مسخرے بے تہذیب وغیرہ وغیرہ بنائیں۔ معلول علت کے ساتھ ہے۔ ان الفاظ کی علت وہ حرکاتِ بنارسی تھیں۔

---

[1] اس میں بحمدہ تعالیٰ بڑا نفع یہ ہے کہ ہم تو ٹھہرے نامہذب اور جناب ہیں کانِ تہذیب۔ جناب کے الفاظ ضرور تہذیب کے چوکھے رنگ میں شور بور ہونگے جو انھیں نامہذب کہے وہ مدرسۂ خرما کے فتوے سے بڑے بڑے کڑے لفظوں کا مستحق ہوگا۔ ۱۲۔ منہ

حرکات آپ میں بدستور۔تو علت سے معلول کیوں مہجور۔غرض الفاظ بھی جناب کے،حرکات بھی جناب کی۔آپ ہی کا معلول،آپ ہی کی علت۔ہماری کیا مجال کہ اپنی طرف سے ایسے الفاظ آپ کی جناب میں استعمال کریں۔اب ملاحظہ ہو۔وَ بِاللّٰہِ التَّوفِیْقُ

(۱) آپ نے 'جامع الرموز' کا غلط حوالہ دیا 'التمہید' صفحہ ۲۷ نے کہا

(۲۶۱) ''یاد رہے ایک جہالت غلط حوالہ ('جامع الرموز'/دارمی) کی''

صفحہ ۱۰۔(۲۶۲) ''(بدایونی/بنارسی جی) کو سخت غیرت دلا کر بتایا تھا کہ آپ نے صرف ('جامع الرموز'/دارمی) کا نام سن لیا ہے۔اور عوام میں شہرت حاصل کرنے کو اس کا حوالہ دے دیا ہے۔شرم ہے تو اُسی (عبارت/حدیث) کو دکھا دیں۔انکی آبرو رہ جائے۔ورنہ انکی عیاری و جہالت کی کشتی طوفانِ (عصبیت/وہابیت) میں پھنس کر ان کو تباہ کر گئی۔''

(۲) دوسرا غلط حوالہ ''وغیرہ'' کا۔'جامع الرموز' کی نسبت تو وہ حرکت مذبوحی فرمائی جس کی خدمت گزاری معروض ہوئی۔مگر اس ''وغیرہ'' کے مطالبہ پر سانس تک نہ لی۔ لہٰذا 'التمہید' کو کہنا پڑا صفحہ ۴۰

(۲۶۳) '' آپ سے مطالبہ تھا کہ ثبوت دیجئے۔کس فقیہ نے کس کتاب میں لکھا ہے۔سب مطالبے ہضم ہو گئے۔اور آپ نے سانس تک نہ لی۔ذرا سچ کہنا اس حرکت پر تمھیں تمہاری پارٹی والے دروغ گو،جاہل نہ بتائیں گے۔اور منصف مزاج تمہاری ان طفلانہ سفیہانہ حرکتوں پر لاحول نہ پڑھیں گے۔اگر دعوئے علم ہے تو اس گلو گیر پھانسی سے گلو خلاصی کرائیے اور جلد اس مطالبہ سے سبکدوش ہو جیے۔''

(۳) آپ نے عبارات ائمہ میں قطع برید یں فرمائیں۔'التمہید' صفحہ ۱۶

(۲۶۴) ''جعلی عبارتیں قطع و برید کر کے پیش۔خدا غیرت دے اور انصاف۔''

(۴) آپ نے ہمارے کلام میں قطعی کی قید بڑھالی۔نیز بالاتفاق کی پچر لگا لی۔

'التمہید' صفحہ ۲۷

(۲۶۵) ''یادر ہے ایک جہالت غلط حوالے کی تھی۔ دوسری اور تیسری اپنی طرف سے الفاظ بڑھا دینے کی۔''

صفحہ ۲۱و۲۲

(۲۶۶) ''(بدایونی/ بنارسی) جی تم نے عمداً فریب دہی عوام کے لئے اپنے دین و دیانت و انصاف و صداقت[1] کی جڑ کاٹ ڈالی۔ اور سمجھ لیا جس طرح دنیا میں کوئی کہنے والا نہیں یونہیں روزِ قیامت بھی کوئی حاکم نہیں (بدایونی/ بنارسی) جی دھوکے دیتے قید اپنی طرف سے بڑھا کر اپنی عیاری کا ثبوت دیتے ہیں۔''

(۵) ان قیدوں کے بڑھا لینے پر 'تعبیر خواب' نے شدید مواخذہ کیا۔ پچھلی 'بدایونیہ' نے اسے سکوت کے پردے میں ٹال دیا۔ آخر 'التمہید' کو کہنا پڑا۔ صفحہ ۳۶

(۲۶۷) ''(بدایونی/ بنارسی) جی نے عیاری سے قید اپنی طرف سے زائد لگا کر عبارت کو مدعا سے مطابق کرنا چاہا تھا جسکی گرفت (تعبیر خواب/ القول السدید) میں[2] کر کے اس عیاری کے جال کا پردہ کھول دیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس عیاری پر بھی سکوت ہی کرتے بنا۔''

(۶) سرکاری افترا گزارش ہوئے۔ امام راغب پر افترا، 'عالمگیری' پر افترا، فقہا پر افترا، ہم پر افترا۔ آخر 'التمہید' کب تک نہ کہے کہ صفحہ ۲۰

(۲۶۸) ''ان افترا پردازیوں پر ہی مصنف مناظر بننے کا مدار ہے تو خدا[3] حافظ قدر معلوم ہوگی۔ مگر یار سنو ہیکڑی اور جہل مرکب کبھی نہ چھوڑنا بس یہی تو ایک چیز تمہیں نصیب سے ملی ہے۔

وے از مفتری نتواں برآمد''

(۷) اللہ پناہ دے وہ جو دن دہاڑے سخت افترا اور سخت قطع بریدوں کی جامع ہم پر گڑھی تھی کہ ہم نے معنی بین یدیہ میں قرب کا لحاظ ضروری ہونا تسلیم کر لیا۔ حالانکہ ہم

---

[1] یہ صداقت بمعنی صدق عجب عامیانہ لغت ہے۔ [2] یہ خوبی محاورہ ہے یہاں ''بنی'' چاہئے انھوں نے ''بنا'' لیا۔ ''وہی قرب کا حد برابر بان'' زہے فصاحت والا زبان۔ [3] جسے بدمذہب مانا۔ بددین جانا رافضی بتایا۔ کافر ٹھہرایا۔ اسے خدا حافظ کہنا آپکی حرارت دینداری ہے۔ ہاں ہم آپ کو کہیں تو جاسے ہے۔

نے روشن طور پر کہہ دیا تھا کہ اسکے دونوں معنی ہیں اور یہاں مشروط کہا تھا کہ اگر معنی قرب لو۔ ایسی سخت حیا پر 'التہدید' کیوں نہ کہے۔ صفحہ ۱۴

(۲۶۹) ''ناظرین رسالہ آپ کو اپنے ایمان کا واسطہ ذرا خدا لگتی کہیے۔ جس رسالہ کا یہ مضمون ہو اس کی طرف یہ نسبت کسی صحیح دماغ والے کا کام ہے اور کوئی اردو خواں معمولی سمجھ والا ایسی ڈھٹائی کر سکتا ہے۔''

اور اسی پر بس نہیں وہ بات ہی ایسی ہے جس پر پتھر کی مورت کو بھی غصہ آئے۔ لہٰذا 'التہدید' صفحہ ۲۰ پر فرماتی ہے۔

(۲۷۰) ''اسکا جواب مذکور ہو چکا اور اب پھر سنو تو وہ جواب ہے جو ہمارے رب نے متعلق بہ سزائے کذابین واہلِ افترا مقرر فرمایا ہے۔ تم کو تمہارے ایمان کی قسم ہے اگر دل میں کچھ بھی اسکی عظمت اور خدائے قہار کا خوف ہے تو بتاؤ (تعبیر خواب/القول السدید) میں کہاں تسلیم کیا ہے۔''

(۸) مسئلہ ارسال وتدلیس میں مذہبِ امامِ اعظم واجماعِ قطعی جمیع ائمہ حنفیہ کو رد کر کے جو آپ نے ایک غیر حنفی عالم کا قول پیش کیا تھا۔ اس پر 'التہدید' نے ایک سیدھی سی تو یہ کہی۔ صفحہ ۱۱

(۲۷۱) ''یہ قول ہمارے مذہب کے محققین اہلِ اصول وحدیث کو مسلم نہیں۔ لہٰذا ہم پر حجت نہیں۔ ایک خوش اعتقادی کی سی بات معلوم ہوتی ہے اور غیر مقلدانہ ہٹ۔ لہٰذا بے رنگ واپس''

دوم براہِ ایمان داری صاف تصریح فرمادی کہ یہ غیر مقلدی ہے صفحہ ۵

(۲۷۲) ''مقلد ہونے کا دعوی جب جھوٹا ہو کہ نص امام مذہب یا قولِ مُفتٰی بِہٖ مذہب کا خلاف کرتا اور اسکے مقابلہ میں آیت حدیث یا دوسرے مذہب کے اقوال سے کام لیتا۔''

دیکھئے جب مذہب کے اختلافی قول مفتٰی بہ کے مقابل آیتِ قرآنی پیش کرنے سے دعوئے تقلید جھوٹا ٹھہرتا ہے تو آپ نے کہ مذہبِ حنفی کے اجماعی قول کو رد کیا اور

اس کے مقابل ابنِ حجر شافعی کے قول سے کام لیا۔ آپ کا دعوئے مقلدی سو جھوٹوں کا جھوٹا ہوا۔

سوم یہاں تک 'التہدید' تہذیب کے پیرایہ میں تھی۔ پھر آخر غصہ بری چیز ہے۔ صفحہ ۹ پر فرمایا۔

(۲۷۳) ''(حنفی/غیر مقلد) ہو کر آپ نے (ابن حجر/شاہ) صاحب کے کلام سے کیوں استدلال کیا۔ اتنا نہ سمجھے کہ (ابن حجر/شاہ) صاحب (شافعی/مقلد) ہیں۔ ایسا رگڑا پڑے گا کہ سر سہلاتے پھروگے۔''

(۹) آپ نے اذانِ جمعہ کو حکمِ اذان سے خارج کیا اسے تو یوں اذان کہہ دیتے ہیں جیسے اقامت کو۔ یہ قرآن و حدیث و اجماعِ امت سب سے الگ تھی۔ لہٰذا 'التہدید' نے فرمایا۔ صفحہ ۱۲ و ۱۳

(۲۷۴) ''تمہاری جہالت اس پر ستم شوق تصنیف پیٹ پالنے کا کارخانہ اپنے آپ کو علما کے زمرے میں شامل کرانا۔ نتیجہ ظاہر کہ جب خصم کی گرفت ہوئی تو خدا[۱] اور رسول صحابہ ائمہ سب سے الگ تھلگ''

(۱۰) یہ غیر مقلدی اور خرق اجماع اور دین میں اختراع کے جو قاہر الزام جناب پر قائم ہوئے تھے اصلا نہ ان سے جواب دے سکے نہ توبہ ہی کی توفیق ہوئی۔ بلکہ اُلٹے ان الزامات کو ہماری بے تہذیبیوں میں گنا گئے۔ اب 'التہدید' یہ نہ کہے تو کیا کہے کہ صفحہ ۲۶

(۲۷۵) ''بیشک مخالف اجماع ہے۔ آپ روتی صورت بنا کر مَری آواز میں دُکھڑا روتے ہیں۔ آپ کا فرض تو یہ تھا کہ یا تو توبہ کرتے یا غیر مقلدی ہی منظور تھی تو جواب لکھتے تعصب و فریب دہی کو ترک کرتے مگر آپ نے تو اور زائد عیاری و فریب دہی سے کام لیا۔'' یعنی

۱؎ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

جفا کے بعد وہ اچھے ڈرے قہرِ الٰہی سے
مجھے کہتے ہیں جلدی توبہ کیجئے دادخواہی سے

(۱۱) معانی بین یدیه وعِنْدَ میں تصریحات ائمہ سلف وخلف کو لغو و بیکار بتایا خود صحابی واہلِ زبان کا ارشاد دکھایا۔ اس پر بھی اعتبار نہ آیا۔ 'التہدید' نے فرمایا صفحہ ۳۲ و ۳۳

(۲۷۶) ''سلف صالحین محققین ومحدثین مفسرین سب آپ کے نزدیک نہ کسی شمار میں نہ قطار میں ان سب ارا کینِ دینِ متین وائمہ شرع کے اقوال آپ کے خیال میں لغو بیہودہ و بیکار'' صفحہ ۱۵ و ۱۶

(۲۷۷) ''اس سخت گرفت میں (بدایونی / بنارسی) جی کے انجر پنجر ڈھیلے ہو گئے اور گھبرا کر دم سوکھی آواز میں بولے وہ اقوال الرجال ہمارے اصول (عرف خانگی کے آگے ذرہ برابر وقعت نہیں رکھتے اس چنچل شوخ ادا سے کوئی پوچھے تجھ سے کس نے کہا کہ مردوں کے سامنے آئے جو دم سوکھ گیا۔ سانس پھول گیا۔ حواس باختہ ہو گئے۔ ننھا سا کلیجا دھک دھک ہونے لگا۔ آخر منہ موڑ کر ایسا بھاگنا پڑا کہ توبہ ہی بھلی۔''

مسلمانو! 'التہدید' صحابہ وعلما کے اقوال نہ ماننے پر ایسا گرجی گونجی گرمائی ہے۔ کہیں یہ سن پاتی کہ 'آگرہ والی' نے قرآنِ عظیم کی آیتوں کو بھی معاذ اللہ طومار بیکار بھر مار ٹھہرایا تو کیا کچھ کہتی۔ کیا کہتی اس سے زیادہ کیا جو ابھی کہہ چکی ہے کہ خدا ورسول سے الگ تھلگ۔

(۱۲) آپ نے حدیث علی باب المسجد میں علیٰ بمعنی عِنْدَ لیا۔ بلاوجہ لفظ کو حقیقت سے توڑ کر مجاز پر ڈھالا۔ 'التہدید' نے اس پر ڈپٹا۔ صفحہ ۲۸۔

(۲۷۸) ''گویا حدیث شریف کے معنوں کے آپ حاکم ہیں۔ جس کو چاہا غلط کہہ دیا۔ جس کو

چاہا صحیح۔ نعوذ باللہ منہ (بدایونی / بنارسی) جی ذرا فرمایئے اس حدیث شریف میں کونسا لفظ اس بات کی غلطی پر دلالت کرتا ہے اور حقیقت چھوڑ کر مجاز کی طرف داعی ہے۔''

(۱۳) آپ نے "علی المنبر" کو "علی باب المسجد" پر قیاس مع الفارق کیا۔

'التہدید' نے بہت حقارت سے جھڑکا۔ صفحہ ۱۸

(۲۷۹) ''عقل بڑی یا (بدایونی / بنارسی) جی کی بھینس۔ آپ کے قیاس کا کیا کہنا مع الفارق ہے وہاں قرینۂ مجاز موجود ہے۔ جو حقیقت سے مانع ہے۔ یہاں ایسا قرینۂ مانع بتایئے کیا ہے؟''

(۱۴) حدیث صحیح کہ اکابر وائمہ قرناً فقرناً اس سے استناد کرتے آئے۔ نہ مانی اور اسکی قدر نہ جانی۔ اس پر 'التہدید' بولی صفحہ ۲۲

(۲۸۰) ''علما وفقہا ہمیشہ اسی حدیث سے استدلال کرتے آئے آپ لغو جانیں اور قدر نہ کریں تو کوئی جابر نہیں۔''

اللہ اللہ! اقوالِ علما نہ ماننے پر کیا زور شور تھے اور حدیث لغو و بے قدر جاننے پر کیا دھیما لہجہ ہے۔ بات یہ ہے کہ حدیث کی قدر خود بھی برائے گفتن ہے۔

(۱۵) آپ نے گیارہ جدید اصول گڑھے۔ 'التہدید' صفحہ ۱۳

''مہربانی فرما کر چند سوالوں[1] کے جواب دیجیے

(۲۸۱) ۱۔ ان اصول کا واضع کون ہے۔

(۲۸۲) ۲۔ کب وضع ہوئے

(۲۸۳) ۳۔ عملاً انکے رائج ہونے کا وقت وطریقہ کیا ہے؟

(۲۸۴) ۴۔ واضع نے کیا صورتِ وضع اختیار کی؟

---

[1] مخالف سے سوال وہ کیے جاتے ہیں جس کے جواب کا قابلِ اختیار پہلو اسے مضر ہو۔ جو سوال ایسا نہ ہو لغو وفضول وحماقت ہے۔ مہتد صاحب نے ضرور یہ سب سوال ویسے ہی خیال فرمائے ہونگے کہ اُن میں ہر ایک مخالف کو مضر ہے۔ لہٰذا ان کی صنیع ان پر حجت۔ اگر چہ ہمارے نزدیک ان میں بہت سوال لغو ہوں۔ جیسے اُنکے رسالہ ''التناسخ'' میں مہمل و بیکار و بے معنی سوالات کی کرم بھری ہے۔

(۲۸۵)۵-ہر جگہ آپ اس پر عامل ہیں اور اس سے کام لے سکتے ہیں"

دیکھئے کیا کیا پتے کی کہی اور اندر ہی اندر کیسا کیسا ذلیل کیا؟

(۱۶) آپ امام عینی کی ایک الزامی بحث سے سند لائے اور انکے روشن کلمات نے جناب کو لاجواب کر دیا۔'التہدید' دوسرے ڈھال پر کہتی ہے۔صفحہ ۲۸

(۲۸۶)"(امام عینی/علی قاری) کی پناہ میں آپ نے مخلصی چاہی تھی مگر افسوس کہ (امام عینی/علی قاری) نے ہی سخت پھندا آپکی گردن میں ڈال دیا۔ملاحظہ ہو (بنایہ/مرقاۃ) میں فرماتے ہیں۔"

(۱۷) آپ نے 'آگرہ' میں جدید دلیل وہ مسئلۂ حلف کی دی۔وہی پہلا موقع تھا کہ آپ نے جدید مضمون سے رد کے زعم میں قلم پکڑا اور نہایت شاد شاد ہو کر اسی پر مسئلہ اذان کا فیصلہ جانا۔اور بعنایتِ الٰہی وہی جناب پر اُلٹ گیا۔'التہدید' اسی واقعہ کا مرثیہ پڑھتی ہے۔صفحہ ۱۷۔

(۲۸۷)"اس رسلیا میں یہ پہلا موقع ہے کہ (بدایونی/ بنارسی) جی عبارت جدید لکھ کر تردید کے زعم میں قلم پکڑتے ہیں۔پھدکتے اچھلتے سامنے آتے ہیں۔اور بیسیوں عبارتوں ،قوی دلیلوں، زبردست برہانوں کے معارضہ میں جرح کا گمان رکھتے ہیں۔مگر ہیں عقل سے پیدل سمجھ سے عاری (بدایونی/ بنارسی) سنو اور کان کھول کر سنو۔ایسا سنو کہ پھر لب نہ کھلیں گے۔گردن نہ اُٹھے گی۔یہ تمہاری ہی دلیل یا یہ معارضہ تمہیں پھانس لے گا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا"

(۱۸) مباحث سابقہ میں دیکھ چکے کہ جا بجا آپ نے اپنی چنائی آپ ہی ڈھائی۔آپ ہی کا قول آپ پر صَول۔آپ کی سند آپ کا رد۔اس پر'التہدید' فرماتی ہے۔صفحہ ۱۸۔

(۲۸۸)"دروغ گورا حافظہ نباشد۔آپ نے بھی یہی لکھا ہے آپ کی....اور آپ کا سر ہو رہا ہے۔کہو اب تو دلیل و معارضہ و جرح کا خیال نہ کرو گے۔ورنہ پھر دیکھو یہی دُرگت بنے گی۔"

(۱۹) فتح القدیر و غایۃ البیان کی دونوں عبارتیں تمام اذانی طائفہ سے لاجواب

رہیں اور کہہ دیا تھا کہ لاجواب ہیں۔ گرامی برادر بھی اُن سے بچ ہی کر نکلے۔ اس پر 'التہدید' نے فرمایا۔ صفحہ ۲۶ و ۲۷

(۲۸۹) ''دوعبارتیں جو یہ دعوے کر کے پیش کی گئی تھیں کہ یہ لاجواب رہیں گی وہ ویسی ہی رہیں۔ جان بچا کر پیچھا[1] چھٹا کر بھاگتے ہو۔ اب بھی غیرت ہے تو دونوں عبارتوں کا جواب دو۔''

(۲۰) قرب میں جو آپ نے فقہائے کرام پر افترا فرمایا اور ہم نے دربارۂ قرب مطلق متعدد عرف فقہائے کرام اور اس کے چار اقسام بتائے اور اسکی تفصیل کو آپ کی فقہ دانی دیکھنے کے لئے جناب کی غوطہ زنی پر چھوڑا اور آپ ایک حرف اس کے متعلق نہ بول سکے اور ہم نے پھر اپنے سوال ۴۲ کی اُس عبارت کا اعادہ کر دیا کہ جناب کا عجز واضح ہو۔ اور ایک یہی کیا بڑے بڑے قاہر مطالبوں سے یو ہیں دم بخود رہے۔ اور نام رکھ لیا شافی جواب۔ 'التہدید' اسی واقعہ کی طرف ایما کرتی ہے۔ صفحہ ۳۲

(۲۹۰) ''آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہے عبارت پہلے ہی سے لاجواب رہی ہے۔ ایک لفظ بھی (بدایونی / بنارسی) جی نے اسکے متعلق لکھا تو گنہگار۔ لہٰذا اب ہم بھی ('تعبیر خواب' / القول السدید) کی ہی عبارت لکھے دیتے ہیں تاکہ (بدایونی / بنارسی) جی بھی شرمائیں اور ناظرین کو بھی معلوم ہو جائے کہ یہ عبارت لاجواب رہی ہے۔ مگر اللہ رے ڈھٹائی کہ ہم (شافی جواب/مفصل رد) لکھ چکے شاید (شافی جواب/مفصل رد) جناب کی گھر کی گھروندیہ شریفہ میں رکھا ہوگا۔ ہمارے سامنے جو تحریریں آپ نے پیش کیں۔ ان میں تو ہے نہیں۔ جب نہ سہی اب اسکی حجلہ براندازی کرائیے۔ مرد میدان ہو تو سامنے آؤ۔ خالی فریب دہی اور عوام میں جھوٹے دعووں سے اور تمہارا بھرم کھلے گا۔ جو پڑھا لکھا ایسے لایعنی کذب دیکھے گا چار حرف کی زکاۃ تمہارے نام پر نکال دے گا۔''

(۲۱) جناب اپنی پہلو گردانیاں ملاحظہ فرمائیں۔

اولاً۔ عبارت امام راغب میں کیا پلٹے ہیں کہ وہ تو ہم صرف مطلق قرب بتانے کو لائے تھے جو لاکھوں منزل اور ہزاروں برس تک پھیلا ہو۔

---

[1] لائے کھیت کی۔ پیچھا چھڑا کر کہیے

ثانیاً۔عبارت ساختۂ جامع الرموز' میں کیا کروٹ لی ہے کہ خصوصیت عِنْدَ سے بحث نہیں عِندَ ہوا تو کیا نہ ہوا تو کیا؟

ثالثاً۔اذانِ خطبہ پر اطلاق اذان مثل اقامت کہہ کر کیا باگ موڑی ہے کہ ہم نے تو صرف الفاظ عِندَ وغیرہ پر بنا کی تھی وہ حقیقۃً اذان ہو یا مجازاً۔

(۲۹۱)رابعاً۔تعامل اذان میں کیا کیا رنگ بدلے ہیں۔فتوائے بدایوں میں وہ جبروتی احکام کہ" دیار وامصار عرب وعجم میں قدیم سے یہی تعامل چلا آرہا ہے۔"تحریر آگرہ میں گرے اور بولے"اکثر بلاد اسلامیہ میں اندر ہوتی تھی۔"شافی جواب میں اور بھی دھیمے پڑے اور جزم سے شک اور نفی واقع سے اپنی نفی علم کی طرف جھکے کہ"عامہ بلادِ اسلام میں جہاں تک معلوم ہے کوئی اختلاف مسموع نہ تھا بلادِ غربیہ میں کچھ لوگ اسکے خلاف پر عامل ہوں تو ہوں مگر اسکا علم وثبوت نہیں۔" حالانکہ یہ بھی سفید سچ ہے رسائل اہلِ حق میں روشن ثبوت دیکھ ہی کر جناب اتنا جھکے بہر حال ان پانچ تلونوں پر'التہدید' کیا کیا جلی کٹی سناتی ہے۔

صفحہ ۹

(۲۹۲)"حیا ہے تو پھر گردن نہ اُٹھاؤ پہلے کچھ کہو پھر کچھ۔اپنے لکھے پر خود پانی پھیرو۔ جاننے والے جان ہی گئے ہیں۔جو جناب کی خاصیت ہے۔"

صفحہ ۳۰

(۲۹۳)"بدایوں کے نونہال اس چالاکی وعیاری کی داد دیں گے اور اس دیدہ دلیری وابلہ فریبی پر فرمائشی قہقہے اڑائیں گے ذرا تو خدا سے ڈر کر ایمان کو کام میں لا کر کہو کیا یہ فقرہ تم نے نہیں لکھا۔" کہ "اذانِ خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔"وغیرہ وغیرہ۔

صفحہ ۹

(۲۹۴)"ایک عیاری تمہاری اور کھلتی ہے خود کہو اور اپنی تمام پارٹی سے پوچھو کہ دونوں قولوں میں کچھ تعارض ہے یا نہیں اور ایسا لکھنے والا مدہوش ہے یا نہیں۔دیکھو تم کبھی کچھ لکھتے ہو کبھی کچھ۔جو پہلو دبتا ہے

کروٹ لے لیتے ہو۔ اس سے تمہاری حقیقت جہالت کھلتی جاتی ہے۔"

(۲۲) مباحث سابقہ میں معروض ہو چکا کہ جناب نے ردِ سن کر پھر انھیں مردودات کو دُہرادیا اس پر 'التہدید' بولی۔ صفحہ ۳۔

(۲۹۵) "(بدایونی/ بنارسی) جی پھر وہی عبارت دُہراتے ہیں جس کا مفصل جواب پا چکے ہیں۔" صفحہ ۳۲۔

(۲۹۶) "وہی پہلی عبارت نقل کردی جس کے متعلق لکھ دیا گیا تھا کہ آپ کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔" صفحہ ۳۶۔

(۲۹۷) (نو/آٹھ) ورق شائع کی ہے۔ اس میں سوا فضولیات اور فریب یا پچھلے فقروں کے اعادہ کے اور کچھ بھی ہے۔"

(۲۳) اذانِ خطبہ پر اطلاق اذان مثل اقامت کہنے میں جو آپ پر قاہر رد تھا اس کے جواب میں بھی جناب نے اپنی عبارت فتویٰ دہرائی مگر اُس میں سے اصل فقرۂ مردودہ کتر کر۔ اس پر 'التہدید' نے کہا۔ صفحہ ۲۲۔

(۲۹۸) "اپنی پہلی ہی عبارت کی کتر بیونت[1] کر لکھتے ہیں۔"

(۲۴) دروازہ مطلقاً خارج نہ ہونے پر جو عبارت درمختار قطع برید یں کر کے جناب نے پیش فرمائی۔ 'تعبیر خواب' نے اس کے قاہر جواب دیدئے۔ اور ثابت کردیا کہ دروازہ کو داخل صحن ماننا جنون ہے۔ جناب اُن قاہر رد ود کے سامنے بات کی تاب نہ لائے۔ نرے سکوت کی ٹھہرائی مگر آنکھ بند فرما کر کہہ پھر وہی دی کہ دروازہ خارج ہونا کیا ضرور اب 'التہدید' اسکے سوا کیا کہے کہ۔ صفحہ ۱۸۔

(۲۹۹) "آپکی پیش کردہ کا جواب ہو چکا۔ افسوس آپ اس کی تاب مقابلہ نہ لا سکے اور اُلٹی ڈھٹائی

---

[1] یہ کرکر کی تکرار کیا مزہ دیتی ہے۔ زہے فصاحت!

کرنے لگے۔"

(۲۵) ہم نے عبارت 'کشاف' و 'مدارک' کا مطلب کتنا صاف صاف سمجھا دیا اور کھول کر دکھا دیا تھا کہ اُن کو جناب کے دعوے سے کچھ مناسبت نہیں بلکہ اُلٹی آپ کو مضر ہیں۔ افسوس کہ خود نہ سمجھے تو اتنا روشن سمجھانے پر بھی بے دیکھے بھالے پھر اُنھیں کا نام لے گئے۔ اس پر 'التہدید' بولی۔ صفحہ ۷۔

(۳۰۰) "ہوش وحواس کو استعفا دے کر خصم کے مقابلے میں آنے والا یوہیں ذلیل ہوتا ہے۔ جیسے تم۔ افسوس کہ تم خاک نہ سمجھے۔ سارا نزاع ختم کر دیا۔ اور خوب سمجھا دیا تھا۔ جناب جو اپنے عقل کے دیوتا کی مکروہ تصویر پیش کرتے ہیں قابلِ التفات نہیں۔"

مدرسہ خرما میں علم کی توہین

خیر یہاں تک تو اتنی ہی کہی مگر جناب سے ان حرکات کا مکرر صدور دیکھ کر آپ کی 'التہدید' تنگ آ گئی اور کمال بپھر کر نکھری۔ صفحہ ۶۔

(۳۰۱) "تم اپنے قارورے کے رنگ ناری سے جو رنگ رخ بنا ہوا ہے پہچان لئے گئے ہو کہ تم کو علمی رسوب سے بھی حصہ نہیں ملا ہے۔ اس عبارت کو آپ کے دعوے سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ مگر آپ کو نابینا کی طرح بے دیکھے بھالے لکھ دینا ضرور۔ یہ ہے روشن دماغی وصحت استدلال۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ علم تو ہر شخص کے نصیب کا نہیں وہ نہ ہے نہ سہی مگر تم سمجھ دار تھے۔ اتنا نہ سوچا جس نے (رسالہ 'تعبیر خواب'/ القول السدید) دیکھا ہے وہ اس (نو/آٹھ) ورقی کو دیکھ کر اور اسکی گنوار پن کی بے تکی باتیں سن کر کیا کہے گا۔ واقعی جہالت وبدتمیزی لازم ہے۔ ہم بھی (بدایونی/ بنارسی) جی کے[۱] پیچھے آتے ہیں اور آپکی عیاریوں گریزوں کی حقیقت کھول کر دکھائے دیتے ہیں۔"

واہ رے صفائی خوب خوب سنائی

---

[۱] واہ رے آپکی اُلٹی ظرافت کہ اپنے ہی اوپر آفت۔ فَافْهَمْ

مدرسہ خرمانے علمِ الٰہی کو عاجز و جاہل کہا

(۳۰۲) مگر قارورے کے ذکر میں علم کو رسوب کہنا آپ ہی کی تمیز ہے۔ دیکھوا سے خارج از مبحث باتوں میں تطویل نہ سمجھنا۔ یہ دین ہے آپ کے یہاں علم کی وہ قدر ہے کہ اورتو اور (۳۰۳) علم ازلی قدیم یعنی علم الٰہی عز و جل کے لئے بیان کی طاقت نہ ہونا (۳۰۴) اور خود اپنی حقیقت سے بے خبر ہونا ثابت کیا جاتا ہے۔ یعنی معاذ اللہ عجز و جہل دونوں۔ دیکھئے اپنے یہاں کا ماہواری رسالہ شمس العلوم نمبر (۱) صفحہ ۵۔ حضرت علم کی افتتاحی افترائی تقریر یہ گڑھی۔

''معزز سامعین میں آپ لوگوں سے اپنا تعارف کراؤں کہ میں کس کس رنگ میں ہم رنگ ہو چکا ہوں میں کیا تھا اور کس طرح آپ تک پہنچا یہ کچھ ایسی ان کہنی ہے کہ زبان کو طاقتِ بیان نہیں عالم مادیات و مجردات عالم علوی و سفلی عالم عقل و فکر سب جھگڑوں سے الگ تھلگ رہ کر علم مطلق کے لقب سے ملقب ہو کر صفت بن کر عین موصوف ٹھہر کر کچھ ایسا گمنام رہا کہ کسی نے نہ جانا۔ پھر اس گمنامی نے ایسا نامور بنایا کہ ہر جگہ میرا ہی ظہور۔ خبر نہیں کیا تھا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں ہی میں تھا اور میرا نہ ہونا نہ ہوسکتا تھا''

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ اوصاف علم الٰہی قدیم کے سوا کس کے لئے ہو سکتے ہیں کہ عالم علوی و سفلی سب سے منزہ۔ علم مطلق صفت بن کر عین موصوف۔ وہی وہ تھا اور اسکا نہ ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی کو کہا۔ اُسے طاقت بیان نہیں اُسے خود اپنی حقیقت سے خبر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یقین ہے کہ کوئی دوسرا ایسا کہتا تو اُس پر کفر نہیں تو گمراہی و بددینی کا فتویٰ ضرور دیتے۔ اپنے لئے شاید براءۃ فی الزبر ہو۔

(۳۰۵) پھر عالم علوی بھی جھگڑا ہے۔ (۳۰۶) عقل و فکر بھی جھگڑا ہے۔ حالانکہ قرآنِ عظیم جا بجا انکی مدح اور انکے نہ ہونے پر مذمت فرماتا ہے۔ غرض زبان کے آگے کھائی خندق سب ہموار۔ میں یہاں اسکو ذکر نہ کرتا مگر آپ صاحبوں کی خیر خواہی

کہ ایسے شدید ضلالت آمیز کلمات سے توبہ فرمائیں۔ اور لکچراری کے شوق میں زبان کو اتنا بدلگام نہ بنائیں۔ داستان گوئی یا ناول سرائی کا شوق ہے تو اور بہت سے موضوع ہیں۔

آپ پر توبہ چھاپ کر شائع کرنا شرعی لازم ہے

(۳۰۷) یہی کیا ضرور ہے کہ صفاتِ الٰہیہ پر افترا اُٹھایا جائے اور وہ بھی ایسا شنیع کہ اصل ایمان کے خلاف اللہ تعالیٰ توفیق توبہ دے۔ کیا آپ توبہ فرمائیں گے۔ ہو تو علانیہ ہو۔ یہ ضلالت چھاپ کر ملک میں شائع فرمائی۔ گھر کی چار دیواری میں اسکی توبہ نہ ہو بلکہ وہ بھی یوہیں چھپ کر شائع ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَاَحْدِثْ عِنْدَهَا تَوْبَةَ السِّرِّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ بِالْعَلَانِيَةِ" ورنہ اشاعت فاحشہ کا گناہ بدستور قائم رہے گا۔ اور گناہ قائم رکھنے کے ساتھ توبہ جمع نہیں ہو سکتی۔ بلکہ حدیث میں ہے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اَلْمُسْتَغْفِرُ مِنَ الذَّنْبِ وَهُوَ مُقِيْمٌ عَلَيْهِ كَالْمُسْتَهْزِئِ بِرَبِّهٖ" جو گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرے وہ اسکی مثل ہے جو اپنے رب سے ٹھٹھا کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ میں جانتا ہوں کہ میرا یہ بیان طبعِ نازک پر گراں گزرے گا اور غصہ زیادہ بھڑکے گا مگر واللہ بات آپکی عاقبت کے بھلے کی ہے۔ آئندہ آپ جانیں۔

مدرسہ خرما میں اللہ عزوجل کی طرف جہل کی نسبت

(۳۰۸) پھر اشد غضب یہ کہ یہاں صفت کو عین موصوف بتایا تو اب وہ عجز و جہل کہ علم کی طرف نسبت کیا براہِ راست عالم عز جلالہ کی طرف نسبت کرنا ہوا کہ آپ کے

نزدیک اللہ تعالیٰ خود ہی علم ہے اور علم عاجز و جاہل۔ تو یہ آپ نے اپنے رب کو کیا کہا۔ آپ ہی اس پر فتویٰ دیجئے۔ ع

کیا لطف کہ غیر پردہ کھولے

(۳۰۹) بلکہ علم اگر عین عالم نہ ہو جب بھی علم کی طرف جہل کی نسبت بعینہ عالم کی طرف ہے۔ فلاں کے علم کو اسکی خبر نہیں۔ اسکے یقیناً یہی معنی ہیں کہ اس عالم کو اسکی خبر نہیں۔ اب مفر کدھر۔

(۳۱۰) پھر یہاں صفت کہ عین موصوف کہنے میں تو آپ اپنی ناواقفی سے بے فہم مراد بعض متاخر صوفیہ کرام کا دامن پکڑیں گے حالانکہ یہ تمام علمائے متکلمین اہل سنت کے خلاف ہے۔ اوروں کی نہ سنیئے تو حضرت[1] مولانا فضل الرسول وحضرت[2] مولانا تاج الفحول قدس سرہما کی تو سنیئے کہ دونوں صاحبوں نے اپنے عقائد میں صفات الٰہیہ کو لَا عَیۡنَ لَا غَیۡرَ کہا ہے۔ عجب کہ آپ عقائد میں انکے مخالف ہوں اور محل اذان میں انکے عمل کا خلاف کفر طریقت جانیں۔

مدرسہ خرما نے اللہ عزوجل کو مرکب محتاج بتایا

(۳۱۱) مگر قیامت تو آپکے یہاں کے خلاصۃ العقائد نے ڈھائی ہے وہاں بایں مجبوری کہ اسکا ماخذ رسالہ 'احسن الکلام' کو کہا تھا مذہب ائمہ متکلمین لَا عَیۡنَ لَا غَیۡر لیا مگر اسے کس برے نحس نحس طور پر تعبیر کیا خالص کفر کی طرف کھنچ گیا۔ صفحہ ۹ پر کہا "وہ صفتیں نہ اسکی ذات کہی جاتی ہیں نہ خارج ذات،، اس کے بعد جو الفاظ متکلمین کا ترجمہ کیا "نہ عین ہیں نہ غیر" اور اسکی تفسیر کی "یعنی نہ تو یہ صفتیں خود خدا ہیں نہ اس سے کسی طرح جدا ہیں"

---

[1] 'المعتقد المنتقد' میں فرماتے ہیں اَلصِّفَۃُ لَیۡسَتۡ عَیۡنَ الذَّاتِ وَلَا غَیۡرَھَا [2] احسن الکلام میں فرماتے ہیں نَعۡتَقِدُ اَنَّ صَفَاتَہٗ الذَّاتِیَۃَ لَیۡسَتۡ مِثۡلَ صِفَاتِ الۡمُمۡکِنَاتِ فَھِیَ لَیۡسَتۡ عَیۡنَ ذَاتِہٖ تَعَالٰی وَلَا غَیۡرَ ذَاتِہٖ تَعَالٰی وَلَا یُمۡکِنُ انۡفِکَاکُھَا وَ سَلۡبُھَا عَنِ الذَّاتِ۔

متکلمین کے لفظ تو ضرور حق ہیں اور انکی یہ تفسیر اگرچہ سخت ناقص ہے پھر بھی بات فی نفسہ صحیح ہے مگر وہ جو اگرچہ گندہ لیکن ایجاد بندہ بڑھایا کہ "نہ ذات ہیں نہ خارجِ ذات" اسکے معنی اگر سمجھئے تو کفرِ خالص ہے کیا آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ جو نہ ذات ہو نہ خارج ذات وہ نہ ہوگا[1]۔ مگر جزءِ ذات تو معاذ اللہ! اللہ عزوجل کو مرکب ٹھہرایا۔ اور جو مرکب ہے محتاج ہے اور جو محتاج ہے الٰہ نہیں۔ تو صاف صاف اللہ ہی کا انکار ہو گیا۔ مگر علت وہی ہے جو میں کہہ چکا کہ بے علمی و نافہمی۔

برادرم بے استعداد کو مصنف بننے کا شوق خصوصاً علوم دینیہ میں بہت ہی پریشان و پشیمان کرتا ہے اوروں میں ذلیل اور ان میں ضلیل۔ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل۔

برادرم یہ زائد کلام اگرچہ میں نے کچھ طویل کیا مگر انصافاً زائد نہیں خاص متعلق مناظرۂ دائرہ ہے۔ کہ آپ کو اصول ایمان ہی ابھی ٹھیک معلوم نہیں تو وہی سب سے اہم ہیں۔ کسی سنی عالم سے پہلے عقائد درست کرالیجئے۔ انکے بعد فرعی مسئلۂ اذان وغیرہ میں وقت خرچ کیجئے۔ ورنہ جڑ کھکل اور پالوں پر سر پھٹول سخت حماقت ہے۔ اللہ کرے کہ آپ کو غصہ نہ آئے اور ان نصائح ضروریہ دینیہ پر عمل کی توفیق ہاتھ آئے۔ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

(۲۶) جناب والا نے محض بزور زبان فتوائے بدایوں میں عبارت 'عالمگیری' "بذالک جری التوارث" کو اذان داخلِ مسجد متوارث ہونے پر نص ٹھہرایا اور پچھلی 'بدایونیہ'

---

[1] شاید گھبرا کر جان بچانے کے لئے اللہ عزوجل کو اپنے گھر پر قیاس کر بیٹھیں کہ دیکھو ہم اپنے گھر سے خارج نہیں کیا اس سے گھر کا جز ہو گئے۔ مگر یہ محض جہل ہے خارج دونوں جگہ داخل کے مقابل ہے۔ آپ گھر سے خارج نہیں۔ یعنی ذات میں داخل ہیں مگر گھر میں داخل ہونے سے اس کا جز ہونا لازم نہیں آتا اور ذات میں داخل نہ ہوگا مگر اسکا جز۔ کیا آپ دیوبندی مولوی محمود حسن کی طرح اپنے رب کو مانند مکان کھکل جوف دار مانیں گے۔

نے بکمال حیا اسے بتاکید کہا کہ "عالمگیری میں صاف صاف لکھا ہے" 'التہدید' آپ جانیں حرفوں کی بنی ہوئی ایک پانچ ستم ظریف ہے۔ اس پر غصہ نہ دکھایا بلکہ تمسخر کی ادا میں فرمایا صفحہ ۸

(۳۱۲) "کیا اس فقرے کے کہہ دینے سے (اذان داخلِ مسجد کی قدامت/نفس عرس کی حرمت) آپ نے (نص/حدیث) صریح سے ثابت کردی۔ کہہ دو۔ ہاں۔ مگر جہالت بھری ہیکڑی۔ نیم دراز گردن۔ جھینپتی ہوئی آنکھیں اُٹھا کر کہنا۔ تاکہ طائفہ میں کچھ داؤل جائے اور کھانے کمانے کا ٹھیکرا ہاتھ سے نہ چھٹ جائے۔"

(۲۷) بحث تو دور کی اور جناب لے دوڑے عام خاص کا تعارض وترجیح۔ اس پر 'التہدید' کی مہذب جلی کٹی سنیے۔ صفحہ ۸

(۳۱۳) "واہ جی واہ! کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا، بھان متی نے کنبا جوڑا۔ سچ کہنا (تعارض و ترجیح/کل محدثۃ) والا فقرہ تمہیں یاد تھا یا کسی نے بتادیا دیکھو لجانا شرمانا نہیں۔ صاف صاف بتانا اسکے معنی بھی معلوم ہیں یا خالی رٹ ہے۔"

(۲۸) مباحث سابقہ میں گزرا جناب نے جیسے جیسے بے ثبوت دعوے کئے آخر 'التہدید' کو کہنا پڑا۔ صفحہ ۱۱

(۳۱۴) "مہربانی فرما کر جو کہا کیجئے۔ کسی سے پوچھ پاچھ کر باثبوت لکھا کیجئے۔ ورنہ پھر وہی ہوگا۔ جیسے ('جامع الرموز'/دارمی) کا حوالہ۔ کہو کچھ جھینپے"

(۲۹) میں یہ بھی دکھا چکا ہوں کہ جناب نے جواب وہ دیئے جن سے اور اظہار ناواقفی شریف ہوا۔ اس پر 'التہدید' کی شستہ زبانی سنیے۔ صفحہ ۴

(۳۱۵) "یہ تحقیق مرتفع وایستادہ[۱] کہ (بدایونی/بنارسی) جی اس میں لٹک لٹک کر جھکولے کھا گئے اور کچھ ایسے سٹ پٹائے کہ جواب لکھنے[۲] کے بجائے اپنی جہالت اور اُچھال بیٹھے۔"

---

۱ تحقیق ایستادہ ونشستہ آج ہی سنی۔ ایہام فحش ہوجائے اگرچہ بے معنی ۲ لکھنے کے بجائے کیا نفیس بندش ہے۔

(۳۰) ہم نے کتنا کھول کر سمجھا دیا تھا کہ بین یدیہ اور علی باب المسجد میں زنہار تعارض نہیں۔ جناب جواب نہ دے سکے اور جمے اسی ہٹ پر رہے۔ آخر 'التہدید' نے کہا۔ صفحہ۔۱۲۔

(۳۱۶)'' ('تعبیر خواب'/ القول السدید) میں دونوں کے تعارض نہ ہونے کے متعلق جو تحقیق کی گئی تھی ایسی ہضم ہوئی کہ ڈکار تک نہ لی۔ (بدایونی/ بنارسی) جی تم نہیں سمجھتے کہ جو شخص (تعبیر خواب/ القول السدید) اور تمہاری (نو/ آٹھ) ورقی دیکھے گا تمہاری دیانت کو کیا کہے گا۔ انصاف والا ہوا تو یقیناً تمہاری حرکتوں پر چار حرف بھیجے گا۔ شرم۔ شرم۔''

(۳۱) آفتاب کی طرح واضح کر چکا ہوں کہ جناب والا ہمارے اعتراضات نہ سمجھے۔ یا سمجھے اور تعصب کو کام فرمایا۔ اس پر 'التہدید' کیا کیا بپھری بکھری بگڑی نکھری ہے ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۳۴۔

(۳۱۷)'' افسوس آپ کو سمجھاتے سمجھاتے مدتیں گزر جائیں۔ مگر آپ کے دل پر اس قدر تعصب و نفسانیت کی زنگار چڑھ گئی ہے کہ سمجھنا نصیب دشمناں یا سمجھ کر تجابل تغافل پر اڑ بیٹھنا شعار کر لیا ہے۔''

صفحہ ۱۶۔

(۳۱۸)'' اہل علم سے امید کہ ('تعبیر خواب'/ القول السدید) اور اس (نو/ آٹھ) ورقی رسلیا کو پڑھ کر انصاف فرمائیں۔ ('تعبیر خواب'/ القول السدید) کی ایک بحث ایک دلیل ایک (نقض/ معارضہ) کا بھی جواب ہوا ہے یا اس (نو/ آٹھ) ورقی کا لکھنے والا ('تعبیر خواب'/ القول السدید) کو سمجھ کر لکھ رہا ہے۔ (بدایونی/ بنارسی) جی جس سے چاہو انصاف کرالو۔ تم سے ایک بحث کا بھی معمولی جواب تک نہ دیا گیا۔ دل میں تم بھی شرمارہے ہو۔ مگر ٹکے سیدھے کرنے کو جو کچھ نہ کرا بیٹھو تھوڑا ہے۔ افسوس تم مجیب بن کر ایک دلیل بھی رد نہ کر سکے۔ عیاریاں کیں۔ گریز سے کام لیا۔ مگر سب بے سود۔ نصیبوں کی ذلت پوری ہو کر رہی۔ اب بھی شرم سے کام لو۔ مگر تمہیں اس سے کیا واسطہ۔''

صفحہ ۲۷۔

(۳۱۹) ''وہ رکاکتیں اور سفیہانہ حرکتیں ہیں جو نام مناظرہ اور شانِ علم کو بدنام کررہی ہیں۔ اسی منہ پر دعویٰ کیا تھا کہ رسالہ کا جواب لکھتا ہوں۔ اور یہی وہ رسلیا ہے جو (تعبیر خواب'/القول السدید) کے سامنے پیش کی ہے۔ شرم۔ شرم۔''

صفحہ ۲۱۔

(۳۲۰) ''اپنی (نو/آٹھ) ورقی کی روتی کسیانی شکل دیکھو۔ (تعبیر خواب/القول السدید) پر نظر ڈالو۔ پھر سوچو کہ کسی ایک (سوال/دلیل) کا بھی تم سے جواب ہوا ہے۔''

صفحہ ۳

(۳۲۱) ''ایسے جاہلوں سے کلام بھی کوئی کیا کرے جو وقتِ معارضہ مجنونانہ حرکات ظاہر کرنے لگیں جنکی علمی حالت اتنی کمزور کہ ان کے حوالوں اور غلط بیانیوں کی جب گرفت کی جائے تو کچھ جواب نہ بن پڑے۔ مگر بعض احباب کے اصرار سے ہم نے اس (نو/آٹھ) ورقی رکتبیا کی کچھ خدمت کرنے کا ارادہ کیا کہ انصاف پسندوں کو بتادیا جائے کہ (بدایونی/بنارسی) جی نے ('تعبیر خواب'/القول السدید) کو بالکل نہ سمجھا۔ یا سمجھا تو مگر ڈھٹائی سے یا 'بے حیائی تیرا ہی آسرا ہے' کہہ کر باوجود عاجز و مبہوت ہوجانے کے تجارتی مشین چلا بیٹھے۔''

(۳۲) 'التہدید' نے یہ لچھے دار تو اُن جوابوں پر سُنائیں جو آپ پچاس میں سے گیارہ پر دینے چلے اب انتالیس جو نرے ہضم فرما گئے اُن پر 'التہدید' جو کچھ بھی نکھرے تھوڑا ہے کہ ایسی ناپاک حرکت اور شافی جواب نام پر پتھر کی مورت کو بھی غصہ آیا ہی چاہئے۔ ملاحظہ ہو۔ صفحہ ۳۔

(۳۲۲) '' (بدایوں/بنارس) سے ایک پیکٹ پہنچا جس میں (نو/آٹھ) ورقی تحریر (شافی جواب/الاصول الشدید) نامی تھی۔ اس کو (تعبیر خواب/القول السدید) کا جواب فرض کیا ہے۔ مضمون رسالہ وہی کتر بیونت پرانی عیاریاں، تمسخر، نفس مسائل سے گریز مزخرفات[1] ('تعبیر خواب'/القول السدید) میں جو قاہر (سوال/معارضے) تھے ان سے ایسی علحدگی جیسے (انکے دروازے سے

---

[1] تشبیہ اگر نہ بدلئے جب بھی ٹھیک ہے۔

اذان/ بنارسی جی سے ایمان) جن باتوں کا ثبوت مانگا تھا جن غلط بیانوں پر متنبہ کیا تھا۔ ان سے بالکل سکوت۔ اپنی تجارتی مشین چلانے کے لئے یہ (نو/ آٹھ) ورقی لکھ تو دی مگر انصاف سے سوچیں۔ کیا ('تعبیر خواب'/ القول السدید) کا جواب ہوگیا۔ جو سمجھدار ('تعبیر خواب'/ القول السدید) دیکھ چکا ہے وہ اس (نو/ آٹھ) ورقی کو سوا خبط و ہذیان کے اور کیا سمجھے گا۔ کاش ذرا عقل سے کام لیتے تو یہ خواری نہ ہوتی۔ مگر

گر خدا خواہد کہ پردۂ کس درد   میلش اندر طعنۂ پاکاں بردؔ[1]"

صفحہ ۱۰۔

(۳۲۳)" شدید مطالبہ کو (بدایونی/ بنارسی) جی سارے کا سارا ہضم کر گئے۔ سانس بھی نہ لی۔ البتہ ہیکڑی سے قدیمی بے حیائی کے اُکسانے سے بولے تو گریز کی بولے۔"

صفحہ ۲۳۔

(۳۲۴)" خالی گریز ہی سے ٹال ٹول کردی۔ ہر بات کا مفصل و معقول جواب دیتے تو حقیقت معلوم ہوتی۔ دو چار لغو بہتان کچھ مصنف کو کچھ اکابر کو بازاری گالیاں سنادیں۔ جواب کیا اسی کا نام ہے۔"

صفحہ ۲۷۔

(۳۲۵)" یہ سب مطالبے ہضم ہو گئے اور آپ نے سانس تک نہ لی۔ سچ کہنا اس حرکت پر تمہیں تمہاری پارٹی والے دروغ گو، جاہل نہ بتائیں گے۔ اور منصف مزاج تمہاری ان طفلانہ، سفیہانہ حرکتوں پر لاحول نہ پڑھیں گے۔ دعوائے علم ہے تو اس گلوگیر[2] پھانسی سے گلوخلاصی کرائیے اور جلد مطالبہ سے سبکدوش ہوجیے۔"

جناب والا کی تحریفیں خیانتیں بتیس گنی تھیں۔ 'التہدید' سے شافی جواب کی بھی بتیس ہی قسم کی حرکات کا رد مبارک۔ تا کہ جناب کی ہزار داستان زبان باغِ بے باکی کی "بلبل" ثابت ہو کہ مجموعہ ۳۲۔۳۲ کا ہے۔ نیز "دل" سے جناب کی اندرونی حالت ظاہر ہو کہ وہ بھی ایسا مجموعہ ہے۔ اول ارقام جفریہ پر۔ دوم ارقام زبجیہ پر "فافهم ان

---

[1] تحریف کی عادت اور علم کی کمزوری۔ "التہدید" میں بردکا دبد لکھا ہے۔ [2] اُلٹی ظرافت

کنت تفهم وان کنا نعلم انك لاتفهم۔ "ملاحظہ ہومگر للہ ذرا انصاف سے کہ جن ناپاک حرکات پر جناب والا نے بنارسی بیچارے کو یہ کچھ سنائیں۔ ہمارے مقابلہ میں بعینہا وہی حرکات خود فرمائیں۔ اب تو جناب کو کھلا کہ بنارسی صَول اور جناب کی تحریر شافی جواب دونوں طابق النعل بالنعل ہیں۔

مکر ناکس فکرِ نارس دیکھ لو — اب بدایوں میں بنارس دیکھ لو
کب بدایوں کے بدآئیں بھاگ تھے — کاش کاشی کی کشش سے بھاگتے
انچہ او گفتہ ہماں گویاں شدید — رہ کہ او رفتہ ہماں پویاں شدید
با بنارس متصل شد سلسلہ — دو زمیں یک گشت اندر زلزلہ
طرز عبد القادر و فضل الرسول قدس سرہما — شد پسش پیش[1] تو بے قدر و فضول
رنگِ صحبت تخم را تاثیر برد — سنگ گوئی شیشہ را بشکست خورد

انصاف کیجئے تو ایک یہی فصل آپ کے رد میں قول فصل اور شافی جواب پر کافی عقاب ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ اگر چاہئے اس فصل کو مستقل رسالہ کیجئے اور دوا آفت بدایوں کی خانہ جنگی (۱۳۳۳ھ) لقب دیجئے۔

☆☆☆☆☆

[1] ضمیر بر بنارسی ای در اتباع او

فصل ۸

ہمارے رسالہ کے حصۂ دوم کا ذکر اور ایک اشد ضروری دینی نصیحت سے عاقبت گرامی برادرم کی فکر

باذنہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے اس مبارک رسالے کا یہ پہلا حصہ صرف مبحث مسئلہ اذان اور شافی جواب کی اس پونے دوورقی پر تھا جس میں ہمارے سوالات قاہرہ کے جواب کا جھوٹا نام لیا ہے۔ باقی زوائد و بالائی باتوں کی خبر گیری و خدمت گزاری کو ہمارے رسالہ کا حصہ دوم ہے ہم نے اسے جدا کیا کہ اولاً اس پر ہم نے تمام علمائے اہلِ سنت سے گواہی طلب کی ہے۔ زوائد کا خلط ان کا وقت زیادہ صرف کرتا اور بوجہ طول انھیں دیکھنا بار ہوتا۔ ثانیاً۔ ہمیں اپنے گرامی بھائیوں کی عادت معلوم ہوئی کہ زوائد کے طول فضول میں گردن بلند اور مقاصد کی طرف کا بازار بند۔ انھیں تحقیق مسئلہ مقصود نہیں اور ہو بھی کیونکر کہ اُس میں تو بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا حق اور اپنا باطل پر ہونا خوب جان چکے۔ اب جو کچھ مار مار کی چیخ پکار ہے صرف عوام کو دکھاوے کی ہے کہ کہیں وہ بھی ہار نہ پہچان لیں۔ وہ نہ ہو کہ ع

ہائے قسمت رازِ دل اُن پر بھی ظاہر ہوگیا

مگر آپ کا طرفِ مقابل بحمد اللہ تعالیٰ احمق نہیں کہ کسی عیاری کی چال میں آکر اصل مسئلۂ دائرہ بچا کر اِدھر اُدھر کی بحث میں پڑ جائے جو مسئلہ زیر تحقیقات تھا بالائے طاق رہے اور بیگانہ بات بڑھ جائے۔ لہٰذا یہ حصہ خالص اسی بحث میں ہوا اور جناب کی زائدات کی خبر حصۂ دوم لے اس میں بھی بعونہٖ تعالیٰ سات فصلیں ہیں۔

اول گرامی برادرم کی باقی تحریفوں میں کہ حصۂ اول کے خاتمہ میں انکی ۳۲

تحریفات گنا کر گزارش کر دی ہے کہ "ہنوز کثیر ہیں۔ پچاس خیانتوں سے عدد متجاوز ہے۔ انکی نمائش کو حصہ دوم ہے۔"

دوم وسوم میں ہمارے سخت بیان اور انکی میٹھی زبان یعنی ہم پر جو انھوں نے اتہام رکھا کہ ہم نے 'تعبیر خواب' میں انکے ساتھ شنیع نامہذب برتاؤ کیا۔ دوم میں فرداً فرداً انکے جواب اور سوم میں انکی سخت بدتہذیبیوں کی دھوئی دھائی شستہ شائستہ زبان کی مقدس خرافات کا انتخاب۔ سوم کی حالت تو اسی فصل گذشتہ سے آشکار۔ جس میں خود انکی 'التہدید' ان پر صاعقہ بار۔ دوم میں ہم نے یہ دکھایا ہے کہ برادرم نے جہاں اور اجتہاد فرمائے فن بدتہذیبی کے بھی مجدد و مجتہد ہیں۔ انکی وہ دس قسمیں جدید گڑھیں کہ باید وشاید۔ ازانجملہ ایک عجیب یہ کہ نفی عیب کا نام عیب.......ہم کہیں آپ میں یہ عیب نہیں وہ کہیں ہمیں عیب لگایا۔ ہمارے ساتھ بدتہذیبی کی نیز عجیب یہ کہ نفی قول کا نام قول۔

ہم صراحۃً کہیں کہ آپ نے کہا ہم نہیں کہتے۔ وہ کہیں ہمیں یوں کہا۔ اور سب سے عجیب تر یہ کہ بے تہذیبی کریں آپ اور ہم انکی وہ عبارت 'تعبیر خواب' میں رد کے لئے نقل کریں تو اپنی بے تہذیبی ہمارے سر دھریں۔ کہ تم نے یہ لفظ نامہذب کہا۔ اور دو قسمیں سب سے سخت تر جنکی بنا پر (۳۲۶) انکے نزدیک معاذ اللہ قرآنِ عظیم سراسر بے تہذیبیوں سے بھرا ہے۔ (۳۲۷) تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام از آدم یا سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام معاذ اللہ انکے طور پر سخت نامہذب گزرے۔

چہارم میں گرامی برادر کے سفید سرخ زرد سیاہ ہر رنگ کے کھلے سچ۔

پنجم یہ کہ برادرم نے ایک اسی تحریر شافی جواب میں بحکم نص قطعی قرآن مجید اسّی سے زیادہ علانیہ فسق وکبائر کا ارتکاب کیا اور بالآخر خود اپنے فتوے سے اپنے اوپر سب

سے سخت تر لزوم کو جلوہ دیا۔

ششم میں باقی موائد، عوائد و فوائد کہ انکے زوائد پر وارد و وعائد۔ اسی میں مسئلہ ایمان سادات میں انکی تازۃ ادب شناسی کی خدمت گزاری بھی ہے کہ (۳۲۸) آپ تو اولاد امجاد سادات کرام کو صحیح النسب نہ مانیں۔ (۳۲۹) اور معاذ اللہ اس نہ ماننے کے افترائے کاذب میں ہم کو سانیں۔ (۳۳۰) پھر ہم پر جھوٹے اعتراض کی ہوس میں تقریر وہ کی جس نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی ماؤں بیبیوں حتی کہ خود ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر معاذ اللہ زنا جائز کر دیا۔ ہزار ہزار افسوس قلت دین و ذلت علم مدعین پر۔ نیز اس میں ۲۸ دن کے رمضان پر بحث اور انکے عذرِ بے محل کا رد اور اس باب میں اٹھارہ بند کا ایک مثلث ہے جس کے بند کا مصرع ہے۔ ع

''رمضان فروری بدایوں میں''

پہلے گیارہ بند اعتراض میں ہیں۔ پھر سات اعتذار میں۔ یعنی انکی طرف سے ۲۸ دن کا رمضان کر لینے کے عذر۔

ہفتم میں انکو نہایت ضروری دینی نصائح۔ جن کو ماننے والا دونوں جہاں میں مفلح و صالح۔ الحمد للہ مسئلۂ دائرہ میں حق 'تعبیر خواب' ہی نے واضح کر دیا تھا اور اب اس حصۂ اول نے بِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَہٗ انکی پوری قلعی کھول دی۔ زوائد پر بحث چنداں ضروری نہیں۔ مگر ایک نصیحت نہایت سخت اشد اہم ضروری ہے کہ مسئلۂ اذان کی ضرورت کو اس سے ایک اور لاکھ کی بھی نسبت نہیں ہو سکتی اسکے لئے اشاعت حصۂ دوم کا انتظار ہرگز روا نہیں۔ موت کا حال معلوم نہیں کل کیا ہو۔ فریقین میں سے کون رہے نہ رہے۔ لہٰذا دینی نصیحت کا عظیم فرض بتوفیقہ تعالیٰ ابھی ادا کر دیں۔ ماننا نہ ماننا ان کے اختیار۔

اور توفیق دینا رب عزوجل کے ہاتھ۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ •

اشد ضروری دینی نصیحت

مولانا ہم عاجزانہ ہاتھ جوڑ کر سچے دل سے عرض کرتے ہیں۔ بات سن لیجئے۔ سمجھ لیجئے۔ میزان ایمان میں تول لیجئے۔ پھر غصہ جتنا چاہئے فرمالیجئے۔ مگر للہ للہ للہ یہ نہ ہو کہ غصہ سننے ہی نہ دے۔ یا سن کر سمجھنے ہی نہ دے۔ برادرم! واللہ العظیم یہ دین وایمان کا معاملہ ہے اذان کا اندر یا باہر ہونا تو درکنار رہا نفس اسلام کا مسئلہ ہے۔ مانیے گا تو آپ کا بھلا ہے۔ نہ مانیے گا تو سب سے سخت تر مرحلہ ہے۔ مدرسہ بدایوں سے جو حضرت قدس سرہ کے بعد گنتی کے چھوٹے چھوٹے چند رسالے نکلے ان میں سے دو چار جستہ جستہ نظر سے گزرے۔ 'شمس العلوم' کے بعض نمبر اور 'خلاصۃ العقائد' اور یہ 'تحریر شافی جواب'۔

تحریرات بدایوں میں خلافِ اسلام کلمے

افسوس کہ سوئے اتفاق سے ان سب میں وہ کلمات واقع ہو گئے جو اسلام وایمان کے ناقض ومناقض ہیں ان سے توبہ فرض ہے اور اسکا اعلان بحکم حدیث لازم۔

اول: وہ شمس العلوم والا کلمہ کہ علمِ الٰہی عزوجل کی طرف صاف صاف جہل نسبت کیا۔

دوم: وہ خلاصۃ العقائد والا کہ صفات الٰہیہ نہ عین ذات ہیں نہ ذات سے خارج۔ یعنی ذات الٰہی کے ٹکڑے ہیں۔

سوم: خود اس تحریر 'شافی جواب' میں۔ اسے ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ اس فقیر نے 'تعبیر خواب' میں ایک مجمل کلام لکھا تھا۔ "بعض آسے پاسے کے مقدس محبین جن کے سینوں میں آتش حسد شعلہ زن تھی۔" اس میں کسی کا نام نہ تھا۔

(۳۳۱) اور آپ کے طور پر تو اس سے آپ مراد ومفہوم ہو سکتے ہی نہ تھے کہ اس پاس

والوں کو کہا اور آپ کے نزدیک عرفاً پاس کا صدق منبر سے دروازہ تک تو ممکن نہیں بریلی سے بدایوں تک کیسے دوڑ جاتا[1]

مدرسہ بدایوں سے اکابر ائمہ واولیا وعلما پر کفر کا الزام

بااینہمہ نہ آپ نے ابہام واجمال کا خیال کیا نہ وہ جانا پہچانا عرف ومحاورہ جس کے بھروسے آپ نے آیات قرآنیہ تک کو طومار بیکار بتایا تھا یاد رہا۔ اور غصہ نے آپ ہی پر حمل کر دیا اور شدتِ غیظ میں صفحہ ۵ پر فرمایا۔

''آپ یوہیں معاذ اللہ علام الغیوب ہونے، مجددیت سے نبوت بلکہ الوہیت کا دعویٰ کریں۔''

مولانا اللہ واحد قہار کو ایک جان کر کہئے کہ نبوت والوہیت کے دعوے کو آپ کفر جانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں جانتے تو جس مسلمان سے چاہئے پوچھ دیکھئے یا اپنے اَب و جَدْ قدس سرہما کے ارشادات دیکھئے کہ یہ صریح کفر وارتداد ہوگا اور اگر جانتے ہیں اور ضرور جانتے ہیں تو یہ آپ نے صراحۃً تکفیر کی۔ اور بلاشبہ کافر کہا۔ جس سے آپ کو انکار کی گنجائش نہیں اور کہا کاہے پر۔ صرف اتنی بات پر کہ بعض کے سینوں میں حسد بتایا۔

(۳۳۲) اب ملاحظہ ہو کہ اکابر علما قرناً فقرناً اپنے حاسدوں کے شاکی رہے ہیں۔ فخر الدین رازی 'تفسیر کبیر' میں فرماتے ہیں

" اِعْلَمْ اَنَّهٗ مَرَّ عَلٰى لِسَانِيْ فِيْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ اِنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الْكَرِيْمَةَ يُمْكِنُ اَنْ يُسْتَنْبَطَ مِنْ فَوَائِدِهَا وَ نَفَائِسِهَا عَشَرَةَ آلَافِ مَسْئَلَةٍ فَاسْتَبْعَدَ هٰذَا بَعْضُ الْحُسَّادِ وَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْجَهْلِ وَ الْغَيِّ وَ الْعِنَادِ"

یعنی بعض اوقات میری زبان سے یہ بات نکلی تھی کہ سورۂ فاتحہ شریف کے فوائد و نفائس سے دس ہزار مسئلے نکال سکتے ہیں۔ اسے بعض حاسدوں اور کچھ جاہل گمراہ

---

[1] یہ یوں کہ ریل ہوگئی ہے۔ منبر سے دروازہ تک ریل کہاں؟

معاندوں نے بعید جانا۔

امام اجل عارف باللہ سید عبد الوہاب شعرانی کتاب 'الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر' میں فرماتے ہیں۔

"اِنَّ بَعْضَ الْحَسَدَةِ اَشَاعَ فِیْ مِصْرَ وَ مَكَّةَ اَنَّ عُلَمَاءَ مِصْرَ رَجَعُوْا عَنْ كِتَابَتِهِمْ عَلٰى مُؤَلَّفَاتِ فُلَانٍ فَشَكَّ بَعْضُ النَّاسِ فَاَرْسَلْتُ النُّسْخَةَ لِلْعُلَمَاءِ فَكَتَبُوْا كَذِبَ وَاللّٰهِ مَنْ يُنْسِبُ اِلَيْنَا اِنَّا رَجَعْنَا"

مصر اور مکہ معظمہ میں بعض حاسدوں نے شائع کیا کہ علمائے مصر نے جو میری کتابوں پر تقریظیں لکھی تھیں ان سے رجوع کر لی۔ اس پر میں نے کتاب علماء کے پاس پھر بھیجی۔ انھوں نے تحریر فرمایا۔ واللہ جھوٹا ہے جو ہماری طرف اس رجوع کی نسبت کرتا ہے۔

علامہ مناوی 'تیسیر شرح جامع صغیر' میں فرماتے ہیں۔

" اِنِّیْ لَمَّا شَرَحْتُ الْجَامِعَ الصَّغِيْرَ كَوٰى قَلْبَ الْحَاسِدِ فَجَهَدَ اَنْ يَاتِیَ لَهٗ بِنَظِيْرٍ فَرَجَعَ اِلَيْهِ بَصَرُهٗ خَاسِئًا وَ هُوَ حَسِيْرٌ فَلَمَّا آنَسَ مِنْ نَفْسِهِ الْقَصُرَ وَ التَّقْصِيْرَ عَمِدَ اِلَى الطَّعْنِ فِيْهِ بِالتَّطْوِيْلِ فَلِقَطْعِ اَلْسِنَةِ الْحَسَدَةِ اَمَرَنِیْ بَعْضُ الْمُحِبِّيْنَ اَنْ اَخْتَصِرَ۔"

جب میں نے 'جامع صغیر' کی شرح لکھی اس نے حاسد کے دل کو داغ دیا۔ اُس نے کوشش کی کہ ویسی لائے اُسکی نظر خیرہ و درماندہ ہو کر پلٹ آئی۔ جب اُس نے اپنا قصور و نقصان دیکھا اب میری شرح میں تطویل کا طعن کرنے لگا۔ لہٰذا حاسدوں کی زبان کاٹنے کے لئے مجھے بعض محبوں نے اختصار کا حکم دیا۔

اور امام جلال الملۃ والدین سیوطی کا تو شکایت حاسدان میں خاص ایک رسالہ ہے۔ 'الصواعق علی النواعق'۔ اور علامہ حصکفی 'درمختار' میں فرماتے ہیں۔

"مَنْ عَاشَ فِی النَّاسِ يَوْمًا غَيْرَ مَحْسُوْدٍ   هُمْ يَحْسُدُوْنِیْ وَ شَرُّ النَّاسِ كُلِّهِمْ"

لوگ مجھ سے حسد رکھتے ہیں اور سب میں بدتر وہ جو ایک دن زندگی ایسی گزارے کہ کوئی اس کا حاسد نہ ہو۔

اسی میں ہے۔

"قَدْ اَضْحَتْ اَعْرَاضُ الْمُصَنِّفِیْنَ اَغْرَاضَ سِهَامِ اَلْسِنَةِ الْحُسَّادِ۔"

مصنفوں کی آبروئیں زبان حاسدان کے تیروں کا نشانہ رہیں۔

اسی میں ہے

"وَمَا عَلَیَّ مِنْ اِعْرَاضِ الْحَاسِدِیْنَ عَنْهُ حَالَ حَیَاتِیْ"

میری زندگی میں مری کتاب سے حاسدوں کی روگردانی مجھے مضر نہیں۔

مدرسہ بدایوں سے خود حضرت تاج الفحول بدایونی پر الزامِ کفر

اور زیادہ نقول کی کیا حاجت۔ (۳۳۳) خود حضرت تاج الفحول کے دیوان اپنے حاسدوں کی شکایت اور اُن پر استمداد و استعانت سے مملو ہیں۔

حسد جو مجھ سے رکھتے ہیں ستاتے ہیں زبردستی
مری خاطر انھیں کر زیر یا محبوب سبحانی
دوست عزت سے رہیں ، ہوں مخذول
مرے سب حاسد و ہارج یا غوث
حسد عبث ہے عداوت عدو کو ہے بیکار
خبر نہیں ہے کہ آقا ہے لو مرا یا غوث
پھنسا ہوں دامِ تفکر میں المدد یا غوث
کہ بے سبب ہیں عدو درپے حسد یا غوث
فقیر قادری کو ہے فقط کافی کرم تیرا
رہیں حساد گو آمادۂ جنگ و جدل یا غوث

بچالے مجھ کو انکے شر سے جو مجھ بے سر و پا سے
بہ دل رکھتے ہیں بغض و بیر یا محبوب سبحانی

اب فرمایئے کہ جو ان سب اکابر کو اس بنا پر کہ انھوں نے دوسروں کے دلوں میں حسد بتایا مدعیِ الوہیت و نبوت قرار دے کر کافر کہے وہ وجہِ شرعی سے کہتا ہے یا بلا وجہ۔ اگر وجہِ شرعی سے کہتا ہے تو آپکے نزدیک یہ سب اکابر معاذ اللہ وجہ شرعی سے کافر ہوئے۔ اسے قبول نہ کرے گا مگر مردود و مفتون بے ایمان ملعون۔ لاجرم ماننا ہوگا کہ اُس نے بلا وجہِ شرعی کافر کہا۔ اور خود اسی بنا پر مسلمان کی تکفیر فرما چکے۔ تو ثابت ہوا کہ آپ نے بلا وجہِ شرعی مسلمان پر حکم کفر لگایا۔ اب فرمایئے جو بلا وجہ شرعی مسلمان پر حکم کفر لگائے وہ بحکمِ احادیثِ صحیحہ وفتاوائے کثیرہ اکابرِ ائمہ خود آپ کافر ہے یا نہیں اور بالاجماع اُن پر تجدید اسلام وتجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

مدرسہ بدایوں کا حضرت تاج الفحول و جملہ ائمہ اہلِ سنت پر دوسرا الزامِ کفر

(۳۳۴) چہارم۔ آپ کے نزدیک مغیبات سے کسی بات کے جاننے کا کوئی ممکن طریقہ علم ذاتی مختص بخدا و وحی نبوت مخصوص بہ انبیا کے سوا ہوتا تو اتنی بات پر کہ بعض کے دلوں میں حسد ہے۔ آپ دعویٰ نبوت و الوہیت کا حکم نہ فرما سکتے۔ کیا بلا ثبوت مسلمان کی تکفیر فرما کر خود کافر کہلاتے۔ لاجرم آپکے نزدیک کسی غیب کی بات جاننا الوہیت و نبوت ہی میں منحصر ہے۔ لیکن تاج الفحول قدس سرہ احسن الکلام بحث ولایت اولیائے کرام میں فرماتے ہیں۔

"نَعْتَقِدُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِيْهِمْ عِلْمَ الْغُيُوْبِ اَمَّا حَصْرُ عِلْمِ الْغَيْبِ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّمَا الْمُرَادُ مِنْهُ بِالذَّاتِ۔"

یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیا کو علمِ غیب دیتا ہے اور علمِ غیب جو اللہ عز وجل سے خاص ہے اس سے صرف علم ذاتی مراد ہے۔ تو آپ کے نزدیک یہ اولیا کو خدا و نبی

ماننے کا اعتقاد ہوا۔ اس پر کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

کیا اسی پر 'التہدید' نے جل کر کہا تھا۔ صفحہ۔۱۶۔

''شرمیلی ادا سے ایک بار تو ہاں کہہ دو۔ پھر دیکھو کون کون اس میں شامل ہوا جاتا ہے۔''

برادرم! مسلمانوں کو کافر کہنا ہنسی کھیل نہیں۔

بدایونی تحریر شافی کا جناب مولانا عبدالمقتدر صاحب پر اشد کفر کا الزام

(۳۳۵) پنجم۔ بعض کے دل میں حسد بتانا آخر اسی لئے دعوے الوہیت ونبوت ٹھہرا کہ حالِ قلب پر اطلاع کا دعویٰ ہے۔ اب خود بدولت اپنی ملاحظہ فرمائیں۔ خط بمبئی میں کہ اسی تحریر 'شافی جواب' میں بھی کچھ فرق دے کر چھاپا ہے۔ علمائے کرام کی نسبت فرماتے ہیں۔

''دل دعوائے عصمت کرتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق ہماری ہی طرف ہوتا ہے۔ زبان سے اس کا اظہار پسند نہیں کرتے۔''

ملاحظہ ہو حال قلب پر اطلاع کا کیسا کھلا دعویٰ ہے اور وہ بھی ایسے خفی حال کا کہ جن کے دلوں میں ہے وہ اس کا اخفا چاہتے ہیں۔ اب یہ جناب نے کیسا بے تکان الوہیت ونبوت کا دعویٰ فرما دیا۔ اس کی نسبت حکم ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

برادرم! الوہیت ونبوت دونوں کا اجتماع محال۔ کیا آپ دونوں کے مدعی ہوئے یا ایک کے۔ ایک[1] کے تو کس ایک کے۔ کیا اسی پر 'التہدید' نے خوش خوش کہا تھا۔ صفحہ ۱۷۔ کہ

''سنو اور کان کھول کر سنو ایسا سنو کہ پھر لب نہ کھلیں گے گردن نہ اُٹھے گی یہ تمہاری ہی دلیل یا یہ

---

[1] انصافاً لہٰذا یہ سوال بیکار ہے۔ وہ دونوں کے مدعی ہوئے اور ایک کے تو خاص الوہیت کے۔ انھوں نے فرمایا ہے۔ نبوت بلکہ الوہیت یہ بلکہ اگر ترقی کے لئے ہے تو دونوں کے مدعی ہوئے اور اضراب کے لئے تو الوہیت کے یہ امر حال الوہیت کے مدعی ہر طرح ہوئے۔

معارضہ تمہیں پھانس لے گا۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا"

برادرم پر بحکمِ شرع کیا کیا لازم

اور اسکے آگے جو 'التہدید' حد سے گزر کر گرجی ہے وہ جناب کے پیش نظر ہے ہم اُسے ذکر کرتے ڈرتے ہیں۔ بالجملہ یہ وجوہ خمسہ بلاشبہ بالاجماع کم از کم پانچ حکم لازم کرتی ہیں۔ اول۔ تجدید اسلام۔ دوم جس طرح ان اقوالِ مردودہ کی اشاعت ہوئی۔ یوہیں ان سے توبہ کی اشاعت۔ سوم۔ تجدید نکاح۔ چہارم اعادۂ حج کہ اس کا وقت عمر ہے نماز روزے جو گئے، گئے کہ انکا وقت بھی گیا۔ پنجم۔ تجدیدِ بیعت۔ یہ سب سے مشکل ہے۔ تجدید اسلام کو ایک اپنی زبان چاہئے۔ تجدید نکاح کو دو کی زبان۔ دو کے کان۔ لیکن تجدید بیعت کو پیر درکار۔ ظاہراً نفس اسے کسی طرح قبول نہ کرے گا۔ گپ چپ کا معاملہ ہوتو قہرِ درویش بر جانِ درویش۔ مگر جو مسندِ مشیخت پر بیٹھا ہے اور سیکڑوں نہیں تو بیسیوں اسکے مرید ہو چکے۔ اسکا دیا شجرہ پڑھتے ہیں۔ اب وہ نیا پیر بنائے اور اپنے سب[1] مریدوں کو اطلاع دے کہ تمہارا وہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ تمہارا پیر ہی بیعت سے نکل گیا اب اُس نے نیا پیر بنایا ہے۔ تمہاری عقیدت اب بھی باقی ہو اور جی چاہے تو تم سب ازسرِ نو اس سے بیعت کرو۔ نیا شجرہ لو۔ اسے کیوں کر گوارا کرے گا کہ نفسِ امارہ اسے ذلت و رسوائی جانے گا۔ اور آمد میں بھی رفت کا اندیشہ کرے گا۔ رہی آخرت کی رسوائی اور وہاں مریدوں پر اس فضیحت کا ظاہر ہونا۔ اسکی کیا پرواہ ہے۔ غرض ہے سخت مشکل۔ دنیا و آخرت سوتیں ہیں دونوں کا راضی رکھنا نہ ہو سکے گا بندۂ دنیا دنیا لیتے

---

[1] ہمیں تو سب مسلمانوں کی خیر خواہی۔ برادرم اگر ان نصائح دینیہ ضرور یہ پر عمل نہ فرمائیں تو جو انکے مرید ہو چکے یا ہونا چاہیں وہ اس حکم شرعی سے سبق لیں۔ ہاں اگر پیری مریدی بھی آخرت کے لئے نہیں کوئی دنیوی جھگڑا ہے جس میں ہٹ کی جگہ ہے تو وہ جانیں۔

ہیں۔عار بر نار کو ترجیح دیتے ہیں۔جو خاص بندۂ خدا ہے آخرت اختیار کرتا ہے۔

" نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ حَافِظِنَا وَ مَاوَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ ابْنِهٖ وَ حِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اِلٰى اَبَدِ الْآبِدِيْنَ ۔ آمِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔"

مستہزئین کا ذکر اور معتقدین مولانا سے ضروری گذارش

میں جانتا ہوں کہ نیچری خیال کے لوگ نیز دیگر مرتدین جن پر علمائے حرمین طیبین نے حکمِ کفر دیا۔ اس پر حسبِ عادت تمسخر کریں گے۔ دیکھئے ایک فرعی مسئلہ اور یہ احکام۔وہ دیکھو کفر کا چھینٹا چلا۔ وہ دیکھو یہ کیا۔ وہ کیا۔ اس لئے کہ ان مسخروں کے نزدیک کفر کرنا عیب نہیں۔ کفر کو کفر کہنا عیب ہے۔اُدھر کچھ مریدین معتقدین اُنکے متعلقین اُلٹے بگڑیں گے کہ ہیں ہیں حضرت کی شان اور یہ احکام۔اُن پہلے مسخروں کے تمسخر سے تو کچھ کام نہیں۔انشاءاللہ القدیر ایک دن خیر سے وہ آنے والا ہے کہ ہم اُن پر ہنسیں گے۔ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ • مگر اُن خوش اعتقادوں سے معروض۔ للہ غصّے کی نہیں بدی۔ یہ دیکھئے کہ کافر کس نے کہا۔ ہم نے یا اُنھوں نے۔اُس طرف سے بلاوجہ محض ہم کو منہ بھر کے کافر کہا۔ مدعیِ الوہیت و نبوت بتایا۔وہ تو خطا نہ ہوئی۔نہ آپ کو برا لگا۔ہم نے جو بنظرِ خیر خواہی و رہنمائی و اصلاحِ عاقبت برادران کو اس پر احکام شرعی بدلائل شرعی کی طرف متوجہ کیا تو یہ ہمارا قصور ٹھہرا۔اللہ واحد قہار دیکھتا ہے۔مسلمان ہو۔ احکامِ اسلام کے حضور سر جھکاؤ کہ اسلام گردن نہادن ہے نہ سر کشیدن و دہن بغوغا کشادن۔اللہ عزوجل انصاف کی توفیق دے۔ آمین۔وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

☆☆☆☆☆

(۲)

نکسِ اباطیلِ مدرسۂ خرما

۱۳۳۳ھ

"بہزار افسوس کہا جاتا ہے کہ حضرت تاج الفحول کے بعد مدرسہ بدایوں کے عقائد و اعمال سب متزلزل ہو گئے۔ اُنکی ماہواری تحریروں "شمس العلوم" و "مذاکرہ علمیہ" سے پونے دو سو قول اس میں انتخاب کئے ہیں جو خلافِ شریعت و خلافِ اہلِ سنت و خلافِ اسلام واقع ہوئے ہیں۔ آخر میں گرامی برادروں کو توبہ کی ہدایت ہے۔

مزید نصیحت و خیر خواہی بشمار دیگر کلمات دین کاہی

اسی دوران میں شمس العلوم و مذاکرہ میں اور کلمات نظر آئے کہ دین اسلام و عقائد سنت و احکام شریعت سے برکراں پائے۔ان پر بھی تنبیہ عرض کردوں کہ ایسے امر پر اطلاع دینے میں تاخیر نہ ہو۔ و باللہ التوفیق رسائل مدرسۂ خرما کے پانچ کلمے اوپر گذرے۔انھیں پر آگے بنائے حساب ہو۔

اللہ وانبیا وملائکہ پر مدرسہ خرما کے حملے

(٦) "اللہ تعالیٰ ہر شخص سے نفور ہے۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۰)

(۳۳٦) نفرت، بدکنا، بھڑکنا، بھاگنا ان باتوں کا اللہ عزوجل کے لئے اثبات کس دین میں ہے۔(۳۳۷) پھر اللہ عزوجل کو انبیاورسل وملائکہ اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت ہوئی۔کہ ہر شخص میں سبھی آگئے۔

(۷) "اللہ کا طالب بدنصیب ہے۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۰)

(۳۳۸) تو کافر خوش نصیب ہوئے کہ اُسکی طلب ہی نہیں کرتے۔

(۳۳۹) انبیاء کرام معاذ اللہ بدنصیب ہوئے کہ سب سے بڑھ کر اُس کے طالب ہیں۔

(۸) "اسی کے ایک مرتبہ کو بحث سے تعبیر کرتے ہیں۔پھر تنزلات کے مراتب ہیں مرتبہ ذات کا صفات کا۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۰)

یعنی بحت کے مرتبہ سے اللہ کی ذات کا مرتبہ نیچا۔(۳۴۰) کیا یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی مرتبہ اللہ کی ذات سے بھی بالا ہے۔

(۹) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر مرتبہ اولوالعزم رسل کا ہے۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ ا صفحہ ۱۲)

(۳۴۱) کیا ائمہ اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت مسیح حضرت سیدنا خلیل اللہ و سیدنا کلیم اللہ سے افضل و اکمل ہیں علیہم الصلاۃ والسلام۔یا محض بلحاظ سلطنت ایسا ارشاد ہوا۔

(۱۰) "مرتبہ ولایت کے بعد دائرہ ایمان ہے پھر دائرہ عامہ انسان پھر ایک دائرہ حیوانات و نباتات و جمادات وارواح ملائک کا ہے۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۲)

(۳۴۲) یعنی ولایت تو ولایت ملائکہ ایمان کے دائرہ سے بھی خارج ہیں۔

(۳۴۳) ان کا دائرہ کافروں کے دائرہ سے بھی قرب الٰہی سے دور ہے۔ اللہ کے رسولوں جبریل ومیکائیل کا وہی دائرہ ہے جو ہر جانور ہر اینٹ پتھر کا۔

(۱۱) "اعلیٰ طبقہ انبیا اولیا کا ہے۔ اسکے قرب میں عقلا کا۔ ان سے اتر کر متوسطین کا۔ نبوت کا اصلی فائدہ متوسط طبقہ حاصل کرتا ہے۔ اقرب وابعد میں ظہور زیادہ ہوجاتا ہے۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۹)

(۳۴۴) یعنی اولیا و دیگر عقلا کے لئے نبوت کا اصلی فائدہ نہیں۔ نبوت انھیں کوئی نئی تعلیم واصلاح نہیں دیتی۔ بلکہ جو انکے پاس ہے اسی کا ظہور زیادہ ہوجاتا ہے۔ جیسے ابعد یعنی کفار کو نبوت سے کوئی فائدہ نہیں۔ انکا کفر زیادہ آشکار ہوجاتا ہے۔ یہ خاصہ اُن کفار فلاسفہ کا مذہب ہے جو کہتے ہیں انبیا حق ہیں مگر جاہلوں کے سمجھانے کو آئے ہیں۔ ہم خود علم رکھتے ہیں۔

(۱۲) "(۳۴۵) قطبوں کے لئے شریعت دوسری ہے اُن کے نماز روزے جدا ہیں۔ (۳۴۶) جہاں ہمارے علم میں نرے کافر بستے ہیں وہاں یہ قطب یہودیوں میں یہودی، عیسائیوں میں عیسائی بنے رہتے ہیں۔ (۳۴۷) وہ محمدی یہودی اور محمدی عیسائی ہیں۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۹)

(۱۳) "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ" چلئے غرض معلوم ہوگئی۔ (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۵)

(۳۴۸) یعنی افعال الٰہی معلل بالفرض ہیں۔

غوث اعظم وامام رازی وامام غزالی پر مدرسۂ خرما کے افترا اور حملے

(۱۴) "اللہ تعالیٰ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کنکھیوں سے غمزہ کے ساتھ غلط نظر ڈالی۔" (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۵)

(۳۴۹) اللہ اور کنکھیاں (۳۵۰) اللہ اور غمزے کرنا۔ (۳۵۱) قہر یہ کہ اللہ بھی غلطی

کرتا ہے۔ (۳۵۲) اور اسکی نظر ایک وقت میں تمام موجودات کو محیط نہیں جب تو غلط انداز ہو جاتی ہے کہ دیکھتے اور کو تھے اور غلطی سے جا پڑی اور پر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۱۵) (۳۵۳) ''غوث اعظم اور اللہ تعالیٰ میں آرسی مصحف کی رسم''
(شمس العلوم جلد اشارہ نمبر ۳ صفحہ ۵)

(۱۶) (۳۵۴) غوث اعظم کو اللہ عزوجل کے '' آئینہ جمال میں اپنی صورت کی جھلکیاں نظر آئیں۔'' (شمس العلوم جلد اشارہ نمبر ۳ صفحہ ۵)

کہ ملنا انھیں باتوں پر موقوف تھا اور وہ ضرور ان کو ملا۔

(۱۷) ''ضو کا شمس سے اتحاد یہی مقامِ حق ٹھہرا۔'' (شمس العلوم جلد اشارہ نمبر ۳ صفحہ ۶)

اسلامی مسئلہ تو یہ ہے کہ توحید ایمان ہے اور وحدت حق اور اتحاد کفر۔ (۳۵۵) مگر مدرسہ خرمانے اتحاد مانا۔

(۳۵۶) تا (۳۶۰) پھر غضب یہ کہ ان پانچوں کلمہ ضلال وزلل کا خود حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا کہ حضور نے ایسا فرمایا۔ علم کا دربار بنا کر اُسکے اجلاس گڑھ کر ان اکابر کی حاضریاں اور اسٹیج[۱] پر انکی تقریریں لکھنے پر ناول پرستی رہ گئی تھی تو انکے پاک مبارک سچے کام کیا کم تھے کہ دل سے گڑھ کر انکی تقریریں بنائیے اور کہیے کہ (۳۶۱) امام اعظم نے یہ تقریر فرمائی (۳۶۲) غوث اعظم نے یہ۔ (۳۶۳) یہ فخر الدین رازی نے (۳۶۴) امام غزالی نے یہ۔ حالانکہ سب دروغ و باطل اور پھر وہ بھی ایسی ضلالتوں بطالتوں پر مشتمل۔ اللہ ہدایت دے۔

(۱۸) ''قرآن شریف پر تفصیلی ایمان اس حیثیت سے کہ ہم اسکی تفصیل پر عمل کریں فرض کفایہ ہے۔'' (شمس العلوم جلد اشارہ نمبر ۳ صفحہ ۲۶)

---

[۱] اسی نمبر کے صفحہ ۲ پر سرکار غوثیت کی آمد میں حاضرین کا انتظار یوں لکھا۔ ''اسٹیج پر نظر، دل پر ہاتھ کہ کب دُرِ مقصد ہاتھ آئے۔''

اول تو ایک نام عمل کا۔ (۳۶۵) پھر قرآن مجید کے تفصیلی احکام پر عمل ہر شخص پر فرض نہیں بریلی والے کریں بدایوں والوں پر سے اُتر گیا۔

مدرسہ خرما میں ائمہ اہلِ سنت کی تکفیر

(۱۹[ا]) ''کوئی حقائق اشیا کا منکر ہو بیٹھا کسی نے عالم مجردات کو نہ مان کر انکار قوت وعظمت شان قادر مطلق کا جرم اپنے سر لیا۔ کسی کو دوسری سوجھی کہ سلسلہ عالم کو خود بخود چلتا کر کے اقرار خدائی سے الگ ہو بیٹھو۔'' (شمس العلوم جلد۲ شمارہ نمبر ۱ صفحہ ۸)

(۳۶۶) مسلمانو! تم نے جانا کہ یہ کھلے کافروں منکرانِ خدا کے ساتھ کون گنے جارہے ہیں۔ جمہور ائمہ اہلِ سنت متکلمین کہ مجردات کو نہیں مانتے اور فقط کافروں کے سلسلے میں گنناہی نہیں (۳۶۷) بلکہ کھلے لفظوں میں انھیں اللہ عزوجل کی قوت وعظمت کا منکر بتایا جاتا ہے۔ (۳۶۸) اور اس کہنے کا افترا امام فخر الدین رازی پر فرمایا جاتا ہے۔

(۲۰) ''قران شریف پر تفصیلی ایمان'' الخ (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۱)

(۳۶۹) پھر اس عبارت نمبر ۱۸ کا اعادہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر حملے

(۲۱) ''گنہگار میدان قیامت میں بھٹکتے پھریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میں تم سے وہی کروں جس کے تم مستوجب ہو تو کرم کہاں رہے گا۔'' (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۳)

(۳۷۰) اللہ تعالیٰ کا کرم گنہگاروں کی معافی کا محتاج ہوا کہ معاف نہ فرمائے تو کرم ہی نہ رہے (۳۷۱) اور کرم رہنا ضرور ہے تو معاف فرمانا اللہ پر واجب ہوا کہ اپنا کرم تو باقی رکھے۔ (۳۷۲) پھر اس ضلالت کا اللہ عزوجل پر افترا۔

معتزلہ کی تقلید

(۲۲) ''حقوق العباد واپس کرنا نجات کے لئے لازمی ہے'' (شمس العلوم جلد ا شمارہ نمبر ا صفحہ ۱۴)

ا؎ پہلی جلد تین ہی نمبر پر ختم ہوگئی۔ دوسری شروع ہوئی۔ اسکے صرف چار ہی نمبر ہم کو ملے

(۳۷۳) مذہب اہلِ سنت میں نجات صرف مشیت الٰہی پر ہے۔ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَاءُ إِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا •

ملائکہ کو حی لا یموت مانا اور سخت بد عقلیوں کی تقریر گڑھ کر امام رازی پر افترا کر دیے

(۲۳) "ملائکہ حی لا یموت ہیں" (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۲ صفحہ ۷)

(۳۷۴) قرآنِ عظیم کی تعلیم یہ ہے كُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَةُ الۡمَوۡتِ • حدیث میں ہے جب آیۂ كُلُّ مَنۡ عَلَيۡهَا فَانٍ • اُتری۔ ملائکہ بولے۔ زمین والے مرے۔ جب یہ کریمہ اُتری ملائکہ نے کہا ہم بھی مرے۔ اسکا افترا بھی امام رازی کے سر باندھا اور کتنی سانچے کی ڈھلی تقریر سے کہ اُنھوں نے فرمایا۔

"صاحبو! یہ امر غور طلب ہے کہ عقلاً وجود ملائکہ ثابت بھی ہے یا نہیں۔ فلاسفہ نے تو اس پر خوب خوب دلائل قائم کیے ہیں۔ ایک مجھے بھی عرض کر دینا ضرور۔ اول تقسیم عقلی تین قسم کا وجود چاہتی ہے۔ قسم اول ہر زندہ یا ناطق ومیت ہوگا جیسے انسان۔ دوم میت ہو ناطق نہ ہو۔ جیسے حیوان۔ سوم۔ ناطق ہو میت نہ ہو۔ انسان والی تقسیم اوسط ہے حیوان والی ادنیٰ۔ جب حکمت الٰہی نے ان دونوں تقسیموں کا وجود چاہا تو عقلاً اعلیٰ کا وجود بھی ضرور اولیٰ ہے اور وہ یہ ہے ناطق ہو میت نہ ہو۔ جیسے ملائکہ۔ دوسرے ہماری فطرت شہادت دیتی ہے کہ عالم سمٰوات عالم ارضی سے اشرف واعلیٰ ہے اور حیات وعقل ونطق کمال ہیں اور بالذات شرف رکھتے ہیں۔ اس مقدمہ کے بعد عقل کا لابدی نتیجہ ہے کہ یہ بات مستبعد ہے کہ اس عالم مادی میں تو کمال ہوں مگر عالم سمٰواتِ نورانی میں جو اس عالم ظلماتی سے بدرجہا اکمل واشرف ہے نہ ہوں۔ حکمت کا اقتضا یہ ہے اور فطرت وعقل کا فتویٰ کہ کچھ ایسے اجسام ہونا چاہئے جن میں یہ امورِ کمالیہ اُس عالم علوی میں پائے جائیں اور وہی ملائکہ ہیں۔"

اے سبحان اللہ امام رازی اور ایسی مہمل تقریر سراپا بد عقلی کی تصویر۔

(۳۷۵) اولاً۔ فلاسفہ عقولِ عشرہ کو ملائکہ کہتے ہیں اور اُنکی بنا اس ناپاک کفری مقدمہ پر رکھتے ہیں کہ "اَلۡوَاحِدُ لَا يَصۡدُرُ عَنۡهُ اِلَّا الۡوَاحِدُ" اللہ تعالیٰ بس ایک چیز

بنا سکتا ہے۔لہٰذا اور خالق درکار ہیں۔وہ ملائکہ ہیں۔امام رازی ان خرافات کی مدح کرتے۔

(۳۷۶) ثانیاً۔امام رازی آپ کی طرح اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ تقسیم عقلی سے ایک قسم رہ گئی کہ نہ ناطق ہو نہ میت۔عقلاً کیا محال ہے کہ بعض حیوانات موت سے محفوظ ہوں۔

(۳۷۷) ثالثاً۔قضیہ شرطیہ منفصلہ کو ضرور امام رازی قسمِ اول کہتے۔

(۳۷۸) رابعاً۔انسان والی قسم کو تقسیم اوسط کہتے۔

(۳۷۹) خامساً۔اُسے اور حیوان والی قسم کو دونوں تقسیمیں۔

(۳۸۰) سادساً۔مطلقاً ملائکہ کا انسان سے اشرف واعلیٰ ہونا تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔رب عزوجل نے تو انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور ملائکہ سے اِنِّیۡ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ فرمایا۔اور اسے اُن سے سجدہ کرایا۔

(۳۸۱) سابعاً۔دلیل سے ثابت ہوا تو یہ کہ بعض احیاوہ ہیں کہ ناطق ہیں اور اُنھیں موت نہیں۔اس سے ملائکہ کا وجود کیسے ثابت ہوا۔کیا حور وغلمان اسکے مصداق نہیں۔

(۳۸۲) ثامناً۔ضرور واولیٰ کا اجتماع بھی کیا مزہ دیتا ہے اور کیوں ضرور ہے اور اولویت سے وجود کیوں کر ثابت کیا۔غنی مطلق پر ایجاد اولیٰ لازم کیجئے گا۔

(۳۸۳) تاسعاً۔عالم نورانی میں ان کمالات کا وجود حور وغلمان میں ہے پھر ملائکہ کا کیا ثبوت۔

(۳۸۴) عاشراً۔نہ سہی تو وہاں ان کمالات کے حامل کا اجسام ہونا کیا ضرور۔کیا آپ مجردات کو نہ مان کر اپنے طور پر اور خود انھیں فرضی امام رازی کے طور پر منکرانِ خدا کے سلسلے میں داخل اور اُسکی قدرت وعظمت کے مُبطِل ہونگے۔یہ ہے آپکے ساختہ امام رازی کی تقریر۔وَ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خرمائی برتاؤ

(۲۴) حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ "عالم فریب"

(شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۷)

(۳۸۵) اللہ اللہ! جس نے فریب کی جڑ قطع فرما دی اُسے سارے عالم کو فریب دینے والا کہنا۔

(۲۵) نیز حضور کو معاذ اللہ "جادو نظر" (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۷)

(۳۸۶) اللہ اللہ جس نے جادو کو کفر بتایا۔ جادوگروں کو جہنمی ٹھہرایا۔ اُس پاک بے عیب کو جادو کی طرف نسبت کرنا کونسا دین ہے۔

(۳۸۷) اگر اعجاز کو جادو کہنا گمراہی نہ تھا تو قرآنِ عظیم نے سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہنے والوں کو کیوں کافر کہا۔

(۲۶ و ۲۷) نیز حضور کو شب ہجرت معاذ اللہ "مسکین، بیکس، بے بس"

(شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۷)

(۳۸۸) یہ صراحۃً شان اقدس کے خلاف (۳۸۹) اور قرآن مجید کا انکار صاف ہے۔ کیا جسے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ۔ فرمائیں وہ بے بس ہے۔ کیا جو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ فرمائے وہ بے کس ہے۔

(۲۸) علمائے کرام، ادب دانانِ بارگاہِ رسالت نے ویسے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسکین کہنے سے منع فرمایا۔ اگر چہ وہ تمام متواضعین کا سردار " اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْناً " دعا فرماتا ہے۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۳۹۰) پھر ان دو خبیث لفظوں بئس القرین کے ساتھ مل کر تو خاصہ خبیث ہو گیا۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۔ کے معنی میں آ گیا۔

مدرسہ خرما میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالی

(۲۹) آہ آہ آہ! اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ صد ہزار بار اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ بدزبانوں بے ادبوں گستاخوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صرف اتنے ہی الفاظ کہنے پر بس نہ کی بلکہ قصداً (۳۹۱) صریح گالی دے کر محمد رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہا۔

''اسی بے وفا کے حسب الحکم دیوانے (یعنی اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو منانے کے لئے اس کا ملبوس خاص لے کر دو اور دیوانے (یعنی امیر المومنین عمر فاروق وامیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آئے تھے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۳ صفحہ ۸)

یہاں نہ صرف مدرسہ خرما بلکہ ہر ناظر و سامع کے بھی ایمان کا امتحان ہے کہ کس کس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت عزیز ہے اور کون کون انکے گالی دینے والے مدرسے کی رعایت کرتا ہے اور کون کون خاطر، لحاظ یا بے پروائی سے ساکت رہتا ہے

مسلمانو! کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے وفا کہنا حضور کو صریح دشنام نہیں۔ کیا قصداً گالی دینا اور دو خط ہلالی میں (نہیں نہیں) لکھ دینا گالی سے بچا لیتا ہے۔ یوں اعتبار نہ آئے تو جو ملا صاحب اسے گالی سے بچ جانا بتائیں۔ ان کا نام لے کر لکھ بھیجئے کہ ''مولانا فلاں رافضی خبیث مرتد کافر کو معلوم ہو'' اور لفظ کافر کے بعد لفظ کو سے پہلے ہلالی خطوں میں (نہیں نہیں) لکھ دیجئے۔ کیا وہ اسے اپنی توہین نہ جانیں گے۔ کیا اس پر آتش غیظ میں نہ جل جائیں گے۔ اور اگر بات پالنے اور کفر ٹالنے کے لئے اُس وقت تیوری پر بل نہ لائیں تو یہی الفاظ یونہیں ہلالوں میں نہیں نہیں کے ساتھ انکے باپ دادا کو لکھئے۔ اب رنگ کھل جائے گا۔ اور جو صاحب بکمال بے غیرتی اسے بھی پی جائیں۔ اُن سے کہئے کیا آپ اپنی طرف سے اسی مضمون کے اپنے دستخطی رقعے حکام ضلع وصوبہ کے نام بھیج سکتے ہیں۔ کم از کم اگر جنون ثابت ہوگیا تو پاگل خانہ ورنہ جیل کی ہوا ضرور کھانا۔ اُس وقت آپ کو کھل جائے گا کہ بیشک یہ ناپاک ملعون کلمہ ضرور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں شدید گالی تھا

(۳۹۲) اور بے شک بالقصد گالی کے ساتھ نہیں نہیں کہنا اللہ ورسول کے ساتھ اُس کا تمسخر تھا۔ حکام تو حکام کسی برابر والے ہی ذی عزت کو بازار میں پکار کر یوں کہیے۔ او

اُلو، گدھے، سور، کتے (نہیں نہیں تو ایسا نہیں) تو کہاں جاتا ہے۔ دیکھئے وہ اسے اپنی توہین اور اس نہیں نہیں کو آپ کا اپنے ساتھ مسخرہ پن جانتا ہے یا نہیں۔ یہ نہیں نہیں رجوع و توبہ نہیں ہوتا، بلکہ تمسخر و استہزا۔ حدیث میں ہے " اَلْمُسْتَغْفِرُ مِنَ الذَّنْبِ وَهُوَ مُقِيمٌ عَلَيْهِ كَالْمُسْتَهْزِئِ بِرَبِّهٖ" گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرنے والا اُس کی طرح ہے جو اپنے رب سے ٹھٹھا کرے۔ سور کا گوشت کھاتا جائے اور توبہ توبہ کہتا جائے۔ یہ توبہ ہے یا مسخرہ پن۔ بلکہ یہ صورت اُس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ تحریر میں کوئی لفظ خلاف فصاحت ہی نکل جائے اور آدمی اُسے بدلنا چاہے تو قلم ہاتھ میں ہے فوراً کاٹ دیتا ہے باقی رکھنا اور چھپوانا کیونکر رجوع ہوسکتا ہے۔ اگر دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ہوتی تو اول تو ایسا ملعون لفظ نکلتا ہی کیوں اور شاید افیون کی پینک یا شراب کے نشہ میں نکل جاتا تو ہوش آتے ہی فوراً اُس پر ایسی سیاہی پھیرتا کہ کبھی پڑھا نہ جائے۔ نہ یہ کہ اُسے باقی رکھے اور اپنے ناول کی زیب جانے اور چھپوائے۔ معاذ اللہ۔ یہ رجوع نہیں تمسخر و استخفاف ہے۔ بے شک اسکا لکھنے والا کافر مرتد ہوگیا۔ بے شک اُسکی عورت اُسکے نکاح سے نکل گئی۔ بیشک جو اس میں اُس کا ساتھ دے یا اُس کا یہ ملعون قول ملعون نہ جانے (۳۹۳) یا اُسے علمی مضمون بنا کر علمی رسالے میں شائع کرے اُس پر قطعاً یہی احکام ہیں کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو پسند کیا۔ اچھا جانا یا کم از کم برا نہ جانا۔

(۳۹۴) یونہیں جو اُس قائل یا اُس اشاعت کنندہ راضی شوندہ سے اس کا یہ حال جان کر کفار و مرتدین کا سا برتاؤ نہ کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی سخت توہین پر اُن کی رعایت کرے اُن پر تشنیع اور انکی شقاوت کی اشاعت کو ناگوار رکھے وہ بھی انھیں کی طرح لعنت و عذاب کا مستحق ہے۔ الٰہی تیرے غضب سے تیری پناہ۔ اب ایمان و سنیت کے لمبے چوڑے دعووں کی جانچ ہے کون کون گردن رکھتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل کسی کی رعایت نہیں کرتا اور کون کون

بگڑتا بھڑتا منھ بناتا اور یُوادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ ۔ میں داخل ہوتا ہے۔

حضرت مولانا فضل رسول و حضرت مولانا عبدالقادر قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّکُمَا وَ نَوَّرَ قَبْرَکُمَا ! کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ کے بعد مدرسۂ خرما اللہ و رسول کی توہینوں کا رمنا ہوگیا۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آنکھیں کھولے اور آپ کے قدموں پر چلائے اور نیچریت کا رنگ چھڑائے۔ آمین آمین آمین۔ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

مدرسہ خرما میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے قدری

(۳۰) ''حضور کے رتبہ کو محض معمولی سمجھنا''

(۳۱ و ۳۲) ''اپنے اور اس سرکار کے درمیان صرف سفارت یا تقدم زمانی کا فرق نکالنا گویا اپنے خسرانِ ابدی کا سامان کرنا ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۴ صفحہ ۱۵)

(۳۹۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتبہ محض معمولی سمجھنا (۳۹۶) یا اپنے اور حضور میں صرف اتنا فرق سمجھنا کہ حضور کا زمانہ ہم سے پہلے تھا۔ (۳۹۷) یا صرف اتنا کہ حضور ایلچی تھے ہم مکتوب الیہ ہیں۔ یہ تینوں باتیں حقیقۃً کفر نہیں گویا کفر ہیں۔ یہ خود کلمۂ کفر ہے۔

مدرسہ خرما میں غیر مقلدی کی تعلیمیں

(۳۳) ''ہر قضیہ جزئیہ کلیہ میں فرمان الٰہی پر عمل کرو جو زبان مبارک حضور سے نکل رہا ہے۔ بیشک بیشک اس سے تجاوز کرنے والا شرک فی الرسالہ کا مجرم ہوگا۔''

(شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۴ صفحہ ۱۵)

(۳۴) ''دور آخر کے لئے تا قیامت ضرورت کہ پھر اصلی اتباع سرکار ہے اور وہ حضرات اس میں مددگار بنیں جو کبھی حدیث صحیح و صریح غیر منسوخ و غیر متعارض کے مقابلہ کسی کا قول و فعل نہ مانتے ہوں۔ مخلوق کو شرک فی الرسالۃ سے بچاتے'' (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۴ صفحہ ۱۶)

(۳۵) ''احادیث صریحہ صحیحہ غیر منسوخہ غیر متعارضہ کو باوجود ان سب امور کے علم یقینی کے

کسی اور کی تقلید کی بنا پر مردود کرنا یہ فسق وگمراہی تک پہنچانے والی ہے لیکن امور غیر منصوصہ احادیث میں اقوال ائمہ مجتہدین کو ماننا یا احادیث مختلفہ میں سے ایک امام کے قول پر چلنا اس کو کوئی دیندار شرک نہیں کہہ سکتا۔" (شمس العلوم جلد ۲ شمارہ نمبر ۴ صفحہ ۱۸)

(۳۹۸) کیسی صاف غیر مقلدی کی تعلیم ہے مگر لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِ • حاصل یہ کہ جو عمل بالحدیث سے آگے بڑھا مشرک ہے۔ اماموں کے ارشاد صرف وہاں مانے جائیں گے جہاں حدیث نہ آئی ہو یا دونوں طرف حدیثیں یکساں ہوں تو کسی امام کے قول پر چل لو۔ اس لئے کہ اُدھر بھی برابر کی حدیث ہے علم یقینی سے مراد عدم شک ہے۔ ورنہ حقیقت یقین پر حوالہ تو احادیث ماننے ہی کو محال کرتا ہے کہ آحاد میں یقین کو کیا راہ؟

مدرسہ خرما کی انوکھی تسلیم کہ اذانِ خطبہ دروازۂ مسجد پر کہنا فرض ہے جو اندر کہے مشرک ہے

(۳۹۹) خیر یہ تو ہوا مگر اب وہ آپکی منبر کی لگر والی اذان تو نہ مسجد ہی سے باہر بلکہ شہر بدر ہوگئی۔ "علی باب المسجد" کی حدیث ضرور صحیح، صریح غیر منسوخ، غیر معارض ہے۔ جسکا بیان صدہا بار ہو چکا۔ اور شک والے شک ڈالنے سے عاجز رہے۔ ہم تو اُسے عمل زمانہ رسالت وتعامل زمانۂ خلافت بتانے اور آپ صاحبوں کے ادعائے توارثِ قدیم توڑنے کو لائے تھے۔ مگر آپ کے مضمونِ مقبول سے اُس پر عمل فرض ہو گیا اور اُس سے تجاوز شرک۔ اب اگر بفرضِ باطل کتبِ فقہ میں داخلِ مسجد لکھا بھی ہوتا تو آپ کے نزدیک اُس پر عمل حرام تھا کہ یہ امرِ غیر منصوص حدیث نہیں نہ اس میں حدیثیں مختلف جس میں آپ قولِ مجتہدین مان سکیں۔ اچھا مضمون لکھا۔ ہم تو مسجد کے اندر اذان کو صرف مکروہ وخلاف سنت کہتے تھے۔ آپ حرام وشرک مان گئے۔

(۴۰۰) مگر دیکھو جے اُسی پر رہنا۔ ورنہ بات کی پچ ہی کیا ہوئی۔

شمس العلوم کے جو نمبر نظر سے گذرے سلسلہ وار یہ تھے۔ کوئی نمبر بھی کلمات

ضلالت سے خالی نہ تھا۔

اب ''مذاکرہ علمیہ'' لیجئے۔

مدرسہ خرما میں آیات قرآن کا انکار اور دیدار الٰہی کی سخت توہین

(۳۶) ''خدا نے اپنی کسی نعمت کا ہم پر احسان نہیں جتایا۔'' (مذاکرہ نمبر ۲ صفحہ ۱)

قرآن مجید کی تمام آیات امتنان کا انکار[1] ہے۔ وہ آیتیں صدہا ہیں جن میں مولیٰ عز وجل نے اپنی نعمتوں کے احسان جتائے۔ اگر جمع کی جائیں ایک دفتر ہو۔ احسان جتانا کچھ اسی لفظ میں منحصر نہیں کہ ہم نے احسان کیا۔ بلکہ اپنی نعمتیں گنانا یاد دلانا۔ فرعون نے کہا اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيْدًا ۔ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ ۔ ۔ بنی اسد نے کہا ہم بے لڑے مسلمان ہوئے۔ رب عز وجل نے فرمایا يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا

(۳۷) بعثت اقدس کی نسبت کہا۔

''یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ واللہ اسکے مقابلہ میں دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔''

(مذاکرہ نمبر ۲ صفحہ ۲)

(۴۰۲) آخرت کی اعظم نعمت دیدارِ الٰہی و رضوانِ اکبر ہے۔ اُن کو ہیچ کہنا کونسی دینداری ہے۔ اس کا شاید وہ جواب ہوگا جو وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی طرف سے دیتے ہیں کہ چمار سے زیادہ ذلیل مطلقاً نہ کہا بلکہ اللہ کی شان کے آگے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہاں اصل ایمان مراد قائل نہیں بلکہ بالخصوص اس امت مرحومہ میں ہونا کہ اُس کے متصل ہی کہا۔ ''وہ ایسی نعمت ہے جسکی خواہش بڑے بڑے انبیاء و مرسلین علیٰ نبینا وعلیہم الصلاۃ و السلام کیا کرتے تھے۔''

(۳۸) ''آدم علیہ السلام نے عرض کی رب العزت تمام عالم سے پہلے تو نے مجھے پیدا کیا۔''

---

[1] یوں کہا جاتا تو ایک بات تھی کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہم پر اپنی کوئی نعمت ایسی مہتم بالشان بنا کر بیان نہ فرمائی جیسی ارسال نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعمت کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔الآیہ

(مذاکرہ نمبر۲ صفحہ ۳)

(۴۰۴) یہ بھی بکثرت آیات کریمہ کی تکذیب ہے تمام عالم سے پہلے تو آدم علیہ الصلاۃ والسلام پیدا ہوئے اور وہ کون تھے جن کو قبل تخلیق آدم حکم ہوا تھا کہ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ جب میں اسکا پتلا درست فرما کر اس میں اپنی روح ڈالوں تو تم سب اُس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

(۴۰۵) پھر اس کذب صریح کا نبی اللہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر افترا۔

مدرسہ خرما میں ضروریات دین کی تراش خراش

(۳۹) اسی مذاکرہ نمبر۲ صفحہ ۶ میں ضروریاتِ دین پر عجب انوکھی نوتراشیدہ بحث ہے۔

(۴۰۶) اولاً۔ اُن میں آگے پیچھے نمبر مقرر کیے ہیں کہ

''پہلا نمبر۔ ملائکہ کا ماننا ہے۔ اُسکے بعد خدا کی کتابوں کا ماننا ضروری ہے۔''

(۴۰۷) خدا کی کتابوں کا مرتبہ ملائکہ کے بعد ہے صفت الٰہی کا رتبہ مخلوق سے پیچھے ہے یا ملائکہ کو ماننا قرآن مجید کے ماننے سے زیادہ ضروری واہم ہے یا حکم ہے کہ پہلے ملائکہ پر ایمان لاکر اُسکے بعد قرآن مجید پر ایمان لاؤ۔

(۴۰) پھر ایمان بالقدر لکھ کر کہا۔ ''اسکے بعد یہ ماننا چاہئے کہ ہمیں مر کر زندہ ہونا ہے۔''

(۴۰۸) سبحان اللہ ایمان بالبعث کا مرتبہ ایمان بالقدر کے بعد۔ حالانکہ یہی اُس سے اعظم واہم ہے۔ ثانیاً۔ اُنکی ضرورت کی وجہوں میں کتنا بے معنی حصر کیا۔

(۴۱) ایمان ملائکہ میں کہا۔ ''ایمان کے پرکھنے میں صرف یہی جانچ مقصود ہے کہ کون بے چون وچرا خدا کی قدرت کا اقرار کرنے پر آمادہ ہے''

(۴۰۹) تو جو صرف قدرت کا مقر ہو، ایمان کی جانچ میں پورا ہو گیا۔ اگرچہ اور کچھ نہ مانے۔

(۴۲) ''چونکہ پیغمبر تک خدا کا کلام وپیام لانے میں فرشتے ہی واسطہ ہوتے ہیں لہٰذا اُن کا ماننا بھی ضروری ہے۔''

(۴۱۰) ورنہ کچھ حاجت نہ تھی (۴۱۱) تو صرف جبریل امین وغیرہ گنتی کے ملائکہ پر ایمان لانا ضرور ہوا۔ جو کلام و پیام لاتے تھے۔

(۴۳) "خدا کی کتابیں اچھا برا اور خدا کی عبادت خدا کی رضا کا طریقہ بتاتی ہیں لہٰذا اُن کا ماننا بھی ضروری ہے۔"

(۴۱۲) ورنہ کیا ضرورت تھی۔ (۴۱۳) جس کتاب الٰہی میں احکام نہ ہوں اُس کا ماننا ضروری نہ ہوا۔

(۴۴) ایمان بالقدر کو کہا۔ "بعض نے خیال کر لیا تھا کہ اچھائی کا خالق اور ہے اور برائی کا اور۔ جس کے سبب دو خدا ماننے پڑتے تھے لہٰذا ضروری بتایا گیا۔"

(۴۱۴) اور اگر دو خدا ماننے نہ پڑیں تو ایمان بالقدر کی حاجت نہیں۔ جیسے معتزلہ کہ توحید کے قائل ہیں اور قدر کے منکر۔

مدرسہ خرما میں لاکھوں ائمہ کی تکفیر

(۴۵) (۴۱۵) ایمان بالقدر کو بھی توحید و رسالت و ملائکہ و کتب و قیامت کی طرح ضروریات دین میں شامل کیا کہ

"یہ ضروری باتیں ہیں کہ بغیر اسکے مانے آدمی مسلمان نہیں ہوتا۔"

ضروریاتِ دین کی یہ شان ہے کہ جو انکے منکر کو کافر نہ جانے خود بھی کافر ہے۔ یہ لاکھوں ائمہ دین کی تکفیر ہوئی جو معتزلہ کو کافر نہیں کہتے۔

مدرسۂ خرما میں انبیاء کے ساتھ برتاؤ

(۴۶) (۴۱۶) انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو کہا۔

"کوئی اعلیٰ ہے کوئی ادنیٰ۔" (مذاکرہ نمبر۲ صفحہ ۷و۸)

بعض انبیاء کو ادنیٰ کہنا کونسا ادب ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام مومنین کے بیان میں "اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا" فرما کر احتراس فرما لیا کہ "وَلَیْسَ فِیْھِمْ دَنِیٌّ" ان میں کوئی کم مرتبہ نہیں۔

(۴۷) ''اگلے پیغمبروں کی کتابیں اور اُن کے دین کی حفاظت انھیں کے سپرد کی گئی تھی جس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے دین میں گڑبڑ پڑگئی اور خدائی کتابوں میں ردوبدل ہوگیا۔'' (مذاکرہ نمبر۲ صفحہ۹)

(۴۱۷) احبار کا قصور انبیاء کے سر۔ (۴۱۸) انبیاء کو معاذ اللہ نا اہل ٹھہرانا کہ اُن سے دین نہ سنبھل سکا۔ اُس میں گڑبڑ پڑگئی۔ خدا کی کتابوں کی حفاظت نہ کرسکے۔ وہ بدل دی گئیں۔ غرض مذاکرہ کے پہلے نمبر میں کہ اُسی سے کچھ کہنے کا آغاز ہوا تھا اس وزن کا کلمہ واقع ہونے سے رہ گیا تھا۔ دوسرے ہی نمبر میں اُس کا کفارہ ادا کردیا۔

مدرسہ خرما میں صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ برتاؤ

(۴۸) ''قضاوقدر کے تابع وخادم بنے رہو تا کہ وہ تمہارے تابع وخادم بن جائیں۔''

(۴۹) ''ان کے آگے جھک جاؤ کہ وہ تمہارے سامنے جھکیں۔'' (مذاکرہ نمبر۳ صفحہ۱۱)

قضا اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے کہ ارادۂ ازلیہ متعلقہ بالاشیاء سے عبارت ہے اور قدر اس کا فعل کہ ایجاد اشیا علی قدر معین معلوم ہے۔ " كَمَا فِيْ شَرْحِ الْمَوَاقِفِ مِنَ الْمَقْصَدِ الرَّابِعِ مِنَ الْمَرْصَدِ السَّادِسِ مِنَ الْمَوْقِفِ الْخَامِسِ" اور ہمارے نزدیک صفت فعل بھی قدیم ہے۔ (۴۱۹) اب اللہ کی قدیم صفتیں کہ نہ عین خدا ہیں نہ غیر خدا ہیں وہ بندوں کی خدمتگار بنیں۔ (۴۲۰) بندوں کے آگے جھکیں۔ (۴۲۱) پھر اسکی نسبت سرکار غوثیت کی طرف۔ عاقل متدین اگر کوئی لفظ موہم پائے بھی تو اُسے وجہ صحیح وحسن پر بیان کرتا ہے نہ کہ ایسا بیان گمراہ کنندہ عوام۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

(۵۰) ''لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ فرما کر معلولیت وعلیت کی نفی کردی'' (مذاکرہ نمبر۴ صفحہ۱۱)

ظاہر ہے کہ یہاں لفظ علت سے بحث نہیں اور علل رابع میں سب سے اعظم علت فاعلی ہے۔ بایں معنی فاعل خالق و جاعل ہے۔ (۴۲۲) تو اسکی نفی کا یہ حاصل کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا خالق نہیں۔ (۴۲۳) پھر اسکا قرآن کریم پر افترا۔ (۴۲۴) پھر اسے تفسیر آیت قرار دینا صریح تفسیر بالرائے اور وہ بھی غلط۔ والد فاعل وخالق ولد نہیں ہوتا اور مادہ وصورت وغایت نہ ہونا ظاہر تو اسے نفی علیت سے کیا علاقہ۔

(۵۱) (۴۲۵) اس نمبر میں بھی ضروریات دین پر ایمان کے وہی نمبر تراشے کہ ''اول مرتبہ ذات باری کو ماننا۔ دوسرا مرتبہ ملائکہ۔ تیسرا مرتبہ کتابوں پر ایمان لانا۔ چوتھے مرتبہ نبی ورسول'' (مذاکرہ نمبر۴ صفحہ ۱۴ و ۱۵)

جب ایمان میں (۴۲۶) ملائکہ سے کلام الٰہی کا مرتبہ بعد رکھا تو (۴۲۷) انبیاء و رسل کو پیچھے ٹھہرانے کی کیا شکایت۔

مدرسہ خرما میں معتزلی قول

(۵۲) ''اسکے بعد پانچواں مرتبہ عقیدۂ تقدیر۔ اسکے بعد ضرورت ہے کہ یہ سمجھیں کہ اچھائیاں برائیاں کیا نتیجہ پیدا کریں گی۔ اگر کچھ نہیں تو اتنا بوجھ عبث ہے۔'' (مذاکرہ نمبر۳ صفحہ ۱۶ و ۱۷)

(۴۲۸) یہاں بھی عقیدۂ تقدیر کا مرتبہ ایمان قیامت پر مقدم بتا کر (۴۲۹) اور قیامت کر دی۔ کہ جزا و سزا نہ ہو تو تکلیفِ عقائد و اعمال عبث ہے۔ ظاہر ہے کہ عبث رب عزوجل پر محال ہے۔ تو جزا و سزا دینا اُس پر واجب ہو گیا۔ یہ صریح قولِ اعتزال و اہلِ ضلال ہے۔

ایمان قیامت میں مدرسہ خرما کی تراش

(۵۳) ''ہم سے ہر طرح حیوان ہی اچھے رہے کہ مر کر خاک ہو گئے۔ ہم سیکڑوں اعتقادیات کی قید میں پھنس کر اعمال کے سلاسل میں بندھے رہے اور نتیجہ کچھ نہ نکلا۔'' (مذاکرہ نمبر۴ صفحہ ۱۷)

(۴۳۰) یعنی سچے عقائد اللہ کی معرفت، نبی کی تصدیق، اللہ کی عبادت، یہ فی نفسہٖ کوئی خوبی و فضیلت نہیں۔ جب تک مزدوری کے دام ہاتھ نہ لگیں۔ مفت کا معاملہ ہو تو ان سے جانور بھلے۔

(۴۳۱) نہیں نہیں نرے انھیں سے نہیں بلکہ عالموں عابدوں عارفوں سب سے۔

(۴۳۲) بلکہ یہ حکم انبیا تک شامل ہو گیا کہ ایمان قیامت کی سبھی کو حاجت اور ان پر عبث بوجھ اور بھی قیامت۔

(۴۳۳) عقائد ایمان کی پابندی قید میں پھنسنا ہے۔ لاالہ الا اللہ۔

(۴۳۴) اوران سے جانوروں اچھے رہنے کی دلیل کیا اچھی ہے کہ مر کر خاک ہو گئے۔ گویا یہ مر کر گوشت ہی رہیں گے۔ ہاں ایسی جگہ خاک ہو جانے سے یہ مراد ہوتی ہے کہ جھگڑے سے چھوٹ گئے۔ نہ حشر نہ نشر، نہ جزا نہ سزا۔

(۴۳۵) یہ اول تو قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ (۴۳۶) دوسرے بالکل الٹی۔ چلے جزا وسزا کا اثبات کرنے اور ہوئے ان سے شاکی کہ وہ چھوٹ گئے اور ہمارے سر یہ کچھ۔ باقی اگر جزا وسزا نہ ہوتی تو آپ بھی مر کر خاک ہی ہو جاتے۔ جانور آپ سے کیوں اچھے رہے۔ شاید اعتقاد کی قید اعمال کی جکڑ حشر کے بعد سمجھی ہے کہ جانور چھوٹ گئے اور یہ پھنسے۔

مدرسہ خرما میں آخرت کی مذمت اور دنیا کی تعریف کافروں کو معزز سمجھنا اور مسلمانوں کو ذلیل

(۵۴) ''دنیا اور اسکی نعمتیں، آخرت اور اسکی لذتیں، یہ تمام جھگڑے بکھیڑے کیوں ظاہر فرمائے۔ اسلئے کہ داعی کی آواز پر لبیک کہہ کر اُسکی طرف چلنے کا قصد کریں۔'' (مذاکرہ نمبر ۵ صفحہ ۱)

(۴۳۷) آخرت اور اسکی لذتوں کو جھگڑا بکھیڑا کہنا کونسا دین ہے۔ سب سے اعظم لذت حضورِ بارگاہ و دیدارِ الٰہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اور وہ بھی اسی لئے ظاہر فرمائے ہیں کہ داعی کو لبیک کہیں۔

(۵۵ و ۵۶) ''دوسری قومیں ترقی کے میدان میں گھوڑے دوڑاتی عزت کے سبزہ زار تک پہنچ کر لطف زندگی اٹھا رہی ہیں تم سب سے پیچھے دست و پاشکستہ۔'' (مذاکرہ نمبر ۵ صفحہ ۴)

(۴۳۸) کفار کے لئے عزت (۴۳۹) اور مسلمانوں کو اس میں سب سے پیچھے، بے دست و پا ماننا۔ قرآن مجید کے خلاف ہے۔ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے۔ مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ (۴۴۰) دنیا کی جھوٹی آسائش کہ اُن پر کلمۃ العذاب پورا ہونے کا استدراج ہے۔ اُسے لطفِ زندگی کہنا بھی خلاف قرآن ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ ''وَلَا

یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ • اور خَیْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ." ہرگز کافر یہ گمان نہ کریں کہ یہ جو ہم انھیں ڈھیل دے رہے ہیں یہ کچھ انکے لئے بھلی ہے بلکہ وہ ان کے لئے بری ہے۔ (۴۴۱) کافروں کی دنیوی ظاہری جھوٹی آسائشوں پر آنکھیں پھاڑنا مسلمانوں کو اسکی ترغیب دینا یہ بھی قرآن کے خلاف اور شیوۂ نیچریت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ۔" (۴۴۲) طرفہ یہ کہ ابھی ابھی آخرت کی لذتیں جھگڑا بکھیڑا تھیں۔ اب دنیائے ملعونہ کی لذتیں عزت ولطفِ زندگی ہوگئیں۔ زہے شتر گربگی۔

اللہ ورسول وملائکہ کے کلام دل سے گڑھ لئے اور نسبت کر دئے۔

(۵۷) معراج کے بیان میں تھا۔

"ارادت نے عقل کل کو سر جھکانے پر مائل کیا۔ آنکھیں تلووں سے ملیں۔" (مذاکرہ نمبر ۵ صفحہ ۱۲)

(۴۴۳) یہ تصنیف ہے۔

(۵۸) "زبان سے عرض کیا سونے والے میری قسمت کو جگادے آج تو"

(مذاکرہ نمبر ۵ صفحہ ۱۲)

(۴۴۴) زبانِ حال سے بھی نہیں بلکہ زبان سے۔

(۵۹) "حبیب کریم نے کروٹ بدلی اور فرمایا۔ جبریل جبریل تم اس وقت کہاں کیسے آئے ہو۔ کیوں کچھ کہو تو کیا معاملہ ہے۔" (مذاکرہ نمبر ۵ صفحہ ۱۲)

(۴۴۵) زہے ناول۔

(۶۰) "روح الامین نے عرض کی۔"

(۴۴۶) لکھ کر ایک صفحہ دھر گھسیٹا۔ جسکا سر نہ پاؤں، تھل نہ بیڑا۔ رسولوں کی سرکاریں اور زبان آزمائی، ناول سرائی کی ہرزہ درائی۔

(۶۱) جبریل تو جبریل تقریباً آدھا صفحہ رب العزت عز جلالہ کی طرف سے بنایا۔

اُسی میں لکھا کہ اُس نے قرآن کریم کی نسبت فرمایا۔

''اس کتاب میں ایک سو چودہ سورتیں بناؤں گا۔'' (مذاکرہ نمبر۶ صفحہ ۱۳)

(۴۴۷) قرآن کی سورتیں بھی بنائیں ہوئی ہیں۔

''اوران سورتوں کو تیس پارہ میں کردوں گا۔'' (مذاکرہ نمبر۶ صفحہ ۱۳)

(۴۴۸) پاروں کی تقسیم کب سے ہے۔ (۴۴۹) اور تیس پاروں میں ۱۱۴ سورتیں کب ہیں۔ سورۂ فاتحہ ان سے جدا ہے۔

''اور پاروں کی سات منزلیں بنادوں گا۔''

(۴۵۰) تو سورۂ فاتحہ منزلوں سے خارج رہی۔ فمی بشوق کے رموز تو بتایئے۔

(۴۵۱) اور یہ بھی کہ یہ منزلیں کب سے مقرر ہوئیں۔

''ان ساتوں منزلوں کے معنی سورہ فاتحہ کی سات آیتوں میں رکھ دوں گا۔ پھر سورۂ فاتحہ کے معنی بسم اللہ کے سات حروف میں۔''

(۴۵۲) باقی بارہ حرف زائد رہے۔

(۴۵۳) اللہ کا الف جو بسم اللہ میں تھا الٓمٓ کے الف کو نہ پہنچا

''پھر سورۂ بقر کو الٓمٓ سے شروع کروں گا۔''

''اوران سب کو الٓمٓ کے الف میں جمع کردوں گا۔''

(۴۵۴) اول تا آخر اگر تصنیف نہیں تو ''کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ۔'' کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

(۴۵۵) پھر آپ کے نزدیک صیغہ جزم حکم قطعی ہے۔ اور حکم قطعی بے ثبوت قطعی پر آپ خود' آگریہ' میں افترا علی الرسول مان چکے۔ افترا علی اللہ تو اُس سے بھی سخت تر ہے۔ ایسے حاکی سے نقل بروجہ تسلیم واسناد کیوں کر حلال ہوئی۔

مدرسہ خرما کے نزدیک مخلوقات اللہ سے پوشیدہ وغائب ہیں

(۶۲) ''غیب دو قسم ہے ایک جو تم سے غائب ہے وہ عالمِ ارواح ہے کہ جب تم اُس عالم

میں تھے وہ تمہارے سامنے موجود تھا۔ ارواح کو پہچانتے تھے جب تم قالب میں آ گئے وہ تم سے غائب ہو گیا اور وہ جس سے تم غائب ہو حضرت رب العزت ہے۔ تم اس سے غائب ہو۔ وہ تم سے غائب نہیں۔ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔" (مذاکرہ نمبر ۷ صفحہ ۱۰)

(۴۵۶) کسی شئے کا اللہ عز وجل سے غائب ہونا قرآنِ عظیم کے خلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ لَایَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ • ذرہ بھر کوئی چیز اللہ سے غائب نہیں آسمانوں میں نہ زمین میں۔ (۴۵۷) غائب نہ ہونے کے خود معنی کہے کہ سامنے موجود اور معلوم و مشہور ہونا تو غائب ہونے کے معنی اسکی نفی ہے۔

اعتقاد مدرسہ خرما کہ ہم اللہ کو دیکھتے ہیں وہ ہمیں نہیں دیکھتا

"تم اس سے غائب ہو"

یعنی تم اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود نہیں۔ وہ تمہیں نہیں دیکھتا لیکن

"وہ تم سے غائب نہیں"

(۴۵۸) یعنی وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ یہ باتیں کس درجہ خلافِ اسلام ہیں۔ (۴۵۹) اربابِ اشارات کے ارشادات اور آپکی سمجھ جو واضحات میں یہ سکندریاں لے رہی ہے۔ تاویلات نجمیہ کا مطلب وہ ہے جو 'مَالِئُی الْجَیْبِ بِعُلُوْمِ الْغَیْبِ' میں ارشاد ہوا۔ نہ یہ جو آپ منہ اُٹھائے لکھتے چلے گئے۔ اور اگر بفرضِ باطل اگر معاذ اللہ 'تاویلات نجمیہ' میں ایسا ہی کوئی کلمہ واقع ہو گیا تھا کہ اپنے ظاہر پر قرآنِ عظیم و عقائد اسلامیہ کے صریح خلاف تھا تو قرآن و عقائد اسلام کو چھوڑ کر اُس پر سر منڈانا کونسا دین تھا۔

مدرسہ خرما میں دین سے تمسخر کچھ بُرا نہیں

(۶۳) "یہ کہنا کہ روزہ رکھنا مفلسوں کا کام ہے اور اس قسم کے الفاظ جن سے اس عبادت کی تخفیف ظاہر ہو۔ ایسی پاک عبادت کو مذاق میں دخل دینا لغویت سے خالی نہیں۔ خود اپنے قلب پر بُرا اثر پیدا ہونے کا خوف ہے۔" (مذاکرہ نمبر ۷ صفحہ ۱۲)

(۴۶۰) یعنی عبادت کی تخفیف، عبادت سے تمسخر فی نفسہٖ کوئی بری بات نہیں۔
(۴۶۱) بلکہ یہ بھی ضرور نہیں کہ اُس سے دل پر کوئی بُرا اثر پیدا ہو۔ ہاں پیدا ہونے کا خوف ہے۔

آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور جنت سے مدرسہ خرما کی گستاخی

(۶۴) " جب سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام درخت ممنوعہ[1] کی طرف متوجہ ہوئے تو (۴۶۲) منہ عاصی ہوا۔"

(۶۵) " جب (۴۶۳) چلے پاؤں عاصی ہوئے۔"

(۶۶) " جب لپے (۴۶۴) ہاتھ عاصی ہوئے" (مذاکرہ نمبر ۷ صفحہ ۱۵)

معاذ اللہ! یہ ادب ہے سرکار نبوت و اعظم ابوّت کا۔ ائمہ دین فرماتے ہیں آیت کی تلاوت یا حدیث کے الفاظ نقل کرنے کے سوا جو ایسا کہے مستحق سزائے موت ہے۔

(۶۷) " حور و قصور و جنان و غلمان سب لغویات کو چھوڑ کر طالب المولیٰ مذکر کا تمغا حاصل کرو۔" (مذاکرہ نمبر ۷ صفحہ ۱۷)

(۴۶۵) جنت اور اسکی نعمتیں معاذ اللہ لغویات ٹھہریں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔
وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ • جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف جس کے عرض میں سب آسمان و زمین سما جائیں۔ ڈر والوں کے لئے تیار ہوئی ہے۔
کیا اللہ عز و جل لغویات کی طرف بلاتا ہے اور وہ بھی اس تاکید سے کہ جلدی کرو دیر نہ ہو۔

☆☆☆☆☆

---

[1] جیسے گانٹھوں کی عبارت میں پیچ مقبولہ

اضافات افاضات

یہ رسالہ مبارکہ بفضلہٖ تعالیٰ رمضان مبارک میں تیار ہو چکا تھا۔ بوجوہ طبع میں تاخیر ہوئی۔ اتنے میں بعض اجلّہ اکابر و دیگر احبا نے رسالہ "شمس العلوم" کے بقیہ ۶ نمبر شوال تک کے بھیج دیے۔ انکے ملاحظہ سے بھی وہی مذہبی بے قیدی اور زبان و قلم کی آزادی ظاہر ہوئی۔ "فَلْنُلْحِقِ الْجِنْسَ بِالْجِنْسِ۔"

مدرسہ خرما میں کلمہ طیبہ کا صدق باطل

(۶۸) "کلمہ طیبہ صورۃً جملہ خبریہ معلوم ہوتا ہے۔ معناً مفہوم و مضمون خبر سے منزلوں دور ہے۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۱۱)

بکمال ذی ہوشی یہ سمجھا ہوگا کہ خبر تو محتمل ہوتی ہے۔ (۴۶۶) مگر نہ جانا کہ کلمۂ طیبہ کو معنی وحقیقت میں خبر نہ ٹھہرانا صراحۃً اُس کے صدق سے انکار (۴۶۷) اور اسکی تصدیق کا ابطال ہے کہ کلام صادق نہ ہوگا مگر خبر۔ اور تصدیق ممکن نہیں مگر خبر کی۔ ایک احتمال عقلی غیر واقعی کہ محض بنظر نفس ذات اسناد ہو نہ بنظر خصوص حکم کلمۂ طیبہ اُس سے بچنے کو کلمۂ طیبہ کا صدق اور مسلمان کا ایمان اور خود اپنا اسلام سب محال کر لئے۔

زہے عقل و دانش خہے علم و دیں
وزیرِ چناں شہر یارِ چنیں

مدرسہ خرما کے طور پر کلمہ طیبہ کے معنی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ سمجھے

(۶۹) "کلمہ طیبہ کے دونوں جملوں کا ہر حرف گویا ہے کہ دسوں عقول اسکی سمجھ بوجھ سے حیران، پریشان، قاصر، عاجز، گنگ۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۱۲)

عقول عشرہ اسلامی مسئلہ نہیں۔ جو مانتے ہیں عقل اول کو مجعولِ اول جانتے ہیں۔ اور وہ نہیں مگر حضور پرنور اول العالمین و افضل العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۴۶۸) تو حاصل یہ ہوا کہ اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کے سمجھنے سے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم معاذ اللہ چنیں وچناں ہیں۔

اللہ ورسول کے ساتھ مدرسہ خرما کی گستاخیاں

(۷۰)''یہی علت غائیہ خلقت وبعثت ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۱۲)

(۴۶۹)افعال الٰہیہ کے لئے علتِ غائیہ۔

(۷۱) ''حمل وضع ترقی عمر ایک ساعت میں ہوجائے دنیا میں یہ کسی طرح ممکن نہیں۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۳)

(۴۷۰)''کسی طرح'' نے ہر قسم امکان کی نفی کردی اور وہ انکار قدرتِ الٰہیہ ہے۔

(۷۲)تفسیرِ آیت میں کہا۔

''منافقین کی جہالت کا ذکر ذلت ظاہر کرنے کی غرض سے ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۷)

(۴۷۱)اللہ اور غرض۔

(۷۳)''آئے اوڑھے ہوئے کملی سر حشر'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۳۲)

دنیا کی زینت تو بندگان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائق نہ تھی۔ (۴۷۲)آپ نے قیامت میں بھی کہ حضور کی خلافت عظمیٰ وسلطنتِ کبریٰ کے ظہورِ تام وعام کا دن ہے۔ حضور کے لئے کملی ہی جانی۔ اس میں حضور کی تنقیص شان بھی ہے۔(۴۷۳)اور حضور کی طرف جھوٹی نسبت بھی۔

(۷۴)''جب کبھی میاں کی طرف سے چھیڑ ہوجاتی ہے۔ لطف وکرم کے سوا وہاں اور تو کچھ ہے نہیں جو خوف وہراس ہو۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۱۰)

(۴۷۶)اول تو مولیٰ عزوجل پر لفظ میاں ہی کا اطلاق محلِ کلام۔ (۴۷۵)پھر اللہ اور چھیڑ۔ (۴۷۶)اس پر غضب یہ کہ لطف وکرم کے سوا اسکی سب صفاتِ کمالیہ سے انکار۔ قرآن تو فرماتا ہے۔ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ. (۴۷۷)پھر خوف خدا کو صاف استعفا۔ حالانکہ ایمان خوف ورجا کے درمیان۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ •

(۷۵) ''حضرت بایزید بسطامی کی قبر میں منکر نکیر سوال کو آتے ہیں۔ آپ جواب دیتے ہیں۔ اس سے جا کر پوچھو وہ مجھے اپنا بندہ سمجھتا ہے یا نہیں۔ اگر اُس نے مجھے اپنا بندہ سمجھ لیا تو مجھے عزت مل گئی۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۱۱)

(۴۷۸) اللہ عزوجل پر سمجھ کا اطلاق سخت ظلم ناسزا اور (۴۷۹) حضرت بایزید کی طرف اسکی نسبت افترا سمجھنا فکر و غور سبقت جہل چاہتا ہے۔

(۷۶) ''تم لن ترانی کہو میں ماننے والا نہیں۔ صورت دکھادو۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۱۹)

(۴۸۰) اللہ عزوجل اور صورت (۴۸۱) پھر واحد قہار سے یہ مڑ چڑا پن کہ تم کہو میں ماننے والا نہیں۔

(۷۷) ''مؤذن پکارا۔ اچھا۔ کیا تمہیں مسجد میں ڈھونڈھوں۔ ہیں۔ یہاں تو در و دیوار کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تو یہاں مجھے کیوں بلوایا تھا۔ یا یو ہیں تھکا تھکا کر عشق سے توبہ کرانا ہے۔ تو یہ ہونے سے رہا۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۱۹ و ۲۰)

(۴۸۲) اللہ عزوجل سے خطاب اور ''ہیں'' کہنا (۴۸۳) مسجد میں خاک پتھر کے سوا کچھ نہیں۔ (۴۸۴) مولیٰ تعالیٰ پر اعتراض اور (۴۸۵) وہ بھی حکم دین میں۔ کہ مسجد میں کیوں بلوایا۔ (۴۸۶) اللہ تعالیٰ پر یہ گمان کہ اپنی محبت سے منع فرماتا ہے اور (۴۸۷) اس پر یہ ڈھٹائی کہ جس سے وہ توبہ چاہے ہم ہرگز نہ کریں گے۔ واہ رے مدرسہ خرما کے ادب۔

(۷۸) ''مؤذن پھر پکارتا ہے اب جا کر کیا کریں تم تو ملتے ہی نہیں۔''
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۰)

(۴۸۸) یعنی مسجد کی حاضری لغو ہے واجباتِ شرعیہ فضول ہیں۔

(۷۹) ''مگر اب شاید آئے ہو۔ چلو دیکھ تو لیں۔ ہائیں! یہ کیا؟ تم تو اس وقت بھی نہیں۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۰)

(۴۸۹) اللہ عزوجل کا مسجد میں آنا اور (۴۹۰) اس سے خطاب میں ''ہائیں''

(۸۰) "وہ دیکھواُن کے فرشتے آئے اب وہ بھی آتے ہوں گے۔"
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۰)

(۴۹۱) ایمان سنبھالئے۔ مجسمہ نہ بنئے۔
(۸۱) "کیوں فرشتو! تم تو اُنھیں کے پاس سے آئے ہو۔ کہو کیا خبر لائے۔ کہا ہم نے آج تک اُن کی صورت بھی نہیں دیکھی۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۰)

(۴۹۲) اللہ اور صورت۔

مدرسہ خرما میں فاروق اعظم پر تہمت اور اُن کے ساتھ گستاخیاں

(۸۲) یہ حکایت لکھ کر کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مکان میں شبہ ہوا۔ دروازہ بند تھا۔ چھت پر سے تشریف لے گئے۔ وہاں مے نوشی پائی۔ اُس سے کہا۔ ع

"کچھ بھی انصاف نہیں تم کو اگر حد نہ لگے"

اس نے کہا امیر المؤمنین! میں نے ایک گناہ کیا۔ آپ نے تین۔ کہ تجسس فرمایا۔ اور دیوار پر سے تشریف لائے۔ اور سلام سے ابتدا نہ فرمائی۔ آگے لکھا۔

"ہو گیا حضرتِ فاروق کو سُن کر سکتہ
زرد رُخ ہونے لگا، آنکھ میں آنسو آئے
بولے ہاں عدل کا اے شخص تقاضا ہے یہی
ایک کوڑا جو لگے تیرے تو تگنے میرے"

(۴۹۳) امیر المؤمنین کو ایک شرابی سے تگنے کوڑوں کا مستحق ٹھہرانا یہ آپ کا ادب ہے۔ رافضی آپ سے بہت خوش ہونگے۔ (۴۹۴) اور یہ امیر المؤمنین پر آپ کا افترا ہے۔ امیر المؤمنین نے ہرگز ایسا نہ فرمایا۔ روایت میں صرف اتنا ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا۔ اگر تجھے معاف کردوں تو تیرے پاس کچھ خیر ہے۔ عرض کی۔ واللہ یا امیر المومنین! اگر مجھے معاف فرمادیجئے تو اب ایسا کبھی نہ کروں گا۔ " فَعَفَا عَنْهُ وَخَرَجَ وَتَرَكَهُ" امیر المومنین نے اسے معاف فرمایا اور چھوڑ کر باہر تشریف لے گئے۔

اللہ و سرکارِ غوثیت کے ساتھ برتاؤ

(۸۳) ''قضائے معلق و مبرم دونوں قسم کی تقدیر پھیر دینے کی طاقت ان کو دی گئی ہے۔ معلق کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ وہ بشرط شے متغیر ہوتی ہے۔ مبرم کے بدل ڈالنے کی طاقت خواص اولیا کو دی جاتی ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۱۱)

معلق کے معنی یہ بتا کر مبرم کو خاص محکم کر دیا۔ (۴۹۵) اور اولیا کو حکم محکم الٰہی کا رد کر دینے والا۔ علم الٰہی کا بدل ڈالنے والا ٹھہرایا۔ (۴۹۶) پھر اللہ عز و جل پر تہمت کہ اُس نے اولیا کو اس کی طاقت دی ہے۔ (۴۹۷) حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا کہ حضور نے ایسا فرمایا ہے۔ کلام حضور میں مبرم اس معنی عام معلق کے مقابل ہرگز نہیں۔ اسکی تحقیق 'المعتمد شریف' میں دیکھئے۔ اور اپنی زبان و ایمان ٹھیک کر لیجئے۔

نصاریٰ کا اتباع

(۸۴) ''آسمان زمین چکر کھا کر کہتے ہیں۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۲۴)

(۴۹۸) کیا خوب آسمان تو آسمان زمین بھی گردش کرتی ہے۔ نصاریٰ کا اتباع اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

خارجیوں کی تقلید

(۸۵) '' روزہ بہلانے کے لئے تاش گنجفہ شطرنج کی مجلسیں جمائی جاتی ہیں۔ عام گزرگاہوں یا خاص مقامات و خانقاہوں پر مغنیات و لہو و لعب کے اکھاڑے قائم کئے جاتے ہیں اور خسران ابدی و حرمانِ دائمی کا بڑا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۳)

(۴۹۹) معاصی پر خسرانِ ابد و حرمانِ دائم یہ خوارج کی تقلید ہے۔ (۵۰۰) اور مطلقاً لہو و لعب کا اور طرہ جدید۔

مدرسہ خرما کا فرکو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا محمود بتائے

(۸۶) سکندر یونانی ابن فیلقوس آتش پرست کی نسبت

"نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسکی صلاحِ حال کی خبر دی ہے۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۹)

(۵۰۱) کافر اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسکی صلاحِ حال کی خبر دیں۔ امام عماد الدین ابن کثیر پھر مفتی الوجود علامہ ابو السعود عمادی تفسیر ارشاد العقل السلیم میں فرماتے ہیں۔

" اَلثَّانِیُ الْاَسْکَنْدَرُ بْنُ فَیْلِیْسِ الْمَقْدُوْنِیُ بَانِی الْاَسْکَنْدرِیَۃِ کَانَ مُتَاَخِّرًا عَنِ الْاَوَّلِ بِاَکْثَرِ مِنْ اَلْفَیْ سَنَۃٍ وَ کَانَ وَزِیْرُہٗ اَرَسْطَاطَالِیْسَ وَ اِنَّمَا بَیَّنَّا ھٰذَا لِاَنَّ کَثِیْرًا مِنَ النَّاسِ یَعْتَقِدُ اَنَّھُمَا وَاحِدٌ وَ اَنَّ الْمَذْکُوْرَ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ ھُوَ ھٰذَا الْمُتَاَخِّرُ فَیَقَعُ بِذٰلِکَ خَطَاٌ کَبِیْرٌ وَ فَسَادٌ کَثِیْرٌ. کَیْفَ لَا. وَالْاَوَّلُ کَانَ عَبْدًا صَالِحًا مُؤْمِنًا . وَزِیْرُہٗ الْخَضِرُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَ قَدْ قِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ نَبِیًا وَ اَمَّا الثَّانِیْ فَقَدْ کَانَ کَافِرًا"

یعنی بہت لوگ دونوں سکندروں کو ایک سمجھتے اور یہ جانتے ہیں کہ قرآنِ عظیم میں اسی پچھلے سکندر رومی کا ذکر ہے۔ اس سے بڑی خطا اور بہت فساد واقع ہوتا ہے۔ پہلے سکندر (کہ ذوالقرنین اور قرآنِ عظیم میں مذکور ہیں) نیک مسلمان بندے تھے۔ انکے وزیر خضر علیہ الصلاۃ والسلام تھے۔ بعض نے اُن کو نبی تک کہا۔ اور یہ دوسرا (کہ رومی یونانی بانی اسکندریہ ہے) یہ یقیناً کافر تھا۔

اس کا وزیر ارسطو ہے۔ اس میں اور سکندر ذوالقرنین میں دو ہزار برس سے زیادہ فاصلہ ہے۔ امام رازی پھر امام عسقلانی شرح صحیح بخاری پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔

" کَانَ الْاَسْکَنْدَرُ کَافِرًا وَ کَانَ مُعَلِّمُہٗ اَرَسْطَاطَالِیْسَ وَ کَانَ یَأْتَمِرُ بِاَمْرِہٖ وَھُوَ مِنَ الْکُفَّارِ بِلَا شَکٍ" سکندر کافر تھا۔ اُس کا استاذ ارسطو تھا۔ وہ اسکے حکم پر چلتا اور وہ یقیناً کافر تھا۔

۱؎ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

سکندر کافر تھا اور ذوالقرنین نیک بندے

امام عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

"اَلْاَسْکَنْدَرُ الْیُوْنَانِیُ الَّذِیْ بَنٰی الْاَسْکَنْدَرِیَۃَ کَافِرٌ مُشْرِکٌ ، وَذُوالْقَرْنَیْنِ عَبْدٌ صَالِحٌ۔" سکندر یونانی بانی اسکندریہ کافر مشرک تھا اور ذوالقرنین نیک بندے۔

(۵۰۲) پھر جس نامعتمد روایت کے بھروسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ حکم بالجزم لگایا۔ ائمہ ناقدین تصریح فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے، منکر ہے، بنی اسرائیل کی خبر ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہونا صحیح نہیں۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ هُوَ ضَعِیْفٌ وَ فِیْهِ نَکَارَۃٌ وَرَفْعُهٗ لَا یَصِحُّ وَ اَکْثَرُ مَا فِیْهِ اَنَّهٗ مِنْ اَخْبَارِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ اھ۔ مُخْتَصَرًا۔ اور اسے ابن جریر نے روایت کیا اور اُس میں ابن لہیعہ ہے۔ اور اس میں میں افریقی ہے۔ اور اس میں دو مبہم ہیں۔

(۵۰۳) قدر علم تو معلوم ہے مگر اب اپنے اُس جبروتی حکم کو یاد کیجئے کہ بے ثبوت قطعی جزم نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا ہے۔

(۵۰۴) لطف یہ کہ اس خبر پریشان کو یوں کہا کہ "علامہ سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ سکندر رومی کو فرشتہ لے گیا۔"

یہ شش مثالی کفاء سہسوانی اور اسکے اذناب کی تقلید ہے کہ جس نے روایت کی یا کتاب میں اُس کی روایت نقل کی وہ سب اُس مضمون کے قائل ہو گئے۔ مگر جب خود اپنے منہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مفتری ہوئے تو امام سیوطی کی کیا گنتی۔

مدرسہ خرمانے نبی کہا اور نبی کو پہلے ظالم مانا

(۸۷)(۵۰۵) مزہ یہ کہ اس کے متصل ہی بحوالہ مقریزی لکھا۔

"سکندر رومی ارسطاطالیس کا پیرو تھا۔ اس کے تمام احکام کی پیروی کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اعتقاد پیغمبری تعلیموں کے موافق نہ تھا۔ کیونکہ ارسطاطالیس حکیم تھا۔ کسی مذہب کا پیرو نہ تھا۔"

سبحان اللہ! جس کے عقیدے پیغمبری تعلیموں کے خلاف ہوں وہ اور صلاح اور

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مداح۔ اُس پر جزم کر کے اسکی نقل اور اسکی تقریر اور اُس پر تفریع عجب شانِ دین ہے۔

(۸۸) یہ تو سکندر ثانی میں ٹھوکریں تھیں اب اول کے ذکر میں سکندریاں لیجئے۔

''اول اول یہ شخص جابر تھا۔ لیکن پھر عادل بادشاہ ہوا۔ خدا نے اس بادشاہ کو نبی کیا تھا۔''

آگے بعض عجائب لکھ کر کہا۔ ''یہ اس کا معجزہ تھا''

(۵۰۶) سبحان اللہ! نبی اور اول اول ظالم۔ وہاں کافر صالح تھا۔ یہاں نبی ظالم ہوا۔ وزن برابر ہو گیا۔

مدرسہ خرما کا اقرار کہ اُس نے حدیث کا خلاف کیا اہل سنت کا خلاف کیا۔ غیر نبی کو نبی کہا

(۸۹) پھر کہا۔

''لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی نہ تھا اور یہی حضرات اہلِ سنت کا مسلک ہے۔''

(۵۰۷) پھر آپ نے حدیث کے خلاف اور اہلِ سنت کے خلاف کیوں کر غیر نبی کو نبی کہا۔ اور اسکے معجزے گنائے۔ کیا یہ اسکی نظیر نہیں کہ یوں کہئے کہ مولیٰ علی نبی تھے۔ جبریل اصل میں اُنھیں کے لئے وحی لائے تھے۔ لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اور یہی حضرات اہلِ سنّت کا مسلک ہے۔

انجیل وقرآن مجید پر خرمائی حملے

(۵۰۸) صفحہ ۱۱ میں دربارۂ زنان قوانینِ یورپ و یونان وشاسترِ ہنود کے ظلم بتا کر ساتھ ہی انجیل کا بھی نقص گنا دیا کہ

''انجیل نے بھی عورتوں کے بارہ میں کوئی خاص حکم نہیں دیا۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۱۱)

(۹۱) اب قرآن مجید کی طرف متوجہ ہوئے کہ

''سورۂ بقر میں مساوات کی کیسی عمدہ تعلیم ہے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۱۱)

(۵۰۹) یہ مساوات یورپین حال کی چال سے سیکھ کر قرآنِ عظیم پر تھوپ دی۔ حاشا

ہرگز قرآن کریم زن وشو میں مساوات کی تعلیم نہیں فرماتا۔ (۵۱۰) بلکہ اس کا ابطال فرماتا ہے۔ اسی سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے۔ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ • اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ • اور سورہ نساء میں فرماتا ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ •

(۹۲) مساوات ہی پر بس نہیں۔ آگے مردوں پر عورتوں کا ادب کرنا لازم ٹھہرا کر محض زور زبان سے اُسے قرآنِ عظیم پر باندھ دیا کہ۔

"ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَلَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا مَعْرُوْفًا • یعنی گفتگو میں عورتوں کی عزت اور مرتبہ کا خیال رکھا کرو۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۱۲)

تَقُوْلُوْا کے بعد قَوْلًا کا حذف تو کاتب کے سر رہے گا۔ (۵۱۱) کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ آیۂ کریمہ میں اس معنی کی ہوا بھی ہے جو آپ (۵۱۲) یعنی کہہ کر اللہ عزوجل کی مراد بتاتے اور اس پر افترا فرماتے ہیں۔ کہاں تو یہ کہ عدت میں خفیہ طور بھی پر عورتوں سے نکاح کا وعدہ بھی نہ لو۔ کنایہ وتعریض کا مضائقہ نہیں۔ اور کہاں یہ کہ گفتگو میں عورتوں کی عزت اور مرتبہ کا خیال رکھا کرو۔

اللہ عزوجل پر خرمائی حملے

(۹۳) "اللہ تعالٰی نے توضیح کی غرض سے تمثیل بیان فرمائی۔"
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۱۸)

(۵۱۳) اللہ اور غرض۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خرمائی حملے

(۹۴) "پریم کی بنسی بجائی سید ابرار نے۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۲۱)

(۵۱۴) لا الہ الا اللہ ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور بنسی بجانا۔ ایسا تجوز بلاشبہ بے ادبی ہے۔ قصور معاف۔ تجربے گواہ ہیں کہ بعض لوگوں کو فقرۂ بے ادبی جب تک اللہ ورسول کے متعلق ہے بے ادبی نہیں معلوم ہوتا۔ جب اپنے خاص معظموں پر

نظر پڑتی ہے۔ اب ادب و بے ادبی کا فرق کھلتا ہے۔ للہ۔ انصاف! کیا کوئی خلفِ سعید اپنے آبائے کرام کی نسبت ایسے الفاظ روا رکھے گا کہ مثلاً فلاں جگہ کا طائفہ عجب دل لبھانے والا تھا۔ فلاں صاحب ردِّ وہابیہ کی سارنگی بجاتے اور اُن کے پیچھے فلاں صاحب ردِّ نجدیہ کا طبلہ ٹھونکتے ہیں تو یہ بھی مجاز۔ اور جو مقصود ہے یعنی ردّ وہابیہ و نجدیہ ضرور محمود۔ مگر ایسی تعبیر قطعاً بے ادبی و مردود۔

(۹۵) ''من میں یہ لیلا رچائی سید ابرار نے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۲۱)

(۵۱۵) لا الٰہ الا اللہ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دل میں لیلا۔ (بت پرستوں کا شیطانی میلا) رچانا۔ ع۔

شرم بایدت از خدا و از رسول
جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صدیق اکبر پر خرمائی افترا

(۹۶) ''صدیق نے اسکے جمال کو دیکھ کر رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ حُلَّۃٍ حَمْرَاءَ کہہ سنایا۔''
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۱)

(۵۱۶) کب اور کہاں؟ صدیق پر کذب و بہتان کہ اُنھوں نے اپنے رب کو سُرخ جوڑا پہنے دیکھا یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا رب کہا۔

اللہ عزوجل پر حملہ

(۹۷) ''اللہ تعالیٰ نے کان اس غرض سے عطا فرمائے ہیں۔''
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۳۵)

(۵۱۷) اللہ عزوجل پر غرض کا اتہام کتنی بار ہوگا۔

اسلام پر حملہ

(۹۸ و ۹۹) دربارۂ غلامان قانون روم کے مظالم میں یہ دو باتیں بھی گنیں۔
(۵۱۸) ''اول جو کچھ اس کے پاس تھا وہ قانوناً اُس کے مالک کا تھا۔'' (۵۱۹) ''دوم عام طور پر وہ

گواہی کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا تھا" اور آخر میں کہا۔ "غلاموں کے ساتھ اس طرح ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴)

غلاموں کے ساتھ یہ دونوں سلوک قانونِ اسلام میں بھی قطعاً موجود۔ بے شک بندہ کسی چیز کا مالک نہیں۔ جو کچھ اُس کے پاس ہے شرعاً اس کے مالک کا ہے اور بے شک وہ عام طور پر گواہی کے لئے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ تو آپ کے نزدیک معاذ اللہ دین اسلام بھی ظالمانہ ووحشیانہ سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ پھر اسلام کب حق رہا۔

کلام اللہ پر حملے

(۱۰۰) "اس امر میں انجیل اور قرآن مجید میں اصولی اختلاف ہے۔"
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۵)

(۵۲۰) کلامِ الٰہی اور اصولی اختلاف۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔

اللہ ورسول وقرآن واسلام معظمانِ دینی پر مدرسۂ خرما کی بعض باقی زبان درازیاں

مسلمانو! رسائل مدرسہ خرما سے یہ تو اُن سو کلموں کا انتخاب تھا جن میں اُنھوں نے خلافِ شریعت وخلافِ اہلِ سنت وخلافِ دین وملت احکام کیے۔ پھر ارسال زبان و بے قیدیِ زبان کی کیا گنتی۔ ناولسٹی نمک مرچ، اور نیچری چٹخارے کے آگے نہ اللہ عزو جل کا ادب، نہ قرآنِ عظیم کا۔ نہ محمد رسول اللہ علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا۔ نہ دینِ اسلام ومعظمانِ دینِ کریم کا۔ مثلاً اللہ واحد قہار کی نسبت۔

اللہ عزوجل پر خرمائی زبان درازیاں

(۱۰۱) ''سراپا غرور'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۵)

یعنی سر سے پاؤں تک غرور۔ (۵۲۱) اللہ عزوجل کے لئے معاذ اللہ سر (۵۲۲) اور پاؤں (۵۲۳) پھر اسکے تکبر حق کو کہ اُسی کی شان کریم کے لائق ہے غرور سے تعبیر کرنی۔ غرور دھوکے فریب کو کہتے ہیں۔ بشر متکبر کے تکبر کو اردو محاورہ میں غرور اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نفس کے فریب میں ہے۔ شیطان کے دھوکے میں ہے۔ تکبر کے لائق نہیں اور تکبر کرتا ہے۔

(۱۰۲) ''سراپا نخوت'' (شمس العلوم جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۱۹)

(۵۲۴) وہی سر (۵۲۵) اور پاؤں (۵۲۶) اور اسکی شان میں نخوت کا اطلاق کس شریعت میں آیا ہے۔

(۱۰۳) ''پرزور تحکمانہ انداز'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۱۶)

(۵۲۷) اللہ عزوجل اور تحکم کہ غیر حاکم کا زبردستی حاکم بن بیٹھنا ہے۔

(۱۰۴) ''باپ سے زیادہ[۱] تو مشفق ہے خدا'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۲۴)

---

[۱] زیادہ کی ''ی'' کو زیادہ سمجھ کر اُڑا دیا کہ ''باپ سے زادہ'' رہ گیا۔ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(۵۲۸) مشفق۔ڈرنے والا۔قال اللہ تعالیٰ۔هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ.
وہ اپنے رب کے خوف سے سہمے ہوئے ہیں۔محاورہ میں باپ کو مشفق اسی معنی پر کہتے ہیں کہ وہ اسے کوئی بلا پہنچنے کا اندیشہ رکھتا ہے۔اور ہر ایسے کھٹکے پر ڈرتا رہتا ہے۔آپ نے اُس واحد قہار کو بھی ڈرنے والا ٹھہرایا۔یہ اسمائے الٰہی میں الحاد ہے۔قال اللہ تعالیٰ۔وَذَرُوْا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ.

(۱۰۵) مولیٰ تعالیٰ کی طرف ''غصہ'' کی نسبت (شمس العلوم جلد۲نمبر۶صفحہ۸)

(۵۲۹) غصہ حقیقت میں گلے کا پھندا اور اُچھو ہے۔قال اللہ تعالیٰ۔وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّ عَذَابًا اَلِيْماً. عرف میں غصہ اُس غضب کو کہتے ہیں کہ دل میں گھٹے۔کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کر سکے۔مگر ہندی ترجموں کی اندھی تقلیدیں ان دقائق عالیۂ ادبِ بارگاہِ عزت کو کہاں سے پائیں۔

(۱۰۶) ''اچھا تم بھی تو میری جان ہو۔'' (شمس العلوم جلد۲نمبر۷صفحہ۱۹)

یہ اس واحد قہار عز جلالہ سے خطاب ہے۔(۵۳۰) ایک تو اُسے جان کہنا (۵۳۱) دوسرے لفظ ''بھی'' سے شرک۔

قرآنِ عظیم پر خرمائی حملے

قرآنِ عظیم کی نسبت

(۱۰۷) ''رَزَقْنٰهُمْ کو اس لئے مقدم کیا کہ آیتوں کا اختتام ایک قافیہ کے الفاظ پر ہو۔ چنانچہ یہ آیت يُنْفِقُوْنَ پر ختم ہوئی ہے اور اگلی آیت يُوْقِنُوْنَ وَ مُفْلِحُوْنَ پر۔اگر یوں فرمایا جاتا يُنْفِقُوْنَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ تو یہ رعایت نہ رہتی۔'' (شمس العلوم جلد۱نمبر۲صفحہ۲۴)

(۵۳۲) معاذ اللہ قرآن مجید میں بھی رعایتِ قافیہ ہے تو قرآنِ عظیم شعر ہوا۔
'اتقان شریف' میں ہے۔

''تُسْمِيَ فَوَاصِلُ اَخْذًا مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالیٰ "كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ" وَ لَا يَجُوْزُ تَسْمِيَتُهَا قَوَافِيَ اِجْمَاعًا. لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ لَمَّا سَلَبَ عَنْهُ اسْمَ الشِّعْرِ وَجَبَ سَلْبُ الْقَافِيَةِ عَنْهُ اَيْضًا

لِاَنَّهَا مِنْهُ وَ خَاصَّةً بِهٖ فِی الْاِصْطِلَاحِ.

(۱۰۸) "نَعْبُدُ کی تقدیم اور نَسْتَعِیْنُ کی تاخیر کے لئے وجہ یہ ہے کہ دیگر آیات کریمہ نون پر ختم ہوئی ہیں۔لہٰذا رعایت سجع ہے۔" ('مذاکرہ' نمبر ا صفحہ ۵)

(۵۳۳) کلمات قرآن کریم میں قافیہ کہنا تو بالاجماع حرام قطعی تھا ہی۔صحیح و معتمد مذہب جمہور ائمہ میں سجع کہنا بھی جائز نہیں۔کہ سجع کی اصل کبوتر کی گٹکری ہے۔قرآنِ عظیم کو ایسے اطلاقات سے منزہ رکھنا واجب ہے۔'اتقان شریف' میں ہے۔

"وَهَلْ يَجُوزُ اِسْتِعْمَالُ السَّجْعِ فِی الْقُرْاٰنِ خَلَافُ الْجُمْهُوْرِ عَلَى الْمَنْعِ لِاَنَّ اَصْلَهٗ مِنْ سَجْعِ الطَّيْرِ" اِلٰی اٰخِرِ مَا اَفَادَ وَ اَجَادَ.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خرمائی سخت حملے

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت۔

(۱۰۹) "ہر شخص آپ کا اور آپکی ہر ادا کا مفتون ہوا جاتا ہے۔" (مذاکرہ نمبر۲ صفحہ ۱۱)

(۵۳۴) یہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فتّان و فتنہ انگیز (۵۳۵) اور حضور کی محبت کو فتنہ کہنا ہے۔اس کا استعمال معشوقانِ مجازی میں اسی لئے ہے کہ اُنکی محبت فتنہ ہے۔اور وہ فتنہ گر۔وہی خطاب آپ نے اُن کو دیا جو ہر فتنہ کے مٹانے والے اور انکی محبت اصل ایمان ہے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۱۱۰) "چمکتے مکھڑے کی بلائیں۔" (شمس العلوم جلد۲ نمبر۲ صفحہ۴)

(۵۳۶) "مکھڑا" صیغہ تصغیر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تصغیر حرامِ کبیر ہے۔علمائے کرام نے حمائل کو مُصَیْحِف، چھوٹی مسجد کو مُسَیْجِد کہنے سے منع فرمایا۔امام احمد قسطلانی 'مواہب شریف' میں فرماتے ہیں۔

"نَصُّوْا عَلٰی اَنَّ التَّصْغِيْرَ لَا يَدْخُلُ فِی الْاَسْمَاءِ الْمُعَظَّمَةِ شَرْعاً لِذَا حَكٰی اَنَّ ابْنَ قُتَيْبَةَ لَمَّا قَالَ 'اَلْمُهَيْمِنُ' مُصَغَّرُ مُؤْمِنٍ قِيْلَ لَهٗ هٰذَا يَقْرُبُ مِنَ الْكُفْرِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ قَائِلُهٗ."

(۱۱۱) "ایک مست بنانے والے با کیف و ناز لہجہ میں حسین عربی نے فرمایا۔"
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۱۰)

(۵۳۷) "کیف" نشہ کو کہتے ہیں۔ شانِ اقدس میں اس کا استعمال آپ کا ادب ہے!

(۱۱۲) "اسکی سریلی آواز" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۰)

(۵۳۸) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت والی آواز اور معاذ اللہ راگنی کے سُروں کی دم ساز۔

(۱۱۳) "جسکی ایک ہی تیکھی چتون کا مارا فاروق۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۷)

علاوہ (۵۳۹) گستاخی کے نبی پر (۵۴۰) جھوٹ بھی۔

(۱۱۴ تا ۱۱۷) سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلہ قرن کو (۵۴۱) براہ جہالت کسی مقام کا نام سمجھ کر اُس سے خطاب ہوتا ہے کہ

"تجھے وہ دن یاد ہے جب مدینہ کی طرف سے ایک کمند گیسو والا دام خط والا شکاری تیرے مایہ ناز وحشی کی تاک میں تھا۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۷)

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب دیے جاتے ہیں۔ (۵۴۲) گیسوئے اقدس کو کمند (۵۴۳) خط انور کو جال اور خود (۵۴۴) حضور کو معاذ اللہ شکاری۔ زہے ادب و تعظیم۔ (۵۴۵) پھر خیر التابعین اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وحشی کہنے کی کیا شکایت۔

(۱۱۸ تا ۱۲۰) "تیرا ناز پروردہ وحشی اول تیر نگاہ کا نشانہ بنا۔ پھر بد کتا رہا تو دام خط میں دانہ خال ڈال کر پھانسا گیا۔ مشکیں زلفوں کی کمند سے اسکی مشکیں کسی گئیں۔"
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۷)

(۵۴۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں چھانٹ چھانٹ کر وہی الفاظ استعمال ہو رہے ہیں جو ایک بازاری عورت کے لئے۔ (۵۴۷) پھر دام خط میں

دانۂ خال صادق نہ آئے گا جب تک رخسارۂ انور پر خال کا ثبوت نہ ہو۔ یہ حلیۂ اقدس پر افترا ہے۔ (۵۴۸) پھر اس کا کیا گلہ کہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدکنے والا ٹھہرایا۔ ع

آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

(۱۲۱) ''وحشی کے دل کے کباب بنا کر، مدینے بیٹھ کر، اُس کی جلی ہوئی خوشبو کے مزے لے رہا تھا۔ مگر واہ رے اعجازِ قاتل! دل کے کباب بنیں، مگر موت کو حکم نہیں کہ چارہ سازی کر سکے۔'' (شمس العلوم جلد۲ نمبر۳ صفحہ ۷)

(۵۴۹) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمان کا قاتل کہا۔ (۵۵۰) اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کا مقتول۔ اور حدیث فرماتی ہے کہ " اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَهٗ نَبِیٌّ۔ " قیامت میں سب سے سخت تر عذاب اُس پر ہے جو کسی نبی کا قاتل ہو یا نبی اُس کا قاتل۔

فاروقِ اعظم و مولیٰ علی و صحابہ کرام پر خرمائی حملے

(۱۲۲ تا ۱۲۸) ''تجھے وہ دن یاد ہیں جب تیرے دیوانہ کو باندھ کر دور سے گھر بیٹھ بیٹھ کر دانہ دکھایا جاتا تھا۔ تجھے وہ دن یاد ہیں جب وہ جانِ عالم تیرے دیوانے اور اُس جیسے ہزاروں دیوانوں کو سسکتا چھوڑ کر خود اپنے دوسرے چاہنے والے کا زیبِ انجمن بنا۔ تجھے وہ دن یاد ہیں جب اسی بے وفا کے حسب الحکم تیرے دیوانے کو منانے کے لئے اس کا ملبوسِ خاص لے کر دو اور دیوانے آئے تھے۔'' (شمس العلوم جلد۲ نمبر۳ صفحہ ۷و۸)

بے وفا کہنے کے کفرِ جلی پر بحث اوپر گزری۔ (۵۵۱) مگر مسلمان بیان کے تیور دیکھیں۔ زنانِ بازاری کی حرکات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہو رہی ہیں۔ (۵۵۲) آپ نے اگرچہ اپنے خاص محبین کو سسکتا چھوڑ کر اوروں کے زیبِ انجمن بننے سے اپنی چلتی بے وفائی کا ثبوت دیا۔ مگر اخلاقِ کریمۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سخت حملہ ہوا۔ (۵۵۳) اور خود قرآنِ عظیم کی مخالفت۔ قال

اللہ تعالیٰ۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۔ (۵۵۴) پھر سیدنا اویس کو دیوانہ کہا۔ (۵۵۵) فاروق اعظم کو دیوانہ کہا۔ (۵۵۶) مولیٰ علی کو دیوانہ کہا۔ (۵۵۷) ہزاروں صحابہ کو دیوانہ کہا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ آپ کا ادب ہے۔ (۵۵۸) اور ملبوس خاص لانے کا قصہ عوام کی اندھی تقلید بے اصل و بے ثبوت ہے۔

مدرسہ خرما میں حضرت اویس قرنی کی تکفیر

(۱۲۹ تا ۱۳۴) ”تجھے وہ بھی یاد ہے جب تیرا دیوانہ اس مطلوب کے بلانے والے عاشق سے بگڑ بیٹھا کہ خیر معشوق تیرے پاس ہے۔ کم از کم اسکے سب چاہنے والے تو میرے پاس ہوں۔ سب کو ساتھ لے کر محبوب سے ملنے تیرے خاص محل میں آؤں دیوانے کی بڑ خالی نہیں جاتی۔ ماننا ہی پڑا کہ ایک خاص دن جب ہم ایک بگل سے باقاعدہ اطلاع دیں تو دیوانوں کا سر گروہ اویس اپنی فوج لے کر آئے۔“ (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۸)

(۵۵۹) اللہ عز وجل کو عاشق کہنا گستاخی ہے۔ عشق مرضِ قلب ہے اور وہ قلب و مرض سے پاک۔ (۵۶۰) اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اللہ عز وجل سے بگڑ بیٹھنے کی تہمت اُن کی تکفیر ہے۔ اللہ سے نہ بگڑ بیٹھے گا مگر کافر۔ اور اویس کو ایسا نہ کہے گا مگر گمراہ۔

اللہ عز وجل پر خرمائی حملے

(۵۶۱) اللہ عز وجل کے لئے ”محل“ قرار دینا بحکم کتب فقہ مثل تاتار خانیہ و ’عالمگیری‘، ’طریقۂ محمدیہ‘ وغیرہا کلمۂ کفر ہے۔ (۵۶۲) اور ”ماننا ہی پڑا“ خدا کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے۔ (۵۶۳) صور کو ”بگل“ کہنا بھی آپ کی ناولسٹی کی جدّت ہے۔ (۵۶۴) اور دیوانہ تو حضرت سید التابعین کا نام ہی رکھ لیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خرمائی حملے

(۱۳۵ تا ۱۴۰) ”مدینہ کے اُمّی تاجدارِ مکہ کے سادہ وضع، نکیلے، بانکے، طرحدار کے سراپا

پر جب ارمان بھری نگاہوں نے بے خودانہ دیکھ بھال کی ٹھہرائی ہے تو وہ مزہ لوٹا ہے۔" الخ
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۰)

(۵۶۵) نکیلا (۵۶۶) بانکا (۵۶۷) طرحدار۔ یہ محمد[۱] رسول اللہ سید رسل اللہ کے خطاب ہیں (۵۶۸) اور "دیکھ بھال کے ٹھہرائی ہے" "وہ مزہ لوٹا ہے" یہ اُس دربارِ عرش وقار کے آداب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی امی، رسول اُمی، عالم اُمی ہیں (۵۶۹) تنہا اُمی کہنا بے کسی ایسے وصف کے کہ حضور کے بحارِ علم پر دلالت کرے ترکِ ادب ہے۔ 'مطالع المسرات' میں ہے۔

"لَمَّا كَانَتِ الْأُمِّيَةُ مُرْتَبِطَةً بِالنُّبُوَّةِ لَمْ يُرْوَى لَفْظُ الْأُمِّيِّ فِيْ حَقِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَعَ لَفْظِ النَّبِيِّ فَلَا يُفْرَدُ لَفْظُ الْأُمِّيِ عَنْهُ۔"

اسکی نظیر اسمائے الٰہیہ میں اول وآخر، نافع وضار، رافع وخافض وامثالھا ہیں۔ کہ ان میں کوئی دوسرا پہلے سے جدا بولنا جائز نہیں۔

یہ جواہر علوم ہیں۔ جنکی قدر کیجئے تو شکر کیجئے۔ ورنہ مسلمان ناظرین تو انشاء اللہ الکریم نفع پائیں گے۔

(۱۴۱) "تمہارا تیر مژگاں یہ نشانہ کب اُڑائے گا
جگر کے پار ہوگا یہ خدنگِ بے کماں کب تک" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۲۹)

وہی زنانِ بازاری کے چوچلے۔

(۱۴۲و۱۴۳) "گمراہوں کے اس انداز سے راہ دکھائی کہ سارے پیچ وخم زلف گرہ گیر کے ایک لٹکے کی نذر ہو گئے۔" (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۴)

(۵۷۱) لٹکا جادو کا ہوتا ہے۔ اور (۵۷۲) زلفِ اقدس کو گرہ گیر کہنا حلیۂ انور پر افترا ہے۔

(۱۴۴) معراجِ اقدس کے بیان میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

۱۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

''محوِخوابِ ناز'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۶ صفحہ ۱۹)

(۵۷۳) محوِ خواب اُسے کہتے ہیں جسے ایسی غفلت کی نیند آئے کہ گویا مٹ گیا۔ محو ہوگیا۔ یہ شانِ نبوت میں گستاخی۔ (۵۷۴) اور حدیث صحیح " تَنَامُ عَيْنَایَ وَ لَا يَنَامُ قَلْبِیْ۔ " کا رد ہے

صلعم وغیرہ لکھنا سخت ناجائز ہے

(۱۴۵) ''خاتم النبیین صلعم'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۳)

(۱۴۶) ''انس رض آنحضرت صلعم سے راوی۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۳)

(۵۷۵) درود کا یہ اختصار جاہلوں، کاہلوں، محروموں کا شعار اور سخت معیوب و نابکار ہے۔ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔ پہلا وہ شخص جس نے ایسا اختصار کیا اُس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ علامہ سید طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں۔ 'تاتارخانیہ' سے منقول ہے۔

" مَنْ كَتَبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْهَمْزَةِ وَ الْمِيمِ يَكْفُرُ لِاَنَّهٗ تَخْفِيْفٌ ـ وَ تَخْفِيْفُ الْاَنْبِيَاءِ كُفْرٌ۔ " یعنی درود سلام کا یوں مختصر کر کے لکھنا کفر ہے کہ وہ ہلکا کرنا ہے اور شان انبیا کا ہلکا کرنا کفر ہے۔ انتہی۔

یہ حکم بحال تعمد تخفیف ہے۔ ورنہ بے برکتی و بے دولتی اور ممنوع و شنیع ہونے میں شک نہیں۔

اقول۔ ظاہر ہے کہ " اَلْقَلَمُ اِحْدَى اللِّسَانَيْنِ۔ " قلم بھی مثل زبان ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ مہمل بے معنی صلعم لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے یوہیں کچھ الم غلم بکنا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ. ظالموں کو حکم ہوا تھا کچھ کہنے کا اور کہنے لگے کچھ۔ حِطَّةٌ کی جگہ حِنْطَةٌ بامعنی تو تھا صلعم تلعم تو کچھ معنی ہی نہیں رکھتا۔

(۵۷۶) یوہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ رض لکھنا مکروہ اور سخت محرومی و بے برکتی

ہے۔سیدی احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔

"یَکْرَہُ الرَّمْزُ بِالصَّلَاۃِ وَ التَّرَضِی بِالْکِتَابَۃِ بَلْ یُکْتَبُ ذٰلِکَ کُلُّہٗ بِکَمَالِہٖ"

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

"وَمَنْ اَغْفَلَ ھٰذَا حَرِمَ خَیْرًا عَظِیْمًا وَفَوَّتَ فَضْلًا جَسِیْمًا"

اسلام پر خرمائی حملے

اسلام و معظمان اسلام

(۱۴۷) و (۱۴۸) "ایک موہنی البیلی صورت ہے جس کے جوبن کی بہار روح حیات کو آنکھوں ہی آنکھوں میں ادھر سے اُدھر لے جاتی ہے۔ یہ امتیاز بھی مشکل ہوتا ہے کہ سب سے پہلا زخم خوردہ، آگے بڑھ کر چوٹ کھانے والا کون ہے۔ آنکھوں کا قصور یا دل کا گناہ۔ وہ سب سے انوکھی، برہم زن عالم اسلام کی ہستی ہے۔" (مذاکرہ نمبر ا صفحہ ۱۶)

(۵۷۷) اسلام سے تاثر قصور و گناہ (۵۷۸) اسلام اور برہم زنِ عالم۔

مدرسہ خرما میں وجودِ خدا سے انکار

(۱۴۹ تا ۱۵۲) "آخری منتر سنو لا الہ کچھ نہیں دیکھو ہو کا مقام ہے پھر کہو الا اللہ دیکھو وہ ہونے والا اور ہونے کے لائق ہے۔" (مذاکرہ نمبر ا صفحہ ۱۶)

(۵۷۹) لا الہ الا اللہ کلمۂ طیبہ کا نام منتر۔ (۵۸۰) پھر نفیِ عام کو استثنا سے توڑ لیا۔ لاالہ الا اللہ ایمان ہے۔ اور لا الہ کفر۔ اور اس پر وقف حرام۔ (۵۸۱) پھر اسکا ترجمہ بھی اُسی محض نفی عام سے کر دیا کہ کچھ نہیں۔ اور طرفہ یہ کہ اسے ھو کا مقام بتایا۔ زہے جہالت! اثباتِ خالص کے مقام کو نفیِ محض کا مقام کر دیا۔ (۵۸۳) مقامِ ھو میں تو وہی وہ ہے۔ جب اُس کا محصل یہ ہوا کہ کچھ نہیں۔ تو یہ وجودِ الٰہی کی نفی ہوئی۔ (۵۸۴) الا اللــــہ کے کیا معنی گڑھے کہ اللہ ہونے کے لائق ہے۔ لیاقت، قابلیت ہے۔ اور قابلیت استعداد۔ اور استعداد منافیِ فعلیت۔ تو حاصل وہی جماد یا جو پہلے کہا

تھا کہ کچھ نہیں۔ اللہ بھی نہیں ۔ ہاں ہونے والا ہے۔ ہونے کے لائق ہے۔ آگے کسی زمانے میں چل کر ہو رہے گا۔ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

مدرسہ خرما کے نزدیک اسلام میں جو کچھ ہے فریب ہے

(۱۵۳) ''اسلام کے دلفریب چہرے پر مرمٹے ہیں۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۲۵)

(۱۵۴) ''اسلام کے اصول کی دلفریبی'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۸ صفحہ ۲۵)

(۱۵۵) رمضان مبارک کے بارے میں ''اس کا آنا جنت کو دلفریب بناتا ہے۔''
(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۱)

(۵۸۵) غرض اسلام دلوں کو فریب دیتا ہے۔ (۵۸۶) اسکے اصول فریب دیتے ہیں۔ (۵۸۷) رمضان میں جنت فریب دیتی ہے۔ انکے لکھے اسلام میں جو کچھ ہے فریب ہی ہے۔ اور اسکی شکایت بھی کیا۔ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم فریب لکھ دیا۔ ''کما سبق ''۔ یہ ہے نیچری لکچراری۔

امام اعظم پر خرمائی زبان درازیاں

(۱۵۶تا۱۶۰) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف سنیئے ''یہ سامنے کس کی عالم فریب صورت ہے۔ غضب کی سج دھج، سادگی اس غضب کی جس پر لاکھ بناؤ سنگار جان وار رہے ہیں۔ گدرایا ہوا بدن، بھرے بھرے دست و بازو، کھلا ہوا سینہ، دامنوں کا اِدھر اُدھر ہلنا، کشف الغطا۔'' (شمس العلوم جلد ا نمبر ۲ صفحہ ا)

(۵۸۸) معلوم نہیں یہ دینِ خدا کے کسی اعظم امام، رکنِ اسلام کی تعریف ہو رہی ہے یا بدایوں کی کسی کنچنی کی ۔ (۵۸۹) تمام عالم کو فریب (۵۹۰) سج دھج میں غضب (۵۹۱) سادگی میں غضب۔ رحمت کا کہیں حصہ ہی نہیں۔ (۵۹۲) دامنوں کے ہلنے میں ایک کتاب کا نام کشف الغطا تو آ گیا۔ یعنی پردہ کھلنا۔ مگر لکچرار صاحب اتنا نہیں جانتے کہ دامن کا ہے پر پردہ ہیں۔ اس پردہ کا کھلنا کیا معنی دیتا ہے۔ ع

زیرِ دامانِ تو پنہاں چیست اے نازک بدن

غوث اعظم پر خرمائی حملے

(۱۶۱) سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر گڑھی۔ اُس میں کہا۔

''میری کہانی آپ بیتی ہوگی۔ آہ وہ باتیں جو برسوں مجھ کو دیوانہ وار رکھ چکی ہیں۔''

(شمس العلوم جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۴)

انکے یہاں (۵۹۳) محبوبانِ خدا کی بڑی تعظیم دیوانہ بنانے میں ہے۔ سب کو یہی خلعت تقسیم ہوا ہے۔ جب فاروق اعظم و علی مرتضیٰ کو ''دو دیوانے'' کہا تو غوثِ اعظم کو ''دیوانہ وار'' کہنا کیا دشوار ہے۔ (۵۹۴) پھر حضور کی طرف اُس کی نسبت حضور پر افترا۔ اسی افترا کی تقریر کے آخر میں حضور کی طرف سے دعا میں یہ گڑھا۔

''اے بے نیاز، بندہ نواز! تجھے اپنے نوازنے کا صدقہ'' (شمس العلوم جلد ۱ نمبر ۳ صفحہ ۹)

(۵۹۵) سبحان اللہ غنی مطلق کو صدقہ۔ غرض زبان کھول دینے سے کام ہے۔ ع

اس سے کیا مطلب کہ مطلب کیا ہوا

(۱۶۲ تا ۱۶۵) ''میرے فقیر محبوب، میرے غریب محبوب! تجھے کہاں تک پکاروں۔ کیا تجھے بغدادی سبز گنبد سے نکلنے کی فرصت نہیں۔ جو ہندی مبتلاؤں کی فریاد سنے۔ اچھا وہیں بلا کر کم از کم دردِ دل سن لے۔'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۹)

(۵۹۶) غریب (۵۹۷) فقیر کہنا کونسی مدح ہے؟ (۵۹۸) گنبد میں بند ماننا کون سی تعریف ہے؟ (۵۹۹) شاید مدرسہ خرما کی یہی تعلیم ہوگی کہ جب تک وہاں جا کر نہ چلاؤ وہ فریاد نہیں سنتے۔ پکارتے پکارتے تھک گئے۔ کہاں تک پکاریں۔

اکابرِ چشت پر خرمائی حملہ

(۱۶۶) ''حضراتِ اہلِ چشت جو امور اشتعال کا باعث ہیں لازمی طور پر اختیار کرتے ہیں۔ جیسے سمع اور رؤیت حسان الوجوہ۔'' (شمس العلوم جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۴)

(۶۰۰) حضرات اکابرِ چشت قُدِّسَتْ اَسرارھم کی طرف نظر بازی اختیار کرنے کی نسبت اور وہ بھی لازمی طور پر صریح افترا ہے اور اسکے علاوہ (۶۰۱) ہوسنا کانِ زمانہ کوشہ دینا۔

(۱۶۷و۱۶۸) ''پہلے ظاہر درست کرنا نقشبندیہ کا عمل ہے۔ کیونکہ صورت کو ایک خاص اثر ہوتا ہے اعمال پر۔ اچھی وضع کا شخص بری جگہ ٹھہرنے سے شرمائے گا۔ ہمارے مجتہدینِ لکھنوٴ کی وضع کی پاپوش پہن کر کوئی دوڑ کر نہ چلے گا۔'' (شمس العلوم جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۵)

(۶۰۲) مجتہدین لکھنوٴ آپکے مجتہدین ہیں (۶۰۳) جب تو اچھی وضع کی مثال کو ان کی جوتی ہی ملی اور (۶۰۴) اس میں وضع کی خوبی ہی کیا ہے۔ لکھنوٴ کی رنڈیوں کے سے غرارہ دار پائینچے پہن کر بھی نہ دوڑ سکے گا۔

مدرسہ خرما میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبتِ ظلم

(۱۶۹) امام رازی کی تقریر میں کہا۔

''فنا کے ظالم ہاتھ'' (شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۵)

(۶۰۵) یہ امام پر افترا ہے اور (۶۰۶) اللہ عزوجل پر حملہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ

"لَا تَسُبُّوا الرِّیْحَ فَاِنَّھَا مَامُوْرَۃٌ" ہوا کو بُرا نہ کہو کہ وہ حکم سے چلتی ہے۔

فنا تو خاص حکم ہے۔ اُس میں ظلم ماننا مولیٰ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا ہے۔

احکامِ اسلام مدرسہ خرما کے نزدیک چُہل اور اُدھم

(۱۷۰ تا ۱۷۲) ''پچھلے کی سنت نے آکر جگادیا سرِ شام کی سی چُہل اُدھم بپا ہوگیا۔''

(شمس العلوم جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۲)

(۶۰۷) سنت مصطفیٰ اور چہل تمسخر۔ زہے جہل و سوئے تصور! (۶۰۸) سنت مصطفیٰ اور اُدھم۔ صلی اللہ علی المصطفیٰ وسلم۔ مگر کیا کیجئے آدمی اپنی ہی نیت و خیال پر کلام کرتا ہے۔ انھیں سنت میں چُہل اور اُدھم ہی نظر آتا ہے۔ جب تو سنت اذانِ جمعہ سے ایسے بدک رہے ہیں۔ ہاں سنت سحری میں حضرت پیٹ علیہ الرحمہ شریک ہیں۔ لہٰذا

اُس کے چہل اور اُدھم ٹھیک ہیں۔(۶۰۹) مگر افطار تو واجب ہے انھیں وہ بھی چہل اور اُدھم ہی نظر آئی کہ "سرِ شام کی سی" فرمائی۔

مدرسہ خرما میں نجس شراب کی کمال تعریف وترغیب

(۱۷۳ و ۱۷۴) وضو کی حکمتیں بتانے چلے ناک میں پانی ڈالنے کی حکم کیوں فرمایا۔ اسکی وجہ میں کہا۔

"آنکھ دیکھنے نہیں پاتی کہ ناک اپنا کام کرلیتی ہے۔ بھٹی خانے کے قریب پہنچے کہ شراب ناب کی خوشبوئیں وسکی اور رم کی جانفزا ہوائیں آئیں۔" (مذاکرہ نمبر ۷ صفحہ ۲۰)

(۶۱۰) احکامِ الٰہیہ کا بیان اسرارِ[1] شریعت مطہرہ کا ذکر اور اُس میں شرابِ ناب کی خوشبوئیں۔(۶۱۱) اُس نجس العین کی جانفزا ہوائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(۶۱۲) الحمد للہ مشامِ ایمان تو بڑی دولت ہے جنکے حواسِ ظاہری سلامت اور عقل صحیح ہے وہ حلفاً شہادت دیں گے کہ اُس خبیثہ نجسہ کی بد بو غلیظ کی بو سے بدتر ہے۔ اُس کی ناپاک ہوا سوہانِ روح و جانگزائے بشر ہے مگر مدرسہ کے ملاؤں کو اس میں خوشبو محسوس ہوئی۔ اسکی ہوا جانفزا جانی۔ وَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

(۶۱۳) ملا لوگوں کی قلم سے یہ الفاظ دیکھ کر رندانِ بے باک کے نفسِ ناپاک پر جو اثر پڑے گا۔ عیاں را چہ بیاں۔ ہم نے قرینہ سے سمجھا کہ وسکی ورم شراب ملعون کی قسمیں ہونگی۔ ورنہ الحمد للہ ہم نہ انگریزی داں، نہ بھٹی کے مُلّائے مغاں۔

(۱۷۵) "علمائے محققین نے ثابت کیا ہے کہ فاسقِ معلن اور مبتدع کے سلام کا جواب

---

[1] ہم جانتے ہیں کہ یہاں ملاجی اشعار وغزلیاتِ اکابر سنائیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ کہاں غزل و شعر اور کہاں بیان احکامِ شرع۔ شراب سے اُنکی جو مراد ہے وہ یقیناً شرابِ طہور ہے اور آپ تو اسی بھٹی خانے کی ناپاک، ملعون وسکی ورم میں ہیں جنکا سونگھنا تک گناہ ہے۔ جس کے سبب وضو میں اندر سے ناک دھونے کا حکم بتارہے ہو کہ اس لئے زبان کے بعد ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا گیا کہ جن چیزوں کو خلافِ شرع سونگھا اُن سب سے توبہ کرتا ہوں۔

بھی اس دعائے برکتِ دینی کی عظمت کا ہتکِ حرمت ہے۔" (شمس العلوم جلد ا نمبر ا صفحہ ۱۹)
فقہی شدید فاحش اغلاط اور دیگر علوم وفنون سے سخت جہالات تو اس 'شمس العلوم' کو ایسے لازم ہیں جیسے آفتابِ بے سحاب کو دھوپ۔ ہمارا یہ مختصر رسالہ اُن کے شمار کو نہیں۔ احباب نے اس رسالہ سے اپنا ایمان و مذہب سنبھال لیا۔ پھر مستفیدانہ اُن خطاؤں کے رفع کی بھی درخواست فرمائی تو انشاء اللہ العزیز اُن کا اظہار بھی کر دیا جائے گا۔
(۶۱۴) یہاں تو یہ کہنا ہے کہ دینی عظمت کا ہتکِ حرمت کفر ہے۔ تو فاسق معلن و مبتدع کے سلام کا جواب دینے والا کافر ہوا۔ ایجاد بندہ (۶۱۵) اور علمائے محققین کی طرف اسکی نسبت ان پر افترا کتنا گندہ۔ ایسوں کو ابتدا بسلام بلاضرورت ضرور منع ہے اور جواب دینا ہرگز ناجائز بھی نہیں۔ نہ کہ کفر ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خرمائی حملہ

حدیث میں۔ (۶۱۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِذَا سَلَّمُوْا عَلَیْکُمْ فَرُدُّوْا عَلَیْهِمْ ۔ کافر تمہیں سلام کریں تو اُنھیں بھی جواب دو۔ (۶۱۷) یہ حدیث محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر فرمائی اور اُن سے (۶۱۸) تاتارخانیہ (۶۱۹) پھر 'ردالمحتار' میں منقول ہوئی۔ ظاہر ہے کہ جب فاسق کو جواب سلام دینا ہتکِ حرمتِ اسلام تھا تو کافر کو اور زیادہ سخت ہتکِ اسلام ہوگا۔ تو مدرسۂ خرما کے طور پر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ سخت ہتکِ حرمتِ اسلام کا حکم دے رہے ہیں۔ پھر امام محمد وفقہا کی کیا گنتی۔

مدرسہ خرما میں صحابہ کرام وامام محمد وامام غزالی وائمہ سلف وائمہ حنفیہ سب پر الزامِ کفر

(۱۷۴۳ و ۱۷۴۴) (۶۲۰) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نصرانی راہب کو خط میں سلام لکھا۔ عرض کی گئی۔ کیا آپ ایک کافر کو سلام لکھتے ہیں۔ فرمایا اِنَّہٗ کَتَبَ اِلَیَّ فَسَلَّمَ عَلَیَّ فَرَدَدْتُ عَلَیْهِ ۔ میں نے ابتداءً سلام نہیں لکھا بلکہ

اُس نے مجھے اپنے خط میں سلام لکھا تھا۔ میں نے اُس کا جواب دیا ہے۔ یعنی مدرسۂ خرما کے طور پر شدید ہتک حرمتِ اسلام کی ہے۔

(۶۲۱) یہ حدیث امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کی اور اُس کے ترجمۂ باب میں فرمایا۔ اِذَا کَتَبَ الذِّمِّیُّ فَسَلَّمَ یُرَدُّ عَلَیْهِ۔ جب کافر ذمی خط میں سلام لکھے تو اُسے جواب دیا جائے۔ یعنی بشدت ہتکِ حرمتِ اسلام کیا جائے۔

(۶۲۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ "رُدُّوْا السَّلَامَ عَلٰی مَنْ کَانَ یَهُوْدِیًا اَوْ نَصْرَانِیًا اَوْ مَجُوْسِیًا۔ ذٰلِكَ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا"

یہودی، نصرانی، مجوسی جو کوئی بھی سلام کرے اُس کے سلام کا جواب دو۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مطلقاً جوابِ سلام کا حکم فرمایا ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری نے وہیں روایت کی۔ مدرسۂ خرما پر افسوس کہ اُس کے طور پر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود (۶۲۳) قرآن مجید سے سخت ہتکِ اسلام کا حکم ثابت کر دیا۔

(۶۲۴) تاتارخانیہ میں ہے۔ " اِذَا سَلَّمَ اَهْلُ الذِّمَّةِ یَنْبَغِیْ اَنْ یُّرَدَّ عَلَیْهِمِ الْجَوَابُ وَ بِهٖ نَأْخُذُ " ذمی کافر کے سلام کا جواب دینا اچھی بات ہے۔ ائمہ فتویٰ نے اسی پر فتویٰ دیا۔ یعنی سخت ہتکِ حرمتِ اسلام اچھی بات ہے۔ کرنا چاہئے

(۶۲۵) امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں۔

" اَلْمُبْتَدِعُ الَّذِیْ یَدْعُوْ اِلٰی بِدْعَتِهٖ فَالْاِسْتِحْبَابُ فِیْ اِظْهَارِ بُغْضِهٖ وَ مُعَادَاتِهٖ اَشَدُّ وَاِنْ سَلَّمَ فِیْ خَلْوَةٍ فَلَا بَاْسَ بِرَدِّ جَوَابِهٖ وَاِنْ کَانَ فِیْ مَلَاٍ فَتَرْكُ الْجَوَابِ اَوْلٰی۔"

وہ بدعتی کہ اوروں کو اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو اُس سے دشمنی وعداوت کا اظہار اور زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر وہ تنہائی میں سلام کرے تو جواب دینے میں حرج نہیں۔ اور مجمع میں ہو تو جواب نہ دینا زیادہ مناسب ہے۔

یعنی تنہائی میں ہتکِ حرمت اسلام میں حرج نہیں۔(۶۲۶)اور مجمع میں بھی ہتکِ حرمت نہ کرنا صرف اولیٰ ہے۔(۶۲۷) پھر یہ اُس مبتدع کو فرمایا جو اپنی گمراہی کی طرف داعی ہو۔تو جو نہ داعی ہو،اس سے ہلکا ہے۔

اُسی میں ہے۔

"اَلَّذِیْ یَفْسُقُ بِشُرْبِ خَمْرٍ اَوْ تَرْكِ وَاجِبٍ فَالْاِعْرَاضُ عَنْ جَوَابِ سَلَامِهٖ حَیْثُ یَعْلَمُ اَنَّهٗ یُصِرُّ وَ اَنَّ النُّصْحَ لَیْسَ یَنْفَعُهٗ فَهٰذَا فِیْهِ نَظْرٌ وَ سِیَرُ الْعُلَمَاءِ فِیْهِ مُخْتَلِفَةٌ وَالصَّحِیْحُ اَنَّ ذٰلِكَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ نِیَّةِ الرَّجُلِ۔الخ۔"

شرابی یا ترک فرض کا فاسق سلام کرے اور حالت یہ ہو کہ فسق پر اسکے اصرار اور اُسے نصیحت بیکار ہونے کا علم ہو تو اُس کے سلام کا جواب نہ دینا محل تامل ہے۔(۶۲۸) ائمہ سلف کا عمل اس میں دونوں طرح رہا ہے۔اعراض بھی کیا اور جواب بھی دیا ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ نیت کے اختلاف سے بدلتا ہے۔یعنی ہتکِ حرمت میں ائمہ کا عمل دونوں طرف رہا ہے۔

(۶۲۹)اور صحیح یہ ہے کہ رحمت کی نیت ہو تو ہتکِ حرمتِ اسلام کرنا چاہئے۔

(۶۳۰) پھر یہ اُس فاسق کو فرمایا کہ فسق پر مصر ہے اور نصیحت کارگر نہیں۔جو ایسا نہ ہو وہ تو اور ہلکا ہے۔غرض مدرسۂ خرما کے طور پر فقہا و ائمہ و صحابہ سے لے کر اللہ و رسول تک کوئی بھی ہتکِ حرمتِ اسلام کرنے اور اُس کا حکم دینے سے نہ بچا۔پھر آج کل کے مسلمانوں کی شکایت کیا؟

فتوائے بدایوں سے تمام جہان کے مسلمان کافر ٹھہرے

(۶۳۱) کیا روئے زمین پر آپ نے کوئی مسلمان ایسا دیکھا ہے جس نے اپنی عمر بھر میں کبھی کسی داڑھی کتروانے یا شرعاً ناجائز نوکری مثل ڈپٹی گری، منصفی، جج ماتحتی وغیرہا کرنے والے کے سلام کا جواب نہ دیا ہو۔آپ تو جہاں بھر کے چپے چپے میں گھوم آئے اور سب جگہ اذانِ جمعہ مسجد کے اندر ہوتی دیکھ آئے۔یہ سلام ہوتے اور

سب مسلمانوں کو جواب دیتے بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ آپ کے نزدیک روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں کہ سب ہتکِ عزتِ اسلام کر رہے ہیں۔ آپ تو کاہے کو بولیں گے۔ مگر ہم ہر مسلمان کو اُس کے رب کی قسم دیتے ہیں۔ کیا وہ اس فتوائے بدایوں کی رو سے اپنے آپ کو ہتکِ حرمتِ اسلام سے بچا سکتا اور اپنے آپ کو مسلمان جان سکتا ہے۔

(۶۳۲) اب امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا 'شفا شریف' میں ارشاد یاد کیجئے
كَذَالِكَ نَقْطَعُ بِتَكْفِيرِ كُلِّ قَائِلٍ قَالَ قَوْلًا يُتَوَصَّلُ بِهِ اِلَى تَضْلِيلِ الْاُمَّةِ وَ تَكْفِيرِ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ
یوہیں ہم یقین کرتے ہیں اُس کی تکفیر پر۔ جو ایسی بات کہے جس سے تمام صحابہ خواہ ساری امتِ مرحومہ کافر و گمراہ ٹھہرے۔

فتوائے بدایوں سے سارا بدایوں کافر

(۶۳۳) روئے زمین جانے دیجئے۔ اپنے بدایوں ہی میں ایک ایسا بتا دیجئے جو آپ کے فتوے کی رو سے مسلمان ہو۔ جس نے عمر بھر میں کبھی کسی داڑھی کترے یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والے یا ناجائز نوکری یا پیشہ والے کے سلام کا جواب نہ دیا ہو۔ ہمیشہ اعراض کا التزام کیا ہو تو آپ کے نزدیک سارا بدایوں کافر ہوا۔

مدرسۂ خرما میں حضرت تاج الفحول کی تیسری تکفیر

(۶۳۴) جانے دیجئے بدایوں بھی چھوڑئے اپنا ہی گھر لیجئے۔ ابھی ۱۳۱۳ھ کو بہت زمانہ نہ گزرا۔ ہزارہا عینی شاہد موجود ہیں۔ جنھوں نے اہلِ ندوہ اور اُس کے داعیوں کو بریلی میں حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے پاس آتے اور سلام کرتے اور حضرت کو جواب دیتے دیکھا۔ کیا داعیانِ ندوہ آپ کے نزدیک مبتدع نہ تھے۔ اب حضرت تاج الفحول کی نسبت حکم ارشاد ہو۔ افسوس کہ آپ کے طور پر انھیں بھی ہتکِ

حرمتِ اسلام کرتے عمر گزری۔

دوبارہ خود اپنی تکفیر

یہ بھی نہ سہی۔ آپ بیتی کہئے۔ کیا آپ حلف سے کہہ سکتے ہیں کہ آج تک کبھی آپ نے کسی ندوی، تفضیلی، اسحاقی، وکیل، مختار، ڈپٹی، منصف وغیرہ وغیرہ کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب کبھی ان میں کسی نے سلام علیک کی۔ آپ منہ پھلا کر چپ ہو رہے ہیں۔ آپ کے فتوے کا یہ عجب اسلام ہے جو آپ کے طور پر خود آپ کو نصیب نہیں اور نہ عمر بھر ہو۔ مگر یہ کہ کسی کوٹھری میں بیٹھ کر تیغا کرا لیجئے۔

یہ مدرسۂ خرما کے اقوال سے پونے دوسو قول کا انتخاب ہے۔ ان میں قول اخیر اگلی نفیر کا تھا۔ مگر تقدیر نے اُسے مؤخر رکھا کہ ابتدا آپ کے اُس قول سے ہوئی تھی جس سے آپ نے ائمہ وعلما اور خود حضرت تاج الفحول اور خود اپنی تکفیر کی۔ انتہا بھی ایسے ہی پر چاہئے تھی کہ 'اول بآخر نسبتے دارد' نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ وَ لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

برادرم آپ نے اپنے شمس العلوم زنگی مسمی کافور ظلمت ملقب بہ نور کو ملاحظہ کیا۔ اس سے تو آپ اُس کا طمس العلوم نام رکھتے تو بامسمی تو ہوتا۔ ہر وقت اُس کا نام لینے میں اعادۂ کذب تو نہ کرنا پڑتا۔ برادرم یہ خاص نصائح دینیہ اسلامیہ ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ "الحق مر" مگر مبارک ہیں وہ بندے جن کو اللہ عزوجل اتباعِ حق کی توفیق دے۔

برادرم میرے اور آپ اور تمام عالم کے رب نے دو آیتوں میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا۔ ایک قسم کو بشارت دینے کی جگہ ہے جو بات غور سے سنیں۔ پھر اُسکے بہتر کا اتباع کریں۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۔ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ، اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ. فرماتا ہے۔ یہ ہیں جن کو اللہ عزوجل نے ہدایت کی اور یہی عقلمند ہیں۔

دوسرا وہ کہ جب اُسے حق کی طرف ہدایت کی جائے۔ اُسے اور ضد چڑھے۔ وَاِذَا

قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۔وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ. فرماتا ہے۔اُسے جہنم کافی ہے اور کیا بُرا بچھونا۔

میں اپنے رب سے سوال کرتا ہوں۔اُس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل وتضرع کرتا ہوں کہ مجھے اور آپ اور سب اہلِ سنت کو قسمِ اول سے کرے اور قسم دوم سے بچائے۔آمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ بَارَکَ وَ سَلَّمَ عَلَی الْحَبِیْبِ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ ابْنِہٖ وَ حِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ آمِیْنَ ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ۔

اخیر میں دست بستہ معروض

الحمد للہ یہ چھ سو پینتیس (٦٣٥) قاہر رد حاضر ہیں۔گرامی برادر مہربانی فرما کر انصاف پروری، دیانت گستری، ایمان داری، حیا شعاری کے ساتھ فرداً فرداً انکے معقول جواب عطا فرمائیں۔ایماناً اگر جواب صواب نہ پائیں،راست بازانہ قبول فرما کرارشادِ الٰہی کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ. بجالائیں۔

گرامی برادر! قبولِ حق عار نہیں،عند اللہ عزت،عند الناس وقار ہے۔اور نفس امارہ کو عار بھی لگے تو دنیا کی عار بہتر از نار ہے۔للہ! 'تحریر شافی' کی سی حیائے صافی جلوہ نہ فرمائے کہ پچاس میں اُنتالیس کا جواب غائب اور گیارہ پر وہ ناحق کوشی،ہٹ دھرمی ،باطل جوشی،بے شرمی کہ یامظہر العجائب!

برادرم! ہم نے نمبر ڈال دیے ہیں۔نمبر وار جواب عنایت ہو۔غفار خانی چال نہ ہو کہ ہم نے سب اعتراضوں کے جواب دے دئے ہیں۔ہم کہیں بچوں کی طرح تھوڑی دیتے ہیں کہ سوال سوال کا جُدا جواب۔اور حالت یہ کہ ایک حرف کا بھی جواب نہ دے سکے۔ہاں ایمان داری،حیا شعاری سب کو یک لخت جواب۔

برادرم! یہ روش آپ کے مناسب نہیں۔آپ ایک بڑے گھر کی یادگار ہیں۔دین

کا پاس، قیامت کا ہراس، خدا کا خوف، بندوں کی شرم درکار ہیں۔

برادرم جہاں سیکڑوں گرم رد ہوں۔ ان میں بعض قلیل اگر کچھ نرم بھی ہوں عجب نہیں۔ آپ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح بخاری دیکھئے کہ اصول کے ساتھ بعض متابعات وشواہد بھی ہیں۔ اثبات مدعا کو ایک دلیل کافی۔ قطع مخالف کو ایک رد وافی۔ تو بعض جگہ کچھ قیل وقال کر دینا ہرگز نہ جواب ہے نہ تحقیقِ حق وصواب۔ بلکہ مناظرہ سے خارج محض مکابرہ کا داب۔

حضرات بدایوں کو خود رسالۂ بدایوں کی ہدایتیں

'التہدید' 'تحریر شافی' کے رنگ سمجھ چکی تھی۔ لہٰذا ملاحظہ ہو آئندہ کے لئے آپ کو کیا کیا ہدایات فرمائی ہیں۔

صفحہ ۲۰۔ ''پیش کردہ دلائل واقوال کا جواب دیجئے ورنہ اپنی جہالت کو (ساگر تال/ بنارس) کا پانی پی کر کوسیے۔''

صفحہ ۲۱۔ ''سب کا جواب دو۔''

صفحہ ۱۴۔ ''سوالوں کا جواب مع کُل رسالہ ہٰذا کے دو۔ مگر اتنا سوچ لینا اگر (نو/ آٹھ) ورقی کی طرح چند سطریں اٹ سٹ عیارانہ مضمون کی لکھ دیں تو ہم تو ہر حال میں جواب لکھیں گے۔ (میں کہتا ہوں انشاء اللہ العزیز القدیر) مگر تمہاری قلعی کھل جائے گی۔ ابھی تک تو اگر انصاف سے کام لو تو (تعبیر خواب/ القول السدید) ہی تمہاری پشت پر سوار ہے۔ اب یہ دوسرا پہنچتا ہے۔''

صفحہ ۱۵۔ ''(بدایونی/ بنارسی) جی تم اس رسالہ (ناز برداریِ جورِ بدایوں) کے جواب میں بھی ان تمام معارضوں، مطالبوں کو ہضم کر جانا۔ اور قسم ہے اپنی عادت کے مطابق اِن کا ذکر تک زبان پر نہ لانا۔ مگر ننھی سی رسلیا ضرور پیش کرنا۔ ورنہ دیکھو تجارتی مشین میں نقصان آجائے گا۔ جاہل طائفہ میں نام تو ہوگا۔ فہرستِ تصنیف میں اضافہ رہے گا، بلا سے جواب ہو یا نہ ہو۔ اس سے کیا غرض؟ یہ تو عقل وعلم والوں کا خیال ہے۔ تم اور ایسا خیال!''

گرامی برادر! اپنی ہی ان تصریحات کو یاد رکھیں ورنہ 'شافی جواب' کی سی حیابرتی تو

انصافاً ہمیں یہی کافی ہوگا کہ آپ کی چار عبارتیں اور چار وہ کہ زیر نمبر ۳۲ گزریں یہی آٹھ آپ پر پیش کردیں۔ مجبورانہ جناب کا نام نامی صفحہ علم وانصاف وحیا وحق جوئی سے کتر دیں۔ آئندہ اختیار بدست مختار۔ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی الْعَزِیْزِ الْغَفَّارِ. وَ بِہٖ عُذْتُ مِنْ شَرِّ کُلِّ مُکَابِرٍ وَ مَکَّارٍ. وَ اَسْأَلُہُ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَةَ فِیْ هٰذِهِ الدَّارِ وَ تِلْكَ الدَّارِ. وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَی السَّیِّدِ الْمُخْتَارِ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ الْاَخْیَارِ. وَ ابْنِهٖ وَ حِزْبِهٖ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ. وَبَارَكَ وَسَلَّمَ آمِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

تکملہ

اللہ[1] و رسول وائمہ پر مدرسہ خرما کے باقی افتراؤں کا شمار

ہم نے فصل ششم کے آخر میں شروع رسالہ دوم سے پہلے مدرسۂ خرما کے ۳۲ خیانات وافترا شمار کیے اور لکھا تھا۔ ''ہنوز کثیر ہیں پچاس سے بھی عدد متجاوز ہے۔'' وہ اُس وقت تک کی نظر میں تھا۔ مگر مدرسۂ خرما تو حضرت تاج الفحول قدس سرہ کے بعد افترا و خیانت کا خرمن ہوگیا۔ اب یہی اُس کی بڑھتی دولت ہے۔ اب اُس کے بعد ہمارے کلام میں اللہ ورسول وائمہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مدرسۂ خرما کے جتنے افترا مذکور ہوئے اُنکی فہرست بھی گنادیں کہ مسلمان دیکھیں وہاں کن شنیع حرکات سے باطل پروری ہوتی ہے۔ اور خدا توفیق دے تو برادرم بھی رجوع فرمائیں۔

۳۲ وہاں تھے آگے چلئے اور رد کے جس نمبر میں اُسکا بیان گزرا وہ سن لیجئے۔

(۳۳) اللہ عزوجل پر افترا۔ ردنمبر ۳۷۲

(۳۴) مولیٰ تعالیٰ پر افترا۔ ردنمبر ۴۹۶

(۳۵ تا ۴۰) اللہ تبارک وتعالیٰ پر چھ افترا۔ ردنمبر ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۵۰ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴

(۴۱) حق سبحانہ پر اور افترا۔ ردنمبر ۵۱۲

(۴۲) صفتِ الٰہی پر افترا۔ ردنمبر ۳۰۷

(۴۳) قرآنِ عظیم پر افترا۔ ردنمبر ۴۲۳

(۴۴) قرآنِ مجید پر اور افترا۔ ردنمبر ۵۰۹

(۴۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا۔ ردنمبر ۴۴۵

(۴۶) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور افترا۔ ردنمبر ۴۷۳

---

[1] جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

(۴۷) اپنی اصل کے مطابق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا۔ ردنمبر ۵۰۳

(۴۸) حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سخت گستاخی کا افترا۔ ردنمبر ۵۴۰

(۴۹) حلیۂ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا۔ ردنمبر ۵۴۷

(۵۰) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ پر افترا۔ ردنمبر ۵۵۲

(۵۱) حلیۂ انور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دوسرا افترا۔ ردنمبر ۵۷۲

(۵۲) نبی اللہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام پر افترا۔ ردنمبر ۴۰۵

(۵۳ تا ۵۵) جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام پر تین افترا۔ ردنمبر ۴۴۳، ۴۴۴ و ۴۴۶

(۵۶) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ ردنمبر ۵۱۶

(۵۷) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ ردنمبر ۴۹۴

لطیفہ: شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر افترا کیے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شاید یوں چھوڑ دیا کہ خود عثمانی کہلاتے ہیں اپنے باپ پر کیا افترا کرتے۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام تو سب سے بڑے باپ تھے اُن پر کیسے افترا کیا۔ جواب: وہ بہت دور کے باپ ہیں اور انکے یہاں دور کی چیز کا اعتبار نہیں۔ جیسے منبر سے اذان۔

اب یہ سخت سوال ہے کہ اللہ[1] ورسول وقرآنِ عظیم پر تو افترا تھے باپ کا مرتبہ کیا ان سے بھی بڑا جانا۔ جواب: تم نہیں جانتے اگر اذان کی فلاسفی سے آگاہ ہوتے کہ کس طرح سنت پدری کے آگے سنت نبوی متروک ہوئی ہے تو ایسا سوال نہ کرتے۔

(۵۸) امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ ردنمبر ۳۶۱

(۵۹ تا ۶۳) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پانچ افترا۔ ردنمبر ۳۵۶ تا ۳۶۰

(۶۴) سرکار غوثیت پر اور افترا۔ ردنمبر ۴۹۷

---

[1] جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

(۶۵) بارگاہِ محبوبیت پر اور افترا۔ رد نمبر ۵۹۴

(۶۶) حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ رد نمبر ۴۷۹

(۶۷) امام حجۃ الاسلام غزالی پر افترا۔ رد نمبر ۳۶۴

(۶۸) امام رازی پر افترا۔ رد نمبر ۳۶۳

(۶۹ تا ۷۸) امام رازی پر سخت بد عقلیوں کے دس افترا۔ رد نمبر ۳۷۵ تا ۳۸۴

((۷۹) امام رازی پر تکفیر ائمۂ اہلِ سنت کا افترا۔ رد نمبر ۳۶۸

(۸۰) امام رازی پر کلمۂ کفر کا افترا۔ رد نمبر ۶۰۵

(۸۱) اولیاء پر افترا۔ رد نمبر ۵۶۷

(۸۲) اکابر چشت پر افترا۔ رد نمبر ۶۰۰

(۸۳) ائمہ دین پر افترا۔ رد نمبر ۶۱۵

سال اکثر صدی چھوڑ کر بھی بتائے جاتے ہیں۔ جیسے یہ رسالہ ہم نے ۳۳ھ میں تصنیف کیا۔ یعنی ۱۳۳۳ھ میں۔ شاید مدرسۂ خرما نے ان ۸۳ میں جناب مولانا کی تاریخ ولادت نکالی ہے کہ ان کی پیدائش ۸۳ میں ہے۔

مسلمانو! کیا کوئی جاہل سا جاہل خیال کر سکتا ہے کہ اللہ و رسول و اولیا و ائمہ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم پر افتراؤں کی بھر مار بھی اہلِ حق کا کام ہے یا ایسے جری بہادروں کی کسی بات پر اعتماد کسی ذی عقل مسلمان باانصاف کی شان ہے۔ حَاشَا وَ كَلَّا وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

۔ اللہ ہدایت دے کہ ہدایت اسی کے ہاتھ ہے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَآلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ ابْنِهٖ وَ حِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔ آمین۔

ہمارے پچاس سوالات رسالہ ''تعبیر خواب'' کا ذکر

ہمارے رسالہ 'تعبیر خواب' میں پچاس سوال تھے جن میں سے اُنتالیس کو 'بدایونیہ' نے ہاتھ نہ لگایا اور ۱۱ کے جواب میں وہ مکابرے برتے جن کا حال آپ سن چکے۔ اُن سوالات کا ہمارے اس رسالہ میں جا بجا ذکر آیا ہے کہ برادرم نے فلاں سوال کے جواب سے گریز کی، فلاں سوال نہ سمجھے، فلاں سوال کا جواب دیتے تو ایسی نہ کہتے اور ان مقامات پر صرف نمبر سوال کا حوالہ ہے۔ جس کے لئے ناظرین کو رسالہ 'تعبیر خواب' پیش نظر ہونا درکار۔ لہٰذا یہاں ہم اُن سوالات کی فہرست دیدیں کہ معزز ناظرین کو فہم مطلب پر معین ہو اور جو سوال اس وجہ سے کہ 'بدایونیہ' نے انھیں ہاتھ نہ لگایا اور دوسری جگہ بھی ان کا ذکر مفصل نہ آیا محض اجمال میں رہے انھیں نقل کردیں۔ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ

سوال (۱) برادرم نے 'جامع الرموز' کی عبارت گڑھ لی۔

سوال (۲) نیز 'آگریہ' نے

سوال (۳) 'جامع الرموز' کے ساتھ وغیرہ پر بھی افترا فرمایا۔ ان سوالات کی بحث ہمارے اس رسالہ میں رد نمبر ۱۶۴ تا ۱۷۸ میں ہے۔ 'تعبیر خواب' میں انھیں ذکر کرکے لکھا۔

'' بدایوں کے رسائل رد وہابیہ میں ایک جامع رسالہ مسمی بہ 'اشتہار اباطیل طوائف اسماعیلیہ ۱۲۹۳' ہے۔ اس میں وہابیوں کی مکاریاں گنائی ہیں۔ ازانجملہ بارھواں مکیدہ یہ ہے۔ کسی عبارت کا بنام کسی کتاب مشہور کے نقل کردینا حالانکہ وہ عبارت اس میں نہیں۔ یہ 'جامع الرموز' والی نسبت ہوئی دسواں مکیدہ ہے۔ حوالہ کتاب بغیر نقل عبارت حالانکہ کتاب میں نہیں۔ یہ وغیرہ کی حالت ہوئی''

سوال (۴) برادرم نے عبارت امام راغب میں قطع برید کی۔

سوال (۵) نیز 'آگریہ' نے۔

سوال (۶ و ۷) دو خیانتیں اس میں اور کیں۔ انکی بحث رد نمبر (۱۸۰) تا (۱۹۱) میں

ہے۔ 'تعبیر خواب' میں سوال ۶ کے بعد کہا۔'

''اشتہار اباطیل طوائف میں سترھواں مکیدہ ہے۔ نقل کرنا عبارت کا اور اس میں سے جو فقرہ مضر اپنے ہو حذف کر دینا'' اور سوال ۷ کے بعد لکھا۔ ''کیا اشتہار اباطیل میں چودھواں مکیدہ نہیں کہ عبارت نقل کرنا اور اُس کے آخر کو جو مخالف ہو ترک کر دینا۔''

سوال (۸ و ۹) برادرم نے 'آگریہ' میں عبارت در مختار میں دو قطع برید یں فرمائیں۔ ان کا اشارہ نمبر ۴۳ و ۴۴ نیز فہرست تحریفات برادر نمبر ۱۰ و ۱۱ میں ہے۔ برادرم یہاں بالکل سوتے گزرے۔ لہٰذا اُن سوالوں کی عبارت نقل کر دیں کہ رسالہ میں انکی تفصیل نہ آئی۔

سوال ۸ ''آگرہ والی' میں سنت باب المسجد کے مہمل کر دینے کو بڑی کوششِ بے سود کی کہ کسی طرح مسجد کا دروازہ جوف مسجد میں کرالیں۔ اور اس پر بکمال خوش فہمی عبارتِ درمختار " وَالْـوَاقِفُ بِـقَدَمَيْهِ فِيْ طَاقِ الْبَابِ " الخ نقل کی۔ داد نافہمی تو بیان مفصل پر محول۔ کیا " طَاقِ الْبَابِ " کی برابر "اَیْ عَتَبَـۃُ الْبَـیْ" نہ تھا جو کتر لیا۔ اس چھوٹی سی کتر میں جو بڑی مصلحت ہے۔ آپ بتا سکیں گے۔ اگر بے قصد مکر واقع ہوئی۔ ورنہ ضرور انجان بنیں گے۔''

سوال (۹) کیا اس کے متصل ہی درمختار میں " لٰـكِـنّ فِـی الْـمُـحِیْطِ " الخ لکھ کر وہم شریف کا پورا علاج نہ کر دیا تھا جو سارا ہضم ہو گیا۔

سوال (۱۰) عبارت طبقات المدلسین میں برادرم کی تحریفیں دیکھو۔ نمبر ۴۸ و ۴۹

سوال (۱۱) ہمارے کلام میں اپنی طرف سے لفظ بڑھا کر اعتراض پیدا کرنا۔ نمبر ۵۵ اور اسکے بعد 'تعبیر خواب' میں ہے۔

''اشتہار اباطیل میں بائیسواں مکیدہ ہے۔ واسطے حیلہ ردقول اپنے مخالف کے اُس کی عبارت میں تصرف کر کے صورت اعتراض کی پیدا کرنا۔''

سوال (۱۲) نمبر ۶۵ و ۶۷ میں ہے اور پوری عبارت یہ

''کیا آپ کے نزدیک مسئلہ معتبر نہیں ہوتا جب تک متفق علیہ نہ ہو یوں تو دو تہائی مذہب حنفی

آپ دریابرد کر چکے ورنہ کسی دوسری حدیثِ ابوداؤد پر ایک عینی کی محض الزامی جرح سے وہ مسئلہ کہ سکوتِ ابوداؤد حجت ہے جس سے اکابر ائمہ مثل امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام وامام محمد ابن امیر الحاج وامام زین الدین عراقی وامام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی وامام شمس الدین سخاوی نے احتجاج واستناد فرمایا اور دیگر اجلۂ اکابر نے نقل کیا اور مقرر رکھا رد ہو جائے گا۔ اس سوال کو خوب سمجھ لیجئے کہ اس کے لفظ لفظ میں 'آگرہ والی' پر جدا رد ہیں۔"

سوال (۱۳) برادرم کی دو خیانتیں جن کا ذکر نمبر ۴۵ و ۴۶ میں ہے اور پوری عبارت یہ

"برادرم آپ بھی رامپوری بھیا کی دیکھا دیکھی بنایۂ امام عینی کی یہ عبارت لے آئے اور اتنے خوش ہوئے کہ اپنی روشن برہان کہہ کر معرکہ میں لائے اور اس سے اتفاقِ حنفیہ کے توڑنے کے زعم فرمائے۔ آپ نے کبھی بنایہ ملاحظہ بھی کی ہے۔ یہ ایک شافعی المذہب امام پر انھوں نے حسب عادت ایک الزامی اعتراض کر دیا۔ خود اسی بنایہ میں اُنکے اپنے استدلال دیکھئے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ قَدْ رَوَاهُ عَنِ الْعُلَمَاءِ الْاَئِمَّةِ الثِّقَاتِ الْاَثْبَاتِ كَمَالِكٍ وَ سُفْيَانَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَغَيْرِهِمْ۔ دیکھئے امام ابن اسحٰق کو امام ثقہ ثبت بتا رہے ہیں جو صحابیت کے بعد سب سے اعلیٰ درجۂ توثیق ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ اَمَّا مُنْقَطِعٌ اَوْ عَنْعَنَةُ مُدَلِّسٍ وَعَلٰى كُلٍّ فَهُوَ مُرْسَلٌ اَوْ فِيْهِ شُبْهَةُ اِرْسَالٍ وَ قَدْ قَدِمَ اَنَّ الْمَرَاسِيْلَ حُجَّةٌ۔ دیکھئے صراحۃً عنعنہ مدلس کو حجت بتایا۔"

سوال (۱۴) برادرم کی غیر مقلدی ۴۷

سوال (۱۵) ۶۶ میں ہے اور عبارت یہ

"کیا قبولِ مراسیل پر ہمارے ائمہ علیہم الرضوان کا اجماع نہیں۔ کیا اسے متفق علیہ کہنے کو لغو بیہودہ بات بتانا مذہب پر افترا نہیں۔"

سوال (۱۶) برادرم کی غیر مقلدی ۵۶

سوال (۱۷) انکے لفظوں میں چوری اور سرزوری۔ ۵۸

سوال (۱۸) برادرم کا خرق اجماع اور دین میں اختراع۔ ۶۲

سوال (۱۹) برادرم نے صحیح بخاری و صحیح مسلم و جملہ دواوین اسلام مخدوش کردیے۔۶۳

سوال (۲۰) ہمارے کلام میں اپنی طرف سے الفاظ بڑھا کر اعتراض جمایا۔۵۱

سوال (۲۱) برادرم نے رَوَی وَقَالَ میں فرق نہ کیا۔ معاذ اللہ تمام ائمۂ دین کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مفتری ٹھہرایا۔۵۲و۶۴

سوال (۲۲) ہم پر افترا۔۵۴۔ اور پوری عبارت یہ

''آپ کا فرمانا کہ اب جزم نسبت بلاثبوت قطعی کے متعلق ان حضرت نے جو حکم صادر کیا ہے وہ انھیں پر عائد ہوگا۔ برادرم آپ اپنے پدرِ معظم کے مکرم دوست، دین وسنت کے یکتا حامی کو اپنی کمال سعادت مندی سے مفتری علی الرسول بنایا چاہتے ہیں۔ اور آپ خود ہی افترا فرمارہے ہیں۔ جزم نسبت بلاثبوت پر حکم صادر فرمایا ہے۔ یا بلاثبوت قطعی پر۔ افسوس یوں کلام خصم میں اپنی طرف سے پیوند جوڑنا اور افترائی افترا پر قیامت توڑنا۔ وہابیہ کے بائیسویں مکیدہ کی کہاں تک تقلید ہوگی۔''

سوال (۲۳) برادرم نے حدیث علی باب المسجد کو مجمل غیر صریح وغیر صحیح کہا۔ اس پر یہ سوال ہے کہ

''غیر صحیح کو تو دل ہی جانتا ہوگا ہم نے ثابت کردیا اور آپ اور آپ کے سب ساتھی سوا مکابرہ کے کچھ نہ لاسکے۔ اسکے علاوہ آپ ان واضحات کے جواب کو آمادہ تو ہوجایئے کہ بعونہ تعالیٰ مفصل کا وقت آئے۔ اس وقت خود آپ کے والد ماجد قدس سرہ کے کلام سے حدیث کی صحت اور معترضین کی جہالت ثابت کردینے کی ڈھائی گھڑی رات خاص آپ کے لئے لگا رکھی ہے۔ یہاں مجملاً اتنا معروض کہ صدہا سال سے اکابر علما وائمہ اس حدیث سے استناد اور اسی کی بنا پر علی باب المسجد ہونا بیان فرماتے آئے۔ ملاحظہ ہو مفاتیح الغیب امام فخر رازی وتفسیر 'کشاف' ولباب امام خازن و رغائب علامہ نیسا پوری وتفسیر علامہ خطیب شربینی وفتوحات الٰہیہ علامہ سلیمان وکشف الغمہ امام شعرانی۔ کیا ان کو مجمل ومہمل کی تمیز نہ تھی اب چودھویں صدی میں آپ کو ہوئی۔''

ان کتابوں کا ذکر ۸۸ میں ہے اور ۲۴۹ میں اور اضافہ۔

سوال (۲۴) شراح درمختار پر افترا۔ ۶۱

سوال (۲۵) ۵۹و۶۰ میں مذکور ہے اور عبارات جن کا حوالہ ہے 'تعبیر خواب' میں یہ ہیں۔

"امام محقق علی الاطلاق نے اسی مسئلہ میں قول ہدایہ وَالْمَتَاعُ عِنْدَہٗ پر فرمایاوَ بِحَضْرَتِہٖ بحر الفقہ محقق زین نے بحرالرائق کے اسی مسئلہ میں قول کنز وَرَبُّہٗ عِنْدَہٗ پر فرمایا وَ اَشَارَ الْمُصَنِفُ بِالْحَضْرَۃِ اِلٰی اَنَّ الثِّیَابَ لَیْسَتْ عَلَیْہِ ایسا ہی اور کتب معتمدہ میں ہے۔"

سوال (۲۶) بلا دلیل مجاز سے تبدیل اور بدمذہبی کی روش۔ ۶۹و۲۵۴

سوال (۲۷) عَلَی الْمِنبَرِ کا عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ پر قیاس بے اساس۔ ۷۶۔

'تعبیر خواب' کی عبارت یہ ہے

"حدیث میں عَلٰی یقیناً حقیقت پر حمل کے قابل تو عدول باطل عَلَی الْمِنبَرِ میں ہرگز حقیقت استعلا مسلم نہیں کہ یہ وہی ہے جسے زمانۂ رسالت وخلافت سے متوارث بتاتے ہواور وہاں جو اس کا مدعی ہو ہر عاقل کے نزدیک مفتری ہو خود آپ کی عبارت بدایوں اسکی طرف مشیر کہ بعض نے اس قرب کی اس قدر تاکید فرمائی کہ لفظ علی المنبر سے تعبیر کیا پھر اُدھر تو حدیث صحیح وسنت نبوت وخلافت کہ نصوص مذہب بھی اُسی کے مؤید ہوں مردود اِدھر نصوص مذہب کہ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِد وَ یُکْرَہُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ کہ حدیث واصول سے مشید ہوں سب مطرود۔ کیا اسی کو دینِ سدید وتقلیدِ حمید کہتے ہیں۔"

سوال (۲۸) اپنے منہ اپنے عِندَ وقرب ونزدیک سب کا ابطال۔ ۱۱۱۔ 'تعبیر خواب' میں تتمۂ کلام یہ ہے۔

"کم از کم پچاس گز تک عِندَ وقرب منبر ونزدیک خطیب وبین یدیہ سب پھیل گئے اور 'بدایوں والی'، 'آگرہ والی' دونوں تحریروں کی تمام کوششوں پر پانی پھر گیا وہ عِندَ وغیرہ کہ پچاس گز تک پھیلتے تھے خرمے کی مسجد میں کیوں سوکھا چھوہارا ہو کر رہ گئے کہ دس ہاتھ باہر جانا محال ورنہ عِندَ وند سب کا ابطال"

سوال (۲۹) دروازہ جزءِ صحن ماننا۔ ۱۴۱ و ۲۵۶۔ 'تعبیر خواب' کی عبارت یہ ہے

''زندہ باشید۔ کیا مزے کی کہی ہے کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں کہ دروازہ خارج مسجد تھا۔ اگر ہم مان لیں کہ داخل تھا تو تعجب کے سوا کیا جواب؟ واقعی جسے صحن و بنا میں تمیز نہ ہو اور کہلائے عالم اُس سے زیادہ اعجوبہ کیا ہوگا۔ اذان من اللہ میں کتنا کھول کر دکھادیا کہ شرع میں مسجد کے دو اطلاق ہیں ایک صحن تک محدود جس سے عمارت خارج۔ اذان اسی میں مکروہ ہے دوسرے میں عمارت بلکہ فنا تک داخل اس میں اذان جائز بلکہ مسنون۔ اور خود ہمارے یہاں معمول ہے ہر بچہ جانتا ہے کہ دروازہ جزء عمارت ہوگا جزءِ صحن نہیں ہوسکتا پھر داخل ماننا عقل و ہوش کی کیا خبریں دیتا ہے۔''

سوال (۳۰) ''کیا اب بھی آپ کو نہ کھلا کہ عبارت درمختار وَالْوَاقِفُ بِقَدَمَيْهِ فِي طَاقِ الْبَابِ سے استناد کتنا عقل سے دور تھا وہاں دخول دار میں کلام ہے اور بنا سمائے دار میں داخل۔ محض عرصہ دار نہیں تو دروازے کے اندر اندر اگرچہ حصہ عمارت ہو ضرور داخلِ دار ہے بخلاف مسجد کہ عرصہ موقوفہ للصلاۃ ہے اگرچہ بنا اصلا نہ ہو۔''

سوال (۳۱) کی بحث۔ ۱۹۶ میں سرخی پنجم سے ہے۔

سوال (۳۲) حاشیہ نمبر ۲۲ پر مذکور ہے۔

سوال (۳۳) ۷۷

سوال (۳۴) ۷۸

سوال (۳۵) ۸۰

سوال (۳۶) ۱۸۔ نیز اسکی بحث ۲۰۴ تا ۲۰۶ میں سرخی ششم سے ہے۔ 'تعبیر خواب' کی عبارت یہ ہے۔

''سب سے زیادہ مزے کی 'بدایوں والی' میں ہے کہ خاص اس اذان کے متعلق حکم کراہت داخلِ مسجد ثابت نہیں۔ یعنی اگرچہ علما صراحۃً عام فرمارہے ہیں کہ کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے مگر خاص اس اذان کا تو نام نہ لیا۔ اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ اذانِ خطبہ کے لئے بین یدیہ و عِندَ اسی قرب پر سہی مگر خاص اذان مسجد خرما کا تو نام نہیں۔ اسے کس بنا پر لَا يُؤَذَّنُ فِي الْمَسْجِد

کے حکم سے نکال کر منبر کے نیچے چھپادیا۔ رہا توارث قدیم کا ادعائے کاذب وہ ہزار بار مردود ہو چکا اور باذنہ تعالیٰ اب ہوتا ہے"

سوال (۳۷) ۲۱ زیر سرخی ہفتم و۲۴۱ و۲۴۲

سوال (۳۸) ۲۱۶ زیر ہشتم و۲۲۵ و۲۲۶

سوال (۳۹) زیر ۹ اور ۲۳۰ وغیرہ وزیر نہم

سوال (۴۰) ۲۴۶ زیر دہم

سوال (۴۱) ۷و۸۔ 'تعبیر خواب' کی عبارت یہ ہے

"کشاف و مدارک' سے جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْ لائے اور خود اقرار ہے کہ حسب موقع اُسکے معنی بدلتے ہیں کیا جو قرب جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَی میں ہے وہی قَاتَلْتُ بَیْنَ یَدَی السُّلْطَانِ میں وہی سَعَیْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ میں وہی وَضَعْتُ الطَّعَامَ بَیْنَ یَدَیْہِ میں الیٰ غیر ذالک جسے ہم ثابت کر چکے کہ اتصال حقیقی سے پانسو برس بلکہ آٹھ ہزار برس کی راہ تک پھیلا ہوا ہے اور سب قرب ہے تو اسکے لئے خاص اَذَّنْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ کا مقتضی دلیل صحیح سے بتانا تھا جو نہ ہوا نہ قیامت تک ہو۔ بھلا دربان کو اگر بادشاہ بیٹھنے کا اشارہ کرے اور وہ دروازہ پر مواجہ تخت سلطانی بیٹھے تو کیا نہ کہے گا کہ جَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہ کیا قیامت تک آپ اسکی نفی کا ثبوت جہاں بھر میں کسی کے کلام سے دے سکتے ہیں تو آپ ہی کی سند سے ثابت ہوا کہ صدر مجلس سے دروازہ ضرور بَیْنَ یَدَی اور قربِ عرفی کی حد میں داخل ہے اب عرف عرف، قرب قرب ساری پکار بے کار گئی۔ وَلِرَبِّنَا الْحَمْدُ اَبَدًا"

سوال (۴۲) ۱۲۲ سوال (۴۳) ۱۰۸ و۱۱۶ و۱۱۹

سوال (۴۴) ۷او۱۱۷ سوال (۴۵) ۲۲ و۲۵۸ زیر یازدہم

سوال (۴۶ و۴۷) ۳۷ تا ۳۹

سوال (۴۸) ۸۱

سوال (۴۹) ۸۳

سوال (۵۰) ۸۴ شروع بحث توارث سے و۹۵ از آغاز کلام بعد ۹۴ و ۱۰۰ و ۱۰۳ تا

۱۰۵ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا وَ مَلْجَأنَا وَ مَاوَانَا وَ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہٖ وَ حِزْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ اَبَدًا ـ آمِیْنَ۔

تمام علمائے اہل سنت کی خدمات عالیہ میں معروض

حضرات بابرکات! سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَ وَفَّقَنَا وَ اِیَّاکُمْ لِمَا یُحِبُّ وَ یَرْضَاہُ آمین۔ بعد سلام مع الاکرام گزارش۔ یہ رسالہ بتوفیقہٖ تعالیٰ بغرضِ استشہاد آپ حضرات کی خدمت میں روانہ کیا جائے گا۔ یہ تین رسالوں پر مشتمل ہے۔

اول ''ناز برداری جور بدایوں'' صفحہ ۵۹ (اب ۱۰۴۔ادارہ) تک۔ جس میں دربارۂ اذان بدایونی تحریرات و رسالہ مسمّی بہ ''جواب شافی'' کا رد ہے۔

دوسرا ''دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی'' نصف صفحہ ۵۹ (اب ۱۰۶ صفحہ۔ادارہ) سے اوائل صفحہ ۷۴ (اب ۱۲۷ صفحہ۔ادارہ) تک۔ اس میں انکی تحریر ''شافی جواب'' کا انھیں کی تحریر ''التہدید'' سے رد ہے۔ انھیں کا کلام انھیں کے تہذیب آلود الفاظ میں نقل کیا ہے۔ جس سے اُنکی اس پچھلی تحریر کا رد شدید ہوتا ہے۔

تیسرا ''نکس اباطیل مدرسہ خرما'' صفحہ ۸۱ (اب ۱۳۹۔ ادارہ) بلکہ نصف صفحہ ۷۶ (اب ۱۳۱ صفحہ تک۔ ادارہ) سے صفحہ ۱۱۶ (۱۹۲ صفحہ۔ ادارہ) تک جس میں اُن کلمات ضلالت کا شمار ہے جو حضرت تاج الفحول کے بعد تحریرات بدایوں میں واقع ہوئے۔ ان میں رسالہ دوم محتاج شہادت نہیں کہ انھیں کی نعمت انھیں کی خدمت۔ مگر اول و سوم پر آپ حضرات سے لوجہ اللہ شہادت مطلوب۔ امید کہ وہ تین آیتیں جو ۵۶ پر تلاوت ہوئیں ملحوظ خاطرِ عاطر رہیں۔

رسالہ ثالثہ پر خالص نظر انصاف اور زیادہ درکار کہ وہ بحث عقیدہ وایمان ہے۔ تمہید چھوڑ کر صفحہ ۷ سے ۲۶ ورق پہلے رسالے کے۔ ۲۰ ورق تیسرے کے۔ جملہ ۴۶ ورق پر جناب کی نظر درکار ہے۔ صاف اردو کے چھوٹے دو ورق روز ملاحظہ فرمالینا حضرات علما کے نزدیک کیا بات ہے۔ اور رسالہ پہنچنے، رائے آنے کے لئے پانچ چھ

روز۔ غرض روزِ ارسال سے ایک مہینہ تک انتظار ہوگا۔ اگر بعض اکابر کسی عذر کے سبب زیادہ وقت چاہیں تو فوراً ایک کارڈ اطلاعی ارسال فرمادیں کہ اتنے دنوں میں ہم اپنی رائے گرامی سے اطلاع بخشیں گے۔ علمائے کرام کی حق پسندی و خدا دوستی و اتباع احکام ہر سہ آیات کریمہ ۵۶ سے امید واثق ہے کہ انشاء اللہ العظیم ضرور خالصاً لوجہ اللہ توجہ فرمائیں گے اور اپنی رائے سامی سے اطلاع بخشیں گے۔ اگر تصدیق فرمائیں فبہا۔ اور بحالِ خلاف وجہِ خلاف مفصل و مدلل تحریر فرمانی ہوگی۔ اور یہ کہ خلاف کس امر میں ہے۔ جو صاحب اس بارہ میں نفس مسئلہ اذان سے جدا رہ کر رسالۂ سوم کی نسبت بالخصوص اور اول کی نسبت اس قدر کہ تحریراتِ بدایوں پر ہمارے رد صحیح ہیں یا نہیں۔ عام اذان کہ اذان اُن کے نزدیک کیسی ہی ہو، رائے دینی چاہیں تو یہ بھی ادائے شہادت میں کافی متصور ہوگی۔ خدا نہ کرے کہ بعد مرورِ مدت ہم کو افسوس کے ساتھ بعض حضرات گرامی کی نسبت یہ کہنا پڑے کہ آیاتِ قرآنیہ ملاحظہ فرما کر بھی ادائے شہادت سے عدول فرمایا۔ نہیں نہیں۔ بلکہ علمائے کرام سے یہی مامول کہ ضرور ہم کو یہ شکریہ شائع کرنے کا موقع ملے گا کہ حضرات اکابر نے آیات کریمہ کو ملحوظ رکھ کر ہمارا معروضہ قبول فرمایا۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَالسَّلَامُ مَعَ الْاِکْرَامِ۔

ابو محمد حامد رضا خان قادری نوری غفرلہ

☆☆☆☆☆

تمام ناظرین افہرست ضرور ملاحظہ فرمائیں کہ اجمالاً معلوم ہو، اس کتاب میں کیا کیا جواہروزواہر ہیں اوران پراطلاع کس درجہ مفید وضروری ہے۔

علمائے کرام معروضہ ''تمام اہلِ سنت کی خدماتِ عالیہ میں معروض'' بالخصوص ضرور ملاحظہ فرمالیں کہ وہ خاص انھیں کی خدمت میں عرض ہے اوران پر بحکم آیات کریمہ اس کا لحاظ فرض ہے۔

مولانا کی یکا یک موت پر افسوس

یہ مبارک رسالہ مبارک مہینے رمضان شریف میں تالیف ہوا۔ اسی صفحہ تک کا پیاں بھی ہوگئی تھیں کہ دفعۃً کاتب کے پاس میرٹھ سے ۱۱؍روپے اضافہ کا پیام آیا اور وہ بلا اجازت نوکری چھوڑ گئے۔ ایک بے علم سے اس کا کیا عجب۔

اسی بدایوں کے مقدس بزرگ مولوی جو یہاں کے کمال محبّ ہونے کا دم بھرتے تھے ذی الحجہ ۳۰ھ میں (اس وقت اذان کی نزاع بھی نہ تھی جسے اُن مقدسوں کے دل میں عداوت کا سبب کہا جائے) یہاں عرس اقدس میں حاضر ہوئے اور مدرسۂ اہلِ سنت کے مدرس کو عین مجلس مبارک سے اُٹھا کر مسجد میں لے گئے اور اُنھیں مدرسۂ بدایوں کے لئے اُبھارا اور صرف پانچ ہی روپے اضافہ پر وہ مولوی صاحب بلا اطلاع چل دیے۔ جانے والے بھی مولوی، لے جانے والے بھی مولوی اور دونوں صاحبوں نے خیال نہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں تو ''سَوْمٌ عَلٰی سَوْمِ اَخِیْـہِ حَرَامٌ'' ہے۔ یعنی بائع زید سے بیع کی گفتگو کررہا ہو ایک ثمن پر رضا ہوئی مگر ہنوز بیع واقع نہ ہوئی کہ بیچ میں عمرو کود پڑا اور دام بڑھا کر چیز خرید لی یا نوکر رکھنے والا زید سے گفتگو کررہا ہے۔ ایک ثمن پر رضا ہوئی مگر ہنوز عقد اجارہ واقع نہ ہوا کہ عمرو نے تنخواہ بڑھا کر نوکر کو جھپٹ لیا۔ یہ حرام ہے۔ نہ کہ رہتے ہوئے نوکر کو ورغلا کر توڑ لینا یہ کس درجہ اشد حرام اور کتنا محبت واخلاص ووفا ومروت وانسانیت وتہذیب ومحسن پرستی کے چرکھے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ دونوں صاحبوں نے یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ مجلس مبارک سے کس اچھے

کام کے لئے اُٹھتے ہیں۔ یہ بھی خیال نہ فرمایا کہ مسجد میں دنیا کی جائز باتوں کے لئے جانا حرام ہے۔ نہ کہ حرام باتوں کے لئے۔ تو جب پانچ روپے پر مولوی صاحبوں کی یہ حالت ہوئی تو ۱۱؍روپے پر ایک بے پڑھے کی کیا شکایت۔ مہینوں کاتب نہ ملا۔ ۲۷؍ذی الحجہ سے کام شروع ہوا۔ دورانِ طبع میں دفعۃً مولانا کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اگر چہ یہاں کوئی خبر نہ بھیجی گئی۔ بازاری افواہ سنی جس پر نماز کے بعد تمام حاضرین سے دعا کرائی گئی کہ یہ خبر جھوٹی ہو۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ واقعی ہے۔

خیر مشیت میں کیا چارہ۔ ہمیں بوجوہ صدمہ ہوا۔ اول یہ کہ اعلیٰ حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی نشانی۔ دوم ہمارے دوست کہے جاتے۔ سوم ہماری طرف کے علما میں مقتدر۔ چہارم ہمارے مذہب کا وعظ کہتے۔ پنجم اس رسالہ کا مزہ اُنھیں کے دم ساتھ تھا اور اس میں بعض مخاطبے تو خاص اُنھیں پر محدود تھے۔ ممکن تھا کہ ہم اسے روک دیتے۔ اگر چہ اکثر حصہ کاپی و طبع ہو چکا تھا مگر اسکے رسالہ سوم میں خاص دین اسلام و مذہب اہلِ سنت کی طرف ہدایات ہیں۔ اس کا روکنا نا جائز تھا اور اُس کا زیادہ تعلق بعض پس ماندوں ہی سے ہے جن کے زبان و قلم و قلب کے وہ نتائج ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ ورنہ سنی مسلمان وہاں کی سابقہ حالت اور اُنکے رسالہ شمس العلوم سے دھوکا تو نہ کھائیں۔ جواب کی اب ہم کس سے تمنا کریں۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ ہم نے یہ ۶۳۵ رد کیے۔ پچاس کا جواب کون دے سکا تھا کہ اب ۶۳۵ کا دے گا۔ عوام کے دکھانے کو ان سے جستہ جستہ گنتی کے چند لے کر صد ہا مکابرہ و عناد کے ساتھ کچھ گالیاں ہم پر اور دی جائیں گی جیسا کہ 'تحریر شافی' میں ہوا۔ وہ حیات مولانا کی تھی اب تو نری آزادی ہے۔ ہم اُن گالیوں کے شکریہ میں 'التہدید' کی وہی عبارت کہ صفحہ ۱۱۶ (اب ۱۹۱ صفحہ جو ''حضراتِ بدایوں کو خود رسالہ بدایوں کی ہدایتیں'' کی شہ سرخی کے تحت ہے۔ ادارہ) پر گزریں انکے ساتھ نتھی کر کے پھیر دیں گے کہ تمام ۶۳۵ کا نمبر وار جواب لکھو تو دو۔ ورنہ خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین۔

بشارت

رسالہ جدید جناب مولوی انوار اللہ صاحب معین المہام دکن کو بھی بدایونی تقلید کا شوق ہوا۔ ایک غیر معروف شخص کے نام سے مسئلہ اذان میں رسالہ ''القول الاظہر'' اپنی فرمائش سے چھپوایا۔ وہابیہ کی طرح اذانیوں نے بھی یہ روش چلی ہے کہ خلاف کا نام اور مخالف کو نہ دیں۔ حضرت نے یہاں نہ بھیجا۔ بعض احباب نے اجمیر شریف سے روانہ فرمایا۔ ۱۱ر رمضان مبارک روز شنبہ کو آیا۔ دوشنبہ کو رجسٹری شدہ خط مولوی انوار اللہ صاحب کے نام گیا۔ ۳۵ دن بعد جواب آیا کہ بحث سے نااتفاقی بڑھتی ہے مسئلہ اجماعی ہے۔ اس پر پھر فوری رجسٹر شدہ بیس سوال متعلق ادعائے اجماع روانہ ہوئے۔ جواب کو ۲ر آنے کے ٹکٹ بھی رکھ دیے۔ سو دن کامل انتظار کے بعد تیسرا خط رجسٹری شدہ ۲۹ محرم ۳۴ھ کو بھیجا اور لکھ دیا کہ دس دن اور انتظار ہوگا۔ جواب ابھی نہ ہو سکے تو اتنا ہی لکھ دیجئے کہ اتنی مدت میں دیں گے۔ ڈیڑھ مہینے سے زائد گزرا اس پر بھی 'صدائے برنخاست'۔ ناچار اب ہم اُن خطوط کو شائع کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو یہ اخیر اطلاع ہے۔ واللہ الہادی۔ ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

عالم اسلام کو عرس غریب نواز
علیہ الرحمہ والرضوان مبارک ہو!

پچاسواں سالانہ عرس شیر بیشۂ اہل سنت مظہر اعلیٰ حضرت
خلیفۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

وصال مبارک انتقال پر ملال

علم وفضل وتقویٰ وطہارت کا یہ آفتاب ۸؍محرم الحرام ۱۳۸۰ھ مطابق ۳؍جولائی ۱۹۶۰ء یکشنبہ کو ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔ ۶۱ سال کی عمر پائی پیلی بھیت شریف میں آج بھی آپ کا مزار پرانوار زیارت گاہ خلائق بنا ہوا ہے اور ہر سال ۲۱، ۲۲، ۲۳؍صفر المظفر کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ آپ کا عرس پاک منایا جاتا ہے۔ ہند و بیرون ہند کے لاتعداد زائرین حاضر ہو کر اپنی مرادیں حاصل کرتے ہیں۔ آپ بھی ہر سال ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ صفر المظفر کو اتر پردیش کے ضلع پیلی بھیت شریف میں تشریف لا کر شیر بیشۂ اہل سنت کے فیوض وبرکات سے مالامال ہوں۔

المشتہر:

مولانا محمد سنابل رضا حشمتی، جنرل سکریٹری
آل انڈیا سنّی جمعیت العلماء اتر پردیش

شعبۂ نشر واشاعت دارالعلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف راجستھان